5

وعظ و نصیحت

2021ء



متکلمِ اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

مرکز اھل السنۃ والجماعۃ سرگودھا



نام کتاب .... وعظ و نصیحت

تالیف: .... متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

تاریخ اشاعت 2021ء

بار اشاعت .... اوّل

ملنے کا پتہ

دار الایمان

87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

0321 6353540

www.ahnafmedia.com

فہرست

رسول اللہ ﷺ کی پانچ نصیحتیں 111

ماہِ شعبان اور شب براءت 119

زکوٰۃ کے اہم مسائل 133

کروناوائرس اور ہماری معاشرتی ذمہ داریاں 159

حدیث جبرئیل (حصہ سوم) 210

بیعتِ رضوان 219

اسلام میں سلام کی اہمیت (حصہ اول) 276

اسلام میں سلام کی اہمیت (حصہ دوم) 282

بیماری اور تیمار داری 289

هجرتِ مدینہ منورہ (حصہ سوم) 326

ہجرتِ مدینہ منورہ (حصہ چہارم) 337

موسم سرما کی شریعت میں اہمیت 353

وضو کے فضائل 361

موزوں پر مسح 366

حق مہر کی شرعی حیثیت 387

ناچ گانا اور موسیقی کی قباحت .... 396.

کتاب سے استفادہ کا طریقہ

☆ دینی علم میں اضافے کی نیت سے پڑھیں۔

☆ اسلامی معلومات کو اپنی زندگی کے معمولات بنانے کے جذبہ سے پڑھیں۔

☆ اسے سب سے زیادہ اپنی پھر درجہ بدرجہ دیگر لوگوں کی ضرورت سمجھیں۔

☆ اپنے گھر، اپنے ادارے (خواہ تعلیمی ہو یا تجارتی) میں ہفتہ وار ایک مختصر سی مجلس لگائیں اور اس میں اس کے ایک حصے کی مناسب تشریح کے ساتھ تعلیم کرادیں۔

☆ ائمہ اور خطباء کرام پہلے اس کے ایک حصہ کا مطالعہ کریں بعد ازاں اپنے الفاظ میں سمجھادیں۔

☆ کتاب میں موجود آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کے حوالے لکھ دیے گئے ہیں لہٰذا کسی الجھن کا شکار ہوئے بغیر شرح صدر سے بیان کریں۔

اللہ تعالیٰ میری، میرے متعلقین اور تمام عالم اسلام کے ہر طبقے کے افراد کی اصلاح فرمائے۔ دنیا اور آخرت کی ساری کامیابیاں نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

[signature]

جمعۃ المبارک، 31 دسمبر، 2021ء

مقاصدِ وعظ و نصیحت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: وَلَوْ اَنَّھُمْ فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِہٖ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ۔ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَۃُ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنوری 2017ء سے ہر ہفتے کو باقاعدگی سے ”وعظ و نصیحت“ کے عنوان سے کچھ گزارشات اپنے متعلقین کی خدمت میں روانہ کی جارہی ہیں یہ اس سلسلے کی پانچویں کڑی ہے۔ مندرجہ ذیل مقاصد پیش نظر رہے۔

1: اپنی ذاتی و نجی زندگی کو احکام شریعت کے مطابق گزارنا۔

2: اپنے گھر کے ماحول کو سنوارنا۔

3: اپنے خاندان، قوم اور قبیلے کے ماحول کو بہتر سے بہتر بنانا۔

4: پاکستان اور دنیا کے ہر ملک میں بسنے والے اہل اسلام کی فکر کرنا۔

5: جن کے پاس اسلامی تعلیمات ہیں ان میں عمل اور اخلاص کا جذبہ پیدا کرنا۔

6: جن کے پاس اسلامی تعلیمات نہیں ہیں اُن کو اِن سے روشناس کرانا۔

7: معاشرتی اور سماجی موضوعات میں اسلامی رہنمائی کا فریضہ انجام دینا۔

8: اسلام کے وہ زریں اور سنہرے اصول جو پوری انسانیت میں امن و سکون کا باعث ہیں، ان کو پھیلانا۔

9: سوشل میڈیا کے وسیع فورم پر پھیلنے والی بے دینی، گمراہی اور بے حیائی کے سامنے اپنی ہمت کے مطابق بند باندھنا۔

10: خطباء کرام کو جمعۃ المبارک کے بیان کے لیے علمی مواد فراہم کرنا۔

اِستغفار کی اہمیت وضرورت

اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے پاک زندگی عطا فرمائے اور جو گناہ ہو گئے ہیں یا آئندہ ہوں گے ان پر اِستغفار کی توفیق عطا فرمائے۔ اِستغفار کا معنیٰ یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے ندامت کے ساتھ معافی مانگے۔

اِستغفار کا حکم اور فوائد:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ﴿۱۲﴾

سورۃ نوح، رقم الآیات:10 تا 12

ترجمہ: پھر میں نے (ان سے) کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ یقیناً وہ بہت زیادہ معافی دینے والا ہے۔ (گناہوں سے معافی مانگنے پر وہ اتنا خوش ہو گا کہ) تم پر آسمان سے (فائدے والی) خوب بارشیں برسائے گا اور تمہارے اموال واولاد میں (برکت والی) ترقی دے گا، تمہارے لیے (انواع و اقسام کے) کے باغات پیدا فرما دے گا اور تمہارے فائدے کے لیے نہریں بہادے گا۔

رجوع الی اللہ کا حکم:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا رَوَى عَنِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَنَّهُ قَالَ: يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ

تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذٰلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَ جِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 6664

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قدسی ارشاد فرماتے ہیں، جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خطاب فرماتے ہیں: میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے (میں ظلم سے پاک ہوں) جب میں نے اپنے اوپر حرام قرار دیا ہے تو اسی طرح تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام قرار دیا ہے اس لیے آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ میرے بندو! جس کو میں (اپنی توفیق سے) ہدایت عطا فرما دوں اس کے علاوہ تم سب گمراہ ہو۔ اس لیے تم سب مجھ سے ہدایت مانگو۔ میں تمہیں ہدایت عطا کروں گا۔ میرے بندو! جس کو میں (اپنے فضل سے) روزی دوں اس کے علاوہ تم سب بھوکے ہو۔ اس لیے تم سب مجھ سے (میرے فضل کو طلب کرتے ہوئے) روزی کا سوال کرو میں ہی تمہیں روزی دوں گا۔ میرے بندو! جس کو میں (اپنے کرم سے) لباس پہناؤں اس کے علاوہ تم سب ننگے ہو۔ تم سب مجھ سے (میرے کرم کی امید رکھتے ہوئے) لباس مانگو، میں ہی تمہیں لباس دوں گا۔

میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو اور میں تمہارے گناہ معاف کرتا ہوں اس لیے مجھ ہی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو میں ہی تمہارے گناہ معاف کروں گا۔ میرے بندو! تم مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے اور نہ ہی مجھے نفع دے سکتے (تمہارے گناہوں سے مجھے نقصان نہیں اور تمہاری نیکیوں سے مجھے فائدہ نہیں بلکہ گناہ اور نیکی کا نقصان اور نفع صرف اور صرف تمہارے لیے ہے) میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے جن و انس سب کے سب مل کر ایک نہایت پرہیز گار دل کی طرح بن جائیں تو اس سے میری مملکت میں کوئی اضافہ نہیں ہو گا میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے جن و انس سب کے سب مل کر ایک نہایت بدکار دل کی طرح بن جائیں تب بھی میری مملکت میں کسی ادنی سی چیز کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے جن و انس سب کے سب مل کر کسی میدان میں کھڑے ہو جائیں اور پھر مجھ سے (اپنی اپنی زبان میں اپنی اپنی ساری ضروریات) مانگیں اور میں ہر ایک کو اس کی تمام ضروریات دوں تب بھی میرے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں ہو گی جتنی کہ سمندر میں سوئی ڈال کر نکالنے سے پانی کے کم ہونے کی ہوتی ہے۔ میرے بندو! میں تمہارے اعمال کو یاد رکھتا ہوں اور انہیں (تمہارے حق میں اتمام حجت کے طور پر) لکھوا لیتا ہوں۔ میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا اس لیے جو شخص بھلائی پالے اسے چاہیے کہ وہ میری حمد اور شکر ادا کرے اور جس شخص کو بھلائی کے بجائے برائی ملے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کرے کیونکہ (بعض دفعہ) یہ اس کے گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

گناہوں کا زنگ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ العَبْدَ إِذَا أَخْطَأَ خَطِيئَةً نُكِتَتْ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فَإِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ صُقِلَ قَلْبُهُ وَإِنْ عَادَ زِيدَ فِيهَا حَتَّى تَعْلُوَ قَلْبَهُ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَ اللهُ

﴿كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝١٤﴾

جامع الترمذی، رقم الحدیث:3334

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مومن بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر اس گناہ کی وجہ سے ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، اگر وہ اس گناہ سے توبہ و استغفار کرلیتا ہے تو اس کے دل سے سیاہ نقطہ مٹا دیا جاتا ہے اور اگر وہ توبہ کے بجائے مزید گناہ کرتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ مزید بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے، یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ ہے ان چیزوں کا جو وہ برے اعمال کرتے ہیں۔

اگر گناہ آسمان کی بلندیوں تک بھی پہنچ جائیں!

عن أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ فِيكَ وَلاَ أُبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ وَلاَ أُبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لاَ تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً.

جامع الترمذی، رقم الحدیث:3540

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے آدم کی اولاد! جب تک تو مجھ سے امید رکھ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے گا میں تیرے گناہوں کو بخشتا رہوں گا اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں (کہ اتنا بڑا گناہ کیوں بخش رہا ہوں) اے آدم کی اولاد! اگر (بالفرض) تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک بھی پہنچ جائیں پھر بھی تو

مجھ سے ان کی معافی مانگے تو میں معاف کر دوں گا اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں (کہ اتنا بڑا گناہ کیوں بخش رہا ہوں) اے آدم کی اولاد! اگر تو مجھ سے اس حالت میں ملے کہ تیرے نامہ اعمال میں اتنے گناہ ہوں جن سے زمین بھر جاتی ہے تو تیری توبہ و استغفار کی وجہ سے میں بھی تجھے اتنا ثواب عطا کروں گا کہ جن سے زمین بھر جائے گی بشرطیکہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔

تنگی اور غم سے نجات اور رزق کا ملنا:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَزِمَ الِاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللهُ لَهُ مِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَمِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 3819

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص استغفار کی عادت بنالے اللہ تعالیٰ اسے ہر تنگی و پریشانی سے نکلنے کا راستہ دے دیتے ہیں اور ہر رنج و غم سے نجات عطا فرما دیتے ہیں۔ مزید یہ کہ اس کو ایسی ایسی جگہوں سے (حلال اور وسعت والا) رزق دیتے ہیں جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

بنی اسرائیل کے ایک قاتل کی توبہ:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ إِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ يَسْأَلُ فَأَتَى رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ هَلْ مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ لَا فَقَتَلَهُ فَجَعَلَ يَسْأَلُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ ائْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا فَأَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَأَوْحَى اللهُ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَقَرَّبِي وَأَوْحَى اللهُ إِلَى

هَذِهِ أَنْ تَبَاعَدِي وَقَالَ قِيسُوا مَا بَيْنَهُمَا فَوُجِدَ إِلَى هَذِهِ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهُ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3470

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا اور پھر علماء بنی اسرائیل سے یہ پوچھنے کے لیے چل پڑا کہ اتنے بڑے گناہ یا گناہگار کے لیے توبہ کے قبول ہونے کوئی صورت ہے؟ ایک عابد وزاہد شخص نے اس کو جواب دیا کہ نہیں توبہ کے قبول ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ اس شخص نے اس عابد وزاہد کو بھی مارڈالا۔ پھر باقی علماء سے پوچھنے کے لیے چل نکلا، اس سے ایک شخص نے کہا کہ تم فلاں بستی میں جاؤ وہ نیک لوگوں کی بستی ہے اور وہاں فلاں عالم رہتے ہیں ان سے مسئلہ پوچھو وہ تمہیں توبہ کے قبول ہونے کے بارے میں ٹھیک فتویٰ دے گا۔ وہ شخص اس بستی کی طرف چل پڑا۔ ابھی آدھے راستے پر ہی پہنچ پایا تھا کہ اچانک ملک الموت آ پہنچے اس کو جب مرنے کی علامات محسوس ہوئیں تو وہ اپنا سینہ اسی بستی کی طرف جھکا کر گر پڑا۔ چنانچہ اس کی روح نکالنے کے لیے رحمت اور عذاب کے فرشتے ملک الموت سے ایک طرح کا جھگڑا کرنے لگے۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے اس بستی (جس کی طرف توبہ کرنے کے لیے جارہا تھا) کو حکم دیا کہ وہ اس شخص کے قریب ہو جائے اور اس بستی (جہاں سے قتل والا گناہ کر کے آرہا تھا) کو حکم دیا کہ وہ اس سے دور ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں سے فرمایا کہ کہ تم دونوں بستیوں کے درمیان پیمائش کرو اگر وہ اس بستی کے قریب ہو جس کی طرف وہ توبہ کرنے جارہا تھا تو اسے رحمت کے فرشتوں کے حوالے کیا جائے اور اگر اس بستی کے قریب ہو جہاں سے قتل کر کے آرہا تھا تو عذاب کے فرشتوں کے حوالے کیا جائے۔ فرشتوں نے جب پیمائش کی تو وہ اس بستی کے قریب تھا جس کی طرف توبہ کرنے جارہا تھا وہ بنسبت دوسری بستی

کے ایک بالشت قریب تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی۔

قابل مبارک باد شخص:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طُوبَى لِمَنْ وَجَدَ فِي صَحِيفَتِهِ اسْتِغْفَارًا كَثِيرًا۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 3818

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص قابل مبارک باد ہے جس کے نامہ اعمال میں استغفار زیادہ ہو گا۔

مرحومین کے لیے استغفار کا فائدہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الرَّجُلَ لَتُرْفَعُ دَرَجَتُهُ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ: أَنَّى هَذَا؟ فَيُقَالُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ۔

سنن ابن ماجۃ، رقم الحدیث: 3660

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کا جنت میں ایک درجہ بلند فرماتے ہیں تو وہ پوچھتا ہے کہ اے اللہ! مجھے یہ درجہ کیسے نصیب ہوا؟ (حالانکہ میں نے تو ایسی نیکی نہیں کی) اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ تیرے لیے تیری اولاد نے استغفار کیا ہے اس لیے میں نے تیرا ایک درجہ جنت میں مزید بلند کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 4 جنوری، 2021ء

جاہلانہ رسوم سے بچیں (حصہ اول)

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور قدیم و جدید جاہلیت کے اقوال و افعال سے محفوظ فرمائے۔ آج علم دین کی کمی اور ناقدری کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں بہت سی ایسی جاہلانہ باتیں دَر آئی ہیں جن سے شریعت نے بچنے اور ان سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔

عَنْ أَبِي مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُونَهُنَّ الْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ وَالِاسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ وَالنِّيَاحَةُ وَقَالَ: النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2116

ترجمہ: حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بعض لوگوں میں جاہلیت کی چار باتیں پائی جائیں گی جن کو وہ نہیں چھوڑیں گے۔ حسب و نسب پر فخر کرنا، نسب کی وجہ سے طعنہ دینا، ستاروں کی ذریعے بارش کو طلب کرنا اور نوحہ کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر نوحہ کرنے والی مرنے سے پہلے اس برائی سے توبہ نہیں کرے گی تو قیامت والے دن وہ اس حالت میں ہو گی کہ اس کے جسم پر تارکول اور خارش کا لباس ہو گا۔

1... حسب و نسب پر فخر کرنا:

حدیث مبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کی پہلی برائی یہ ذکر فرمائی کہ لوگ حسب و نسب پر فخر کرنا نہیں چھوڑیں گے۔ یہ دورِ جاہلیت کی وہ برائی ہے جس کی اسلامی تعلیمات میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد بار انسان کو اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تیری اصل (مادہ خلقت) مٹی ہے اور اس کے بعد منی کے قطرے سے نسل چلی آ رہی ہے۔ تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ اس لحاظ سے خاندانی اور قبائلی بنیادوں پر فخر کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ ہاں خاندان اور قبائل کو وجود دینے کا مقصد انسان کے تعارف کے لیے ہے تعریف کے لیے نہیں۔

خاندان اور قبیلے کا مقصد:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔

سورۃ الحجرات، رقم الآیۃ: 13

ترجمہ: اے انسانو! یقیناً ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور اس کے بعد تمہارے باہمی تعارف کے لیے مختلف قبائل اور خاندان بنائے (لیکن ان قبیلوں اور خاندانوں پر فخر مت کرتے پھرنا کیونکہ) اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا شخص وہ ہے جو تقویٰ (ہر حال میں خوف خدا دل میں) رکھنے والا ہے۔ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ارادوں کو خوب جاننے والے تمہارے کاموں سے اچھی طرح باخبر ہیں۔

اسلام کی خوبی:

ادیان عالم میں سے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ اس نے عزت و شرافت کی بنیاد رنگ و نسل، عربی و عجمی، قوم و قبیلہ اور خاندانی شرافت کے بجائے تقویٰ پر رکھی ہے۔

اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ نے بھی چوری کی...:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَرَقَتِ امْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ فَأُتِيَ بِهَا النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: مَنْ يُكَلِّمُهُ فِيهَا ؟ قَالُوا: أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَأَتَاهُ فَكَلَّمَهُ فَزَبَرَهُ فَقَالَ: إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانُوا إِذَا سَرَقَ

الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ الْوَضِيعُ قَطَعُوهُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُهَا.

السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث:7346

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنو مخزوم کی ایک عورت (غالباً اس عورت کا نام فاطمہ تھا) نے چوری کی۔ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تاکہ اس پر چوری کی شرعی سزا (ہاتھ کاٹنا) نافذ کی جائے۔

اس کے قبیلے کے لوگوں نے مشورہ کیا کہ کسی طریقے سے یہ سزا نہ ملے لیکن اس بارے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کون جا کر بات کرے؟ مشورہ ہوا کہ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کریں گے۔ اُسامہ رضی اللہ عنہ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو آپ بے حد ناراض ہوئے اور فرمایا: بنی اسرائیل میں جب کوئی بڑے خاندان کا شخص چوری کرتا تو اس پر حد جاری نہیں کرتے تھے بلکہ اسے معمولی سی سزا دے کر چھوڑ دیتے تھے اور اگر کوئی چھوٹے خاندان کا شخص چوری کر لیتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے تھے اس ذات برحق کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میری بیٹی فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے گی تو میں اس پر شرعی سزا نافذ کرتے ہوئے اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔

جسے عمل نے پیچھے چھوڑ دیا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔۔۔مَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:4867

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے چھوڑ دیا اسے اپنا نسب آگے نہیں لا سکتا۔

معاشرتی المیہ:

خاندانوں کی نسبی برتری کے باعث ہمارے معاشرے میں فساد کو نہ تھمنے والا طوفان آ چکا ہے۔ اونچے اور بڑے خاندانوں کے لوگ چھوٹے خاندانوں کے لوگوں پر ظلم، تشدد، ناانصافی کرتے ہیں ان کا حق مار لیتے ہیں، ان کی زمینیں و جائیدادیں ہڑپ کر لیتے ہیں، ان کی عزتوں سے کھیلتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی تمام جاہلانہ رسوم کا خاتمہ کرتے ہوئے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2922

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگو! یاد رکھو زمانہ جاہلیت کی ہر رسم میرے قدموں کے نیچے ہے میں اسے ختم کرتا ہوں۔

2...نسب کا طعنہ دینا:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کی دوسری برائی یہ بتائی ہے کہ لوگ آپس میں ایک دوسروں کو نسب کا طعنہ دینا نہیں چھوڑیں گے۔ ذات پات، حسب نسب، قوم قبیلہ، رنگ و نسل اللہ کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں۔ ان باتوں کی وجہ سے کسی کو طعنہ دینا در حقیقت اللہ رب العزت کے فیصلہ کا مذاق اڑانا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾

سورۃ الحجرات، رقم الآیۃ: 11

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ تو مرد دوسرے مردوں پر تمسخراً ہنسیں اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ (جن کا مذاق اڑا رہے ہیں) خود ان سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ (جن کا مذاق اڑا رہی ہیں) خود ان سے بہتر ہوں اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو اور نہ ہی ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا بہت بری بات ہے اور جو لوگ ان (گناہ کی) باتوں سے باز نہ آئیں تو وہ ظالم ہیں۔

تمسخر اور مزاح میں فرق:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1362ھ) اسی آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

”تمسخر وہ ہنسی ہے جس سے دوسرے کی تحقیر اور دل آزاری ہو، اور جس سے دوسرے کا دل خوش ہو وہ مزاح کہلاتا ہے اور وہ جائز ہے۔“

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

[signature]

پیر، 11 جنوری، 2021ء

جاہلانہ رسوم سے بچیں (حصہ دوم)

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور قدیم و جدید جاہلیت کے اقوال و افعال سے محفوظ فرمائے۔

ستاروں سے بارش مانگنا:

حدیث مبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کی تیسری برائی یہ ذکر فرمائی: وَالِاسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ لوگ ستاروں کی گردش اور ان کے اپنی اپنی منازل میں طلوع و غروب کی وجہ سے بارشوں وغیرہ کے برسنے کا اعتقاد رکھیں گے۔

ستاروں کے پرستار:

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ۔ قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 846

ترجمہ: حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حدیبیہ کے مقام پر رات کو بارش ہوئی اور صبح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز فجر پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف رخ مبارک پھیرا اور پوچھا: آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے رب نے کیا فرمایا؟ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں نے صبح کی تو مجھ پر

ایمان رکھتے تھے اور ستاروں کے منکر تھے اور جس نے کہا کہ ہم پر فلاں فلاں ستارے نے بارش برسائی تو ایسا کہنے والا شخص میرا منکر جبکہ ستاروں پر اعتقاد رکھنے والا ہے۔

نظامِ فلکی... قُدرتِ الٰہیّہ کا مظہر اور تابع ہے:

وَّ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ وَ النُّجُوۡمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمۡرِہٖ ؕ

سورۃ الاعراف، رقم الآیۃ:54

ترجمہ: اور سورج، چاند اور ستارے سب کے سب اس (اللہ) کے حکم سے (ایک مقرر، منظم اور منضبط نظام کے) تابع بنا دیے گئے ہیں۔

سورج اور چاند اللہ کی نشانیاں:

عَنۡ أَبِي بَكۡرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنۡهُ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمۡسُ عَلٰى عَهۡدِ رَسُوۡلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ...فَقَالَ إِنَّ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ آيَتَانِ مِنۡ آيَاتِ اللهِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:1063

ترجمہ: حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو بڑی نشانیاں ہیں۔

سورج... روشنی کا ذریعہ:

هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِیَآءً

سورۃ یونس، رقم الآیۃ:5

ترجمہ: اللہ وہی ذات ہے جس نے سورج کو روشنی کا ذریعہ اور منبع بنایا۔

سورج... اپنے مقرر کردہ راستے پر:

وَ الشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴿۳۸﴾

سورۃ یٰس، رقم الایۃ:38

ترجمہ: اور سورج اپنے مقرر کردہ راستے پر چلتا ہے جو راستہ غالب علم والے (اللہ

تعالیٰ) کی طرف سے مقرر کردہ ہے۔

سورج کا زیرِ عرش سجدہ ریز ہونا:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَتَدْرِي أَيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ؟ قُلْتُ اَللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ۔ قَالَ: فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى{وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾}

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 4802

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: میں سورج کے غروب کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوذر! آپ جانتے ہو سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب غروب ہونے کے لیے اپنے مقام کی طرف چلا جاتا ہے تو زیر عرش اللہ کو سجدہ کرتا ہے۔ یہ معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا کا

فائدہ: سورج کے سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کا ہر طلوع و غروب اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوتا ہے۔ اسی عمل کو اس کا سجدہ قرار دیا گیا ہے۔

نوٹ: مزید تفصیل سجود الشمس از علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ میں دیکھ لی جائے۔

شمسی تقویم:

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ۔

سورۃ بنی اسرائیل، رقم الآیۃ: 12

ترجمہ: ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا۔ رات کی نشانی کو ہم نے بے نور اور دن کی نشانی کو روشن بنایا تاکہ تم اپنے رب کا فضل (روزی کو بآسانی) تلاش کر سکو تاکہ تم سالوں کی گنتی اور (مہینوں کا) حساب معلوم کر سکو۔

شمسی حساب:

اَلشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ ۪﴿۵﴾

سورۃ الرحمٰن، رقم الآیۃ:5

ترجمہ: سورج اور چاند (اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلکی) حسابات کے مطابق ہیں۔

فائدہ: بعض نمازوں کے مستحب، مسنون اور مکروہ اوقات، روزے کے سحر و افطار کا حساب جبکہ سمتِ قبلہ متعین کرنے میں بھی سورج کو مدار بنایا جاتا ہے۔

سورج… حرارت کا ذریعہ:

وَّ جَعَلۡنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾

سورۃ النباء، رقم الآیۃ:13

ترجمہ: اور ہم نے سورج کو روشنی اور حرارت کا مرکز بنایا۔

سورج کو گرہن لگنا:

عَنِ النُّعۡمَانِ بۡنِ بَشِيرٍ رَضِیَ اللهُ عَنه قَالَ: اِنۡكَسَفَتِ الشَّمۡسُ عَلٰى عَهۡدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ… قَالَ: إِنَّ نَاسًا يَزۡعُمُونَ أَنَّ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ لَا يَنۡكَسِفَانِ إِلَّا لِمَوۡتِ عَظِيمٍ مِنَ الۡعُظَمَاءِ وَلَيۡسَ كَذٰلِكَ إِنَّ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ لَا يَنۡكَسِفَانِ لِمَوۡتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنۡ آيَاتِ اللهِ۔

السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث:1883

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مرتبہ سورج گرہن ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں

نے نظریہ بنالیا ہے کسی عظیم شخصیت کی موت کی وجہ سے سورج و چاند کو گرہن لگتا ہے حالانکہ یہ حقیقت کے بالکل خلاف ہے سورج اور چاند کو گرہن کسی کی موت و حیات کی وجہ سے نہیں لگتا یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے بڑی نشانیاں ہیں۔

سورج و چاند کا سفر قیامت تک جاری رہے گا:

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

سورۃ زمر، رقم الآیۃ: 5

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو (اپنے حکم کا) تابع بنادیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک (اپنے محور میں) متعینہ وقت (قیامت) تک چلتا رہے گا۔

سورج بے نور ہو کر لپیٹ دیا جائے گا:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ۙ

سورۃ التکویر، رقم الآیۃ: 1

ترجمہ: جب سورج (بے نور ہو جائے گا اور اس کو) لپیٹ دیا جائے گا۔

چاند کی شرعی حیثیت:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 189

ترجمہ: میرے پیغمبر! لوگ آپ سے نئے مہینوں کے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرمادیں یہ لوگوں (کے مختلف عبادات و معاملات) اور حج کے اوقات متعین کرنے کے لیے ہیں۔

چاند پر بعض اَحکامِ شریعت کا مدار:

اللہ تعالیٰ نے حج کے علاوہ بعض شرعی احکامات کا مدار چاند پر رکھا ہے۔ جیسے:

✪ اَحکامِ عاشوراء (نویں اور دسویں یا پھر دسویں اور گیارہویں محرم کا روزہ رکھنا اور

دسویں محرم کو اپنے اہل وعیال پر وسعت کے ساتھ خرچ کرنا)

- شبِ براءت (پندرھویں شعبان)
- رمضان کے روزے
- لیلۃ القدر (رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتیں)
- لیلۃ الجائزۃ (شبِ عید)
- یومِ عرفہ (نویں ذوالحج) کا روزہ
- عیدین (عید الفطر، عید الاضحیٰ)
- تکبیراتِ تشریق (9 ذوالحج نماز فجر تا 13 ذوالحج نماز عصر)
- قربانی (دس، گیارہ اور بارہ ذوالحج)
- ایامِ بیض کے روزے (ہر قمری ماہ کے تین دن: 13، 14، 15)
- روزہ توڑنے کا کفارہ (مسلسل بلا تعطل دو قمری ماہ کے روزے)
- زکوٰۃ (ایک قمری سال)
- اشہر حُرم (تقدس وحرمت والے چار مہینے رجب، ذوالقعدہ، ذوالحج اور محرم)
- مدتِ رَضاعت (دو قمری سال)
- وہ طلاق یافتہ جو حاملہ نہ ہو، حیض بھی نہ آتا ہو اس کی عدت (تین قمری ماہ)
- وہ غیر حاملہ خاتون جس کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت (چار ماہ دس دن)

نوٹ: عدت اگر کسی قمری مہینے کی یکم کو شروع ہوتی ہے پھر اس کا حساب مہینوں سے لگایا جائے گا ورنہ گنتی کو پورا کیا جائے گا۔ مطلقہ مذکورہ کے لیے 90 دن جبکہ جس عورت جس کا خاوند فوت ہو جائے اس کے لیے 130 کی گنتی کو پورا کیا جائے گا۔

چاند کو گرہن لگنا:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ... فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ مِنْ آيَاتِ اللهِ وَإِنَّهُمَا لاَ يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَكَبِّرُوا وَادْعُوا اللهَ وَصَلُّوا وَتَصَدَّقُوا.

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2044

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا ... اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں ان کو کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا جب تم انہیں (اس حالت میں) دیکھو تو اللہ کی بڑائی بیان کرو، اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو، نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔

ستارے آسمان کے لیے باعث زینت:

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ٍ الْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾

سورۃ الصافات، رقم الآیۃ: 6

ترجمہ: بے شک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی خوبصورتی سے مزین کیا۔

ستاروں کے تین بنیادی مقاصد:

قَالَ قَتَادَةُ رَحِمَهُ اللهُ [وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ] خَلَقَ هَذِهِ النُّجُومَ لِثَلَاثٍ: جَعَلَهَا زِينَةً لِلسَّمَاءِ وَرُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ وَعَلَامَاتٍ يُهْتَدَى بِهَا فَمَنْ تَأَوَّلَ فِيهَا بِغَيْرِ ذَلِكَ أَخْطَأَ وَأَضَاعَ نَصِيبَهُ وَتَكَلَّفَ مَا لَا عِلْمَ لَهُ بِهِ۔

صحیح البخاری، باب فی النجوم

ترجمہ: حضرت قتادہ رحمہ اللہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو تین بنیادی مقاصد کے لیے تخلیق فرمایا ہے: آسمان کی خوبصورتی کے لیے، سرکش شیاطین کو مار بھگانے کے لیے اور راستے معلوم کرنے کے لیے۔ جو شخص

ان تین مقاصد کے علاوہ ستاروں کے بارے میں ان سے ہٹ کر نظریہ رکھے تو وہ اس بارے میں غلطی پر ہے۔ اس نے اپنی زندگی کے ایک حصے کو اس میں ضائع کر دیا ہے اور ان باتوں میں بھٹکتا رہا جس کا اس کو کچھ بھی علم نہیں۔

ستارے سرکش شیاطین کو مارے جاتے ہیں:

وَ حِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿۷﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾

سورۃ الصافات، رقم الآیۃ: 7 تا 10

ترجمہ: (ان ستاروں کو) ہر سرکش شیطان سے حفاظت کا ذریعہ بنایا۔ وہ اوپر کے جہان کی باتیں نہیں سن سکتے اور ان پر ہر طرف (جس طرف سے بھی جانے کی کوشش کرتے ہیں) سے مار پڑتی ہے، انہیں دھکے دیے جاتے ہیں اور ان کو آخرت میں دائمی عذاب ہو گا۔ ہاں اگر کوئی شیطان اوپر کے جہان کی کوئی بات سن بھی لے تو (نیچے زمین تک لانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ) ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ جاتا ہے (اور اسے جلا کر بھسم کر دیتا ہے)۔

ستاروں کو دیکھ کر راستہ (سمت) معلوم کرنا:

وَ عَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

سورۃ النحل، رقم الآیۃ: 16

ترجمہ: اور (راستوں کی پہچان کے لیے) بہت سی علامات بنائیں اور ستاروں سے بھی لوگ راستے (سمت) معلوم کرتے ہیں۔

معاشرے میں چند ایسی جہالتیں رائج ہیں جو سراسر ایمان کی کمزوری اور بداعتقادی پر مبنی ہیں۔ ان سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔

علمِ کہانت / عِرَافَۃ:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أُمُورًا كُنَّا نَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنَّا نَأْتِي الْكُهَّانَ قَالَ فَلَا تَأْتُوا الْكُهَّانَ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:4133

ترجمہ: حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کچھ باتیں ایسی ہیں جو ہم جاہلیت (قبل از اسلام) کے زمانے میں کیا کرتے تھے۔ ایک یہ بھی ہے کہ ہم کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کاہنوں کے پاس نہ جایا کرو۔

کاہنوں کی باتوں کی حقیقت:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الْكُهَّانَ كَانُوا يُحَدِّثُونَنَا بِالشَّيْءِ فَنَجِدُهُ حَقًّا قَالَ تِلْكَ الْكَلِمَةُ الْحَقُّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقْذِفُهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ وَيَزِيدُ فِيهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:4134

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بعض اوقات کاہن ایسی باتیں بتاتے ہیں جو درست ثابت ہو جاتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ درست بات جنوں کی طرف سے ہوتی ہے جسے وہ کاہن کے کانوں میں ڈالتے ہیں اور وہ کاہن اس میں سو (بکثرت) جھوٹ ملا لیتے ہیں۔

فائدہ: سرکش جنات جن لوگوں کو فرشتوں سے سنی ہوئی بعض باتیں بتلاتے ہیں انہیں "کاہن" کہا جاتا ہے۔ جس کا یہی پیشہ ہو کہ جنات سے سنی ہوئی باتوں کو لوگوں میں غیب دانی کے دعویٰ کے ساتھ پیش کرے اسے "کہانت" کہتے ہیں۔

عرّاف (نجومی) کے پاس جانے والے کی نماز قبول نہیں:

عَنْ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 4137

ترجمہ: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بعض ازواج مطہرات کے حوالے سے نقل کرتی ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عراف (نجومی) کے پاس آیا تاکہ اس سے اپنے حالات معلوم کرے تو ایسے بندے کی نماز چالیس دنوں تک قبول نہیں ہوتی۔

اس کا حکم یہ ہے کہ کاہن کے پاس جانا اور اس کی بتائی ہوئی باتوں پر اعتقاد رکھنا حرام ہے۔ البتہ کاہن کے پاس محض اس لیے جانا کہ اس کا مکر و فریب، اس کی گمراہی اور اس کے طریقہ واردات کی مکمل معلومات حاصل کر کے لوگوں کو اس سے گمراہی سے مطلع کرے تو اس کی گنجائش ہے۔ لیکن یہ کام صرف وہ لوگ کریں جو مضبوط اعتقاد رکھتے ہوں۔ ضُعف الاعتقادی کے شکار بے چارے عوام اس غرض کے لیے بھی کاہن کے پاس نہ جائیں کہیں یہ خود ہی ان کے فریب کا شکار نہ ہو جائیں۔

بدفالی:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ: كُنَّا نَتَطَيَّرُ قَالَ ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُهُ أَحَدُكُمْ فِي نَفْسِهِ فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 4133

ترجمہ: حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم بدفالی بھی لیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ بدفالی محض تمہارے دل کا ایک وسوسہ ہے تم اس کے پیچھے نہ پڑو۔ (یعنی اس کے ہر حال میں درست ہونے کا اعتقاد نہ رکھو) اس کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز نہیں۔

فائدہ: نیک فالی کی شریعت میں اجازت ہے۔

قرآنی فال:

بعض لوگ قرآن کریم سے فال نکالتے ہیں اور طریقہ یہ اختیار کرتے ہیں کہ قرآن کریم کا کوئی بھی صفحہ کھولتے ہیں اور سب سے پہلے لفظ کا ترجمہ سے اپنے کام کے کرنے یا نہ کرنے، صحیح یا غلط، جائز یا ناجائز ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ قرآن کریم کو اس مقصد میں استعمال کرنا اور اس طریقے کو انسانی زندگی کے واقعات و حالات میں معتبر ماننا خود قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔

نوٹ: آج کل قرآن کریم کے بعض ناشرین قرآنی فالنامہ کے نام سے قرآن کریم کے ابتدائی یا آخری صفحات میں چند اشارات، فال نکالنے اور فال سمجھنے کا طریقہ بھی شائع کر رہے ہیں۔ ان کا یہ اقدام کسی صورت جائز نہیں۔

علم رمل:

ایک صفحے وغیرہ پر چند خانوں کا ایک زائچہ بنایا جاتا ہے جس کے ذریعے مستقبل میں آنے والے حالات و واقعات کے متعلق پیش گوئیاں کی جاتی ہیں اور رَمَّال (علم رمل کے ماہرین) اس بارے غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اس کا حکم یہ ہے کہ ان باتوں کو قطعی ماننا اور ان کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھنا حرام ہے۔

علم جفر:

چاند کی 28 منزلوں کے مطابق عربی زبان کے حروف تہجی میں ہر ہر حرف کو

ایک ایک منزل کے لیے مقرر کیا گیا اور پھر ہر حرف کی تاثیر متعین کی گئی ہے اور اسے انسانی قسمت پر اثر انداز مانا گیا ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس علم کے نتائج کو قطعی ماننا اور ان کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھنا حرام ہے۔

دست شناس/پامسٹ:

ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھ کر خوشی و غمی، شادی، موت، اولاد، نوکری، ملازمت، کاروبار وغیرہ کی اطلاع دی جاتی ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ ان باتوں کو قطعی ماننا اور ان کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھنا حرام ہے۔

پتھر پہننا:

بعض لوگ پتھروں میں ایسی تاثیر مانتے ہیں کہ انسانی زندگی میں خوشی غمی، دکھ سکھ وغیرہ میں اسے ذاتی طور پر موثر مانتے ہیں۔

اس کا حکم یہ ہے کہ مذکورہ اعتقاد کے مطابق پتھر پہننا حرام ہے۔

جنتری:

بعض لوگ ایسی مخصوص جنتریوں سے بھی اپنے حالات و واقعات کی آگاہی کی کوشش کرتے ہیں جن میں ستاروں اور برجوں کی مدد سے سال کے اندر ہونے والے اہم اہم واقعات اور حادثات کے متعلق پیش گوئیاں درج ہوتی ہیں۔ پھر ان پر اعتقاد رکھتے ہیں۔

اس کا حکم یہ ہے کہ ان باتوں کو قطعی ماننا اور ان کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھنا حرام ہے۔

برجوں کی دنیا:

بعض لوگ تاریخ پیدائش یا نام کے پہلے حرف کو درج ذیل بارہ برجوں میں سے کسی سے ملاتے ہیں اور اسی کے مطابق حالات وواقعات کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

حمل (Aries)	ثور (Taurus)	جوزا (Gemini)	سرطان (Cancer)
اسد (Leo)	سنبلہ (Virgo)	میزان (Libra)	عقرب (Scorpio)
قوس (Sagittarius)	جدی (Capricorn)	دلو (Aquarius)	حوت (Pisces)

اس کو مختلف ناموں سے رواج دیا گیا ہے۔ مثلاً: ستارے کیا کہتے ہیں؟ آپ کا دن کیسے گزرے گا؟ آپ کا ہفتہ کیسے گزرے گا؟

اس کا حکم یہ ہے کہ اس علم کے نتائج کو قطعی ماننا اور اعتقاد رکھنا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

[signature]

پیر، 18 جنوری، 2021ء

جاہلانہ رسوم سے بچیں (حصہ سوم)

اللہ تعالیٰ نے اس فانی دنیا کا نظام یہ بنایا ہے کہ اس میں جو بھی آتا ہے اس نے جانا ہے۔ ہم سے پہلے لوگ آئے اور مقررہ دن گزار کر چلے گئے ہم بھی ایک دن یہ دنیا چھوڑ کر چل پڑیں گے اور ہمارے بعد آنے والے لوگ بھی بالآخر وفات پا جائیں گے۔

فوت شدگان کے دس حقوق:

اسلام جیسے جینے سے متعلق تعلیمات ذکر کرتا ہے ایسے ہی مرنے کے متعلق بھی احکام ذکر کرتا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں ورثاء اور دیگر پسماندگان کو جن شرعی احکامات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ بنیادی طور پر یہ ہیں کہ جانے والوں کے لیے:

1. دعائے مغفرت کی جائے۔
2. ان کے ذمہ جو حقوق اللہ (فرائض/واجبات) ہیں ان کو پورا کیا جائے۔
3. ان کے ذمہ جو حقوق العباد (لین دین) ہیں ان کو ادا کیا جائے۔
4. ان کے ترکے کو اسلامی قوانین کے مطابق تقسیم کیا جائے۔
5. ان کی تکفین و تدفین کے مراحل کو ادا کیا جائے۔
6. اگر ان کی وصیت موجود ہو تو شرعی اصولوں کی روشنی میں پورا کیا جائے۔
7. ان کی نمازِ جنازہ مسنون طریقے سے ادا کی جائے۔
8. ان کے حق میں کلماتِ خیر کہے جائیں۔
9. اور ان کے لیے ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا جائے۔
10. ان کی طرف سے کوئی زیادتی وغیرہ ہو گئی ہو تو اسے معاف کر دیا جائے۔

حدیث مبارک میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کی جن چار برائیوں کو ذکر فرمایا ہے ان میں ایک مرنے والے پر نوحہ (بے صبری کی وجہ

سے چیخ چیخ کر رونا چلانا) بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ اس میں ہمیشہ مبتلا رہیں گے جہالت کی وجہ سے اس کو نہیں چھوڑیں گے۔

نوحہ کی شرعی ممانعت:

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ.

سنن ابی داود، رقم الحدیث:3129

ترجمہ: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (تمام اہل اسلام کو) نوحہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

نوحہ کرنا اسلام کی تعلیم نہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:1297

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے شخص کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں جو مصیبت کے وقت رخساروں کو پیٹے، گریبان چاک کرے اور (میت وغیرہ پر) زمانہ جاہلیت کی طرح زور زور سے آوازیں نکالے (یعنی نوحہ کرے)۔

نوحہ کرنے والوں سے اللہ کے نبی ﷺ کی اظہارِ بیزاری:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَأَبِي بُرْدَةَ قَالَا أُغْمِيَ عَلٰى أَبِي مُوسٰى وَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ أُمُّ عَبْدِ اللهِ تَصِيحُ بِرَنَّةٍ قَالَا ثُمَّ أَفَاقَ قَالَ أَلَمْ تَعْلَمِي وَكَانَ يُحَدِّثُهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا بَرِيءٌ مِمَّنْ حَلَقَ وَسَلَقَ وَخَرَقَ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:150

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن یزید اور ابوبردہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے تو آپ کی اہلیہ چلا چلا کر رونے لگی۔ جب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا تو انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ کیا آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں ہر اس شخص سے بیزار (لاتعلق) ہوں جو مصیبت وحادثہ وغیرہ کے وقت سر کے بال منڈائے، چلا چلا کر روئے (نوحہ کرے) اور اپنے کپڑوں کو پھاڑے۔

نوحہ سننے / کرنے والی پر لعنت:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ.

سنن ابی داود، رقم الحدیث:3130

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت پر لعنت فرمائی ہے جو خود نوحہ کرنے والی یا اسے سننے والی (یعنی نوحہ کو پسند کرنے والی) ہو۔

نوحہ کا عذاب:

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُونَهُنَّ: ...وَالنِّيَاحَةُ وَقَالَ: النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:2116

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بعض لوگوں میں جاہلیت کی چار باتیں پائی جائیں گی

جن کو وہ نہیں چھوڑیں گے۔ ان میں ایک نوحہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر نوحہ کرنے والی مرنے سے پہلے اس برائی سے توبہ نہیں کرے گی تو قیامت والے دن وہ اس حالت میں ہوگی کہ اس کے جسم پر تار کول اور خارش کا لباس ہوگا۔

نوحہ اور چلائے بغیر رونا ممنوع نہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ سَلَمَةَ بْنَ الْأَزْرَقِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَاتَ مَيِّتٌ مِنْ آلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَمَعَ النِّسَاءُ يَبْكِينَ عَلَيْهِ فَقَامَ عُمَرُ يَنْهَاهُنَّ وَيَطْرُدُهُنَّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُنَّ يَا عُمَرُ فَإِنَّ الْعَيْنَ دَامِعَةٌ وَالْقَلْبَ مُصَابٌ وَالْعَهْدَ قَرِيبٌ۔

سنن النسائی، رقم الحدیث:1836

ترجمہ: حضرت محمد بن عمرو بن عطاء سے مروی ہے کہ سلمہ بن ازرق کہتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے کسی (غالباً حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتقال ہوا تو عورتیں جمع ہوئیں اور حضرت زینب پر رونے لگیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حضرت زینب کی قریبی رشتہ دار عورتوں کو رونے سے) منع کیا اور (اجنبیوں کو بھگانے کے لیے) سخت طریقے سے ڈانٹنا شروع کیا۔ اس موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! ان عورتوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو کیونکہ آنکھیں رو رہی ہیں، دل مصیبت زدہ ہیں اور موت ابھی ابھی آئی ہے۔

فائدہ: یہ خواتین چلا چلا کر نہیں رو رہی تھیں یعنی نوحہ جو اسلام میں ممنوع ہے وہ نہیں کر رہی تھیں بلکہ جدائی پر صدمے کی وجہ سے معمولی آواز میں رو رہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس احتیاط کے پیش نظر کہ کہیں زیادہ بلند آواز میں رونا (نوحہ کرنا) شروع نہ کر دیں اس لیے انہیں روکا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے روکا کہ موت کے شدید صدمے کے وقت اظہار رنج و غم کی اتنی اجازت ممنوع نہیں ہے۔

اولاد کے انتقال پر صبر کا اجر:

عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا مَاتَ وَلَدُ العَبْدِ قَالَ اللهُ لِمَلَائِكَتِهِ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ، فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: مَاذَا قَالَ عَبْدِي؟ فَيَقُولُونَ: حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ فَيَقُولُ اللهُ: ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي الجَنَّةِ، وَسَمُّوهُ بَيْتَ الحَمْدِ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:1021

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص کی اولاد فوت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ (روح قبض کرنے والے) فرشتوں سے فرماتے ہیں: تم نے میرے (فلاں) بندے کی اولاد کی روح قبض کرلی؟ وہ عرض کرتے ہیں: جی ہاں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تم نے اس کے لخت جگر کی روح قبض کی؟ وہ عرض کرتے ہیں: جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ میرے بندے نے (اپنی فوت ہونے والی اولاد پر میرے بارے میں) کیا کہا؟ وہ عرض کرتے ہیں: اس نے (ناشکری کے کلمات نہیں کہے بلکہ صدمے کے اس موقع پر بھی) آپ کی حمد کی اور (وہ کام کیا جس کا آپ نے اسے حکم دیا یعنی) اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (میرا بندہ میرے فیصلے پر راضی رہا، صبر کیا اور وہی کیا جس کا میں نے اسے حکم دیا تھا اس لیے) تم اس کے لیے جنت میں ایک (عظیم الشان) محل تعمیر کرو اور اس (محل) کا نام بیت الحمد رکھو۔

فوت ہونے والی نابالغ اولاد... جنت کی چڑیاں:

عَنْ أَبِي حَسَّانَ قَالَ: تُوُفِّيَ ابْنَانِ لِي. فَقُلْتُ لِأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا تُحَدِّثُنَاهُ يُطَيِّبُ بِأَنْفُسِنَا عَنْ مَوْتَانَا؟ قَالَ: نَعَمْ. صِغَارُهُمْ دَعَامِيصُ الْجَنَّةِ يَلْقَى أَحَدُهُمْ أَبَاهُ - أَوْ قَالَ: أَبَوَيْهِ - فَيَأْخُذُ بِنَاحِيَةِ ثَوْبِهِ - أَوْ يَدِهِ - كَمَا آخُذُ بِصَنِفَةِ ثَوْبِكَ هَذَا، فَلَا يُفَارِقُهُ حَتَّى يُدْخِلَهُ اللّٰهُ وَأَبَاهُ الْجَنَّةَ.

مسند احمد، رقم الحدیث: 10331

ترجمہ: حضرت ابو حسان رحمہ اللہ کے دو بیٹے فوت ہوگئے تو انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ نے (اس طرح کے صدمے کے وقت تسلی کے لیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان سنا ہو تو ہمیں بھی سنا دیں تاکہ ہمیں تسلی ملے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں میں نے اس بارے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا ہے کہ اہل ایمان کے وہ بچے جو کم عمری میں فوت ہو جائیں وہ جنت کی چڑیاں ہیں (قیامت کے دن) ان بچوں میں سے جو اپنے باپ / والدین سے ملے گا تو اس کے دامن / ہاتھ کو پکڑ لے گا جیسا کہ میں نے آپ کے اس کپڑے کے کنارے کو پکڑا ہوا ہے۔ وہ بچہ اس وقت تک اپنے والد سے جدا نہیں ہو گا جب تک اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے والد کو جنت میں داخل نہ فرما دیں۔

جس کی تین نابالغ اولاد فوت ہو جائیں:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُسْلِمٍ يُتَوَفَّى لَهُ ثَلَاثٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 1248

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان بچوں پر اپنے فضل سے رحمت فرماتے ہوئے ان کے والدین کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔

نابالغ اولاد جنت کے دروازے پر:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ بِابْنِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ: أَتُحِبُّهُ؟ قَالَ: أَحَبَّكَ اللّٰهُ كَمَا أُحِبُّهُ، فَتُوُفِّيَ الصَّبِيُّ فَفَقَدَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَيْنَ فُلَانٌ؟ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، تُوُفِّيَ ابْنُهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا تَرْضَى أَلَّا تَأْتِيَ بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ إِلَّا جَاءَ يَسْعَى حَتَّى يَفْتَحَهُ لَكَ؟ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَهُ وَحْدَهُ أَمْ لِكُلِّنَا؟ قَالَ: لَا ۔ بَلْ لِكُلِّكُمْ.

مسند ابن الجعد، رقم الحدیث: 1075

ترجمہ: حضرت معاویہ بن قرۃ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے بیٹے کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: کیا آپ اپنے بیٹے سے محبت کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ سے محبت فرمائے جیسے میں اس سے محبت کرتا ہوں (یعنی بے حد محبت کرتا ہوں) اس کے کچھ دن بعد وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کہیں دکھائی نہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں ہماری مجلس میں نظر نہیں آ رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس شخص کا بیٹا فوت ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہیں اس بات سے خوشی ہو گی کہ جب تم جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے

سے داخل ہونا چاہو گے تو وہ بچہ اسی دروازے سے دوڑتا ہوا آئے گا اور تمہارے لیے جنت کا دروازہ کھولے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ فضیلت صرف اسی شخص کے لیے ہے یا سب کے لیے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سب کے لیے یہی فضیلت ہے۔

تسلی دینے والے کا اجر:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَزّٰى مُصَابًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 1602

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مصیبت زدہ شخص کو تسلی دیتا ہے تو اس کے لیے بھی اتنا اجر ہوتا ہے جتنا مصیبت پر صبر کرنے والے کو ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

پیر، 25 جنوری، 2021ء

تاجدار صداقت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے محب، محبوب، پہلے صحابی، مزاج شناس، سفر و حضر کے خادم، عکس کامل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر، یار غار، جانشین و خلیفہ، نائب اور وارث، یار مزار اور رفیق جنت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مبارک تذکرہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔

پہلے صحابی:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ بِرَسُولِ اللهِ خَدِيجَةُ وَأَوَّلَ رَجُلَيْنِ أَسْلَمَا أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَعَلِيٌّ، وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ أَوَّلُ مَنْ أَظْهَرَ إِسْلَامَه۔

فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل، رقم الحدیث:268

ترجمہ: حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس امت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے مومن (خواتین میں سے) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور مردوں میں سے حضرت ابو بکر اور علی رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کا اعلان سب سے پہلے کیا۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا خراج تحسین:

عَنِ الشَّعْبِيِّ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مَنْ أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ؟ قَالَ: أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَا سَمِعْتَ قَوْلَ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ:

إِذَا تَذَكَّرْتَ شَجْوًا مِنْ أَخِي ثِقَةٍ

فَاذْكُرْ أَخَاكَ أَبَا بَكْرٍ بِمَا فَعَلَا

خَيْرَ الْبَرِيَّةِ أَتْقَاهَا وَأَعْدَلَهَا
بَعْدَ النَّبِيِّ وَأَوْلَاهَا بِمَا حَمَلَا
الثَّانِي التَّالِي الْمَحْمُودُ مَشْهَدُهُ
وَأَوَّلُ النَّاسِ مِنْهُمْ صَدَّقَ الرُّسُلَا

الشریعۃ للآجری، رقم الحدیث: 1245

ترجمہ: امام شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ (آزاد مَردوں میں سے) سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ راوی (امام شعبی رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ نے اس بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا فرمان نہیں سنا! حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے شعر کا مفہوم یہ ہے: اے مخاطب! جب کسی قابل اعتماد بھائی کے حسن اخلاق کا تذکرہ کرو، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قابل قدر کاموں کی وجہ سے انہیں ضرور یاد کرو۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام مخلوق سے بہتر، سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے، عدل و انصاف کرنے اور اپنے فرائض منصبی کو صحیح طور پر ادا کرنے والے ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ (قرآنی آیت ثانی اثنین کی تفسیر کے مطابق) دوسرے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار ہیں، مجلس و محفل میں ان کی موجودگی کو پسند کیا جاتا ہے، وہ (مردوں میں سے) پہلے انسان ہیں جنہوں نے سب رسولوں کی (صدق دل سے) تصدیق کی۔

آپ کا لقب "صدیق":

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيلَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ: إِنَّ قَوْمِي لَا يُصَدِّقُونِي. فَقَالَ لَهُ جِبْرِيلُ:

يُصَدِّقُكَ أَبُو بَكْرٍ وَهُوَ الصِّدِّيقُ۔

المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: 7173

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج والی رات جبرئیل امین علیہ السلام سے فرمایا: میری قوم اس واقعہ معراج کی تصدیق نہیں کرے گی۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ سے عرض کی، ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کی تصدیق کریں گے کیونکہ وہ "صدیق" ہیں۔

صدیق کی تصدیق:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى أَصْبَحَ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِذٰلِكَ فَارْتَدَّ نَاسٌ فَمَنْ كَانَ آمَنُوا بِهِ وَصَدَّقُوهُ۔ وَسَعَوْا بِذٰلِكَ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالُوا: هَلْ لَّكَ إِلٰى صَاحِبِكَ يَزْعُمُ أَنَّهُ أُسْرِيَ بِهِ اللَّيْلَةَ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ: أَوَ قَالَ ذٰلِكَ قَالُوا نَعَمْ قَالَ: لَئِنْ كَانَ قَالَ ذٰلِكَ لَقَدْ صَدَقَ قَالُوا: أَوَ تُصَدِّقُهُ أَنَّهُ ذَهَبَ اللَّيْلَةَ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَجَاءَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ قَالَ: نَعَمْ، إِنِّي لَأُصَدِّقُهُ فِيمَا هُوَ أَبْعَدُ مِنْ ذٰلِكَ أُصَدِّقُهُ بِخَبَرِ السَّمَاءِ فِي غَدْوَةٍ أَوْ رَوْحَةٍ فَلِذٰلِكَ سُمِّيَ أَبُو بَكْرِنِ الصِّدِّيقُ۔

المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث: 4407

ترجمہ: صدیقہ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی۔ دوسرے دن صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے لوگوں کو بتلایا کچھ لوگ منکر بن کر مرتد ہو گئے جو بظاہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر تصدیق کر چکے تھے۔ وہ بھاگتے بھاگتے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: آپ کے دوست (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ گمان کرتے ہیں کہ انہیں آج رات بیت المقدس تک سیر کرائی گئی ہے کیا

آپ اپنے دوست کی تصدیق کرتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ کیا واقعتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو یقیناً سچ فرمایا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ رات بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے واپس آگئے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی بالکل! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اس خبر کے بارے میں بھی کرتا ہوں جو اس سے زیادہ بظاہر بعید از عقل ہے۔ میں تو صبح و شام آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کی تصدیق کرتا ہوں۔ اسی سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لقب "صدیق" مشہور ہو گیا۔

لقب "صدیق" آسمان سے نازل ہوا:

عَنْ أَبِي يَحْيَى حُكَيْمِ بْنِ سَعْدٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَحْلِفُ: لَلّٰهُ أَنْزَلَ اسْمَ أَبِي بَكْرٍ مِنَ السَّمَاءِ الصِّدِّيقَ۔

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: 14

ترجمہ: حضرت حُکیم بن سعد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو اللہ کی قسم اٹھا کر یہ بات کہتے ہوئے سنا کہ ابو بکر کا لقب "صدیق" آسمان سے اتارا گیا ہے۔

آپ کا لقب "عتیق":

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلٰى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَنْتَ عَتِيقُ اللهِ مِنَ النَّارِ۔ فَيَوْمَئِذٍ سُمِّيَ عَتِيقًا۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 3679

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے ابو بکر !) آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ سے آزاد (محفوظ) ہو چنانچہ اسی دن سے آپ رضی اللہ عنہ کا نام (لقب) عتیق پڑ گیا۔

نبی پاک ﷺ کے وزیر:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا لَهُ وَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ وَوَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ وَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:3680

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کے آسمان والوں میں سے دو وزیر اور زمین والوں میں سے دو وزیر نہ ہوں۔ میرے لیے آسمان والوں سے دو وزیر جبرئیل و میکائیل ہیں اور زمین والوں سے وزیر ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔

نبی پاک ﷺ کے سمع وبصر:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ: هَذَانِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:3671

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن حنطب رحمہ اللہ سے (مرسلاً) مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ دونوں (میرے لیے) کان اور آنکھیں ہیں (یعنی معتمد خاص ہیں)۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہترین انسان:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ

رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3671

ترجمہ: محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے اپنے والد (علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ) سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر انسان کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ، میں نے پھر پوچھا کہ ان کے بعد کون ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ عمر رضی اللہ عنہ۔

مزاج شناس نبوت:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ وَقَالَ إِنَّ اللهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ ذَلِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللهِ قَالَ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ فَعَجِبْنَا لِبُكَائِهِ أَنْ يُخْبِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خُيِّرَ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيَّرَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3654

ترجمہ: حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور جو اللہ کے پاس ہے اس کا اختیار دیا ہے، اس بندے نے اپنے اختیار سے اسے پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے۔ (راوی کہتے ہیں) یہ بات سن کر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے، ہم نے ان کے رونے پر تعجب کیا! کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندے کا حال بیان فرمارہے ہیں کہ اُسے اختیار دیا گیا اس میں رونے والی کیا بات ہو سکتی ہے؟ (اس بات کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بندے کی بات کی ہے) اس سے مراد خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یعنی جدائی کا

وقت قریب آچکا ہے، اس لیے رو پڑے) راوی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔

مصلیٰ رسول ﷺ کے وارث:

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:679

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوصال میں فرمایا: ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی ابو بکر رضی اللہ عنہ (آپ کے مصلّے پر آپ کو نہ دیکھ پائیں گے تو بہت دکھی ہوں گے اور جب وہ) آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو زیادہ رونے کی وجہ سے لوگوں کو کچھ سنائی نہیں دے گا۔ اس لیے آپ عمر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمائیں وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سیدہ فرماتی ہیں کہ میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی بات کریں جو میں نے عرض کی ہے۔ انہوں نے یہی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکو! تم صواحب یوسف (علیہ السلام) کی طرح ہو (نماز کی امامت کے لیے عمر رضی اللہ عنہ سے نہ کہو بلکہ) ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو

(میری طرف سے حکماً) کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

منصب امامت کی سرفرازی:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَنْبَغِي لِقَوْمٍ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 3673

ترجمہ: ام المومنین صدیقہ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے ہوتے ہوئے کسی قوم کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنا امام ان کے علاوہ کسی اور کو بنائیں۔

امت صدیق کے حوالے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَتَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ قَالَتْ أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تَقُولُ الْمَوْتَ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3659

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد میں آنا۔ اس نے کہا کہ اگر بعد میں آؤں اور آپ کو موجود نہ پاؤں تو؟ یعنی آپ دنیا چھوڑ چکے ہوں تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس چلی آنا۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی محبت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 02 فروری، 2021ء

توکّل علی اللہ

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذات پر کامل توکل نصیب فرمائے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے انعامات میں سے توکل بہت بڑی نعمت ہے۔

وَ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ

سورۃ الطلاق، رقم الآیۃ: 3

ترجمہ: اور جو شخص اللہ پر توکل (کامل بھروسہ) رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس (کی تمام ضروریات پوری کرنے) کے لیے کافی ہے۔

توکل کسے کہتے ہیں؟:

عَنْ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أُرْسِلُ نَاقَتِي وَأَتَوَكَّلُ؟ قَالَ: اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ۔

شعب الایمان للبیہقی: رقم الحدیث: 1159

ترجمہ: حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اپنی اونٹنی کو باندھے بغیر یونہی کھلا چھوڑ دوں اور توکل (بھروسہ) کرلوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں ایسا کرنا (اسباب کو اختیار نہ کرنا) توکل نہیں بلکہ اونٹنی کی رسی باندھو اور پھر اللہ پر بھروسہ کرو۔ (کیونکہ یہ حقیقتاً توکل ہے)۔

یہاں دو چیزیں ہیں:

1: اسباب اختیار کرنا 2: اللہ پر بھروسہ کرنا

اگر کوئی اسباب اختیار نہیں کرتا تو وہ توکل کرنے والا نہیں اور جو صرف اسباب اختیار کرتا ہے اور اللہ پر بھروسہ نہیں کرتا وہ بھی توکل کرنے والا نہیں۔

اللہ سے ہر حال میں راضی رہنا:

عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: سُئِلَ الْحَسَنُ رَحِمَهُ اللهُ عَنِ التَّوَكُّلِ فَقَالَ: الرِّضَا عَنِ اللهِ۔

کتاب التوکل علی اللہ لابن ابی الدنیا: رقم الحدیث:17

ترجمہ: حضرت عباد بن منصور رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ سے توکل کی حقیقت کے بارے سوال کیا گیا؟ آپ نے جواب دیا کہ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ سے ہر حال میں راضی رہے۔

لوگوں پر بھروسہ کرنے والے:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَقِيَ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ: مَنْ أَنْتُمْ؟ قَالُوا نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ. قَالَ: بَلْ أَنْتُمُ الْمُتَّكِلُونَ إِنَّمَا الْمُتَوَكِّلُ الَّذِي يُلْقِي حَبَّهُ فِي الْأَرْضِ وَيَتَوَكَّلُ عَلَى اللهِ۔

کتاب التوکل علی اللہ لابن ابی الدنیا: رقم الحدیث:10

ترجمہ: حضرت معاویہ بن قُرۃ رحمہ اللہ سے مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند یمنی لوگوں سے ملاقات فرمائی، آپ رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ اللہ کی ذات پر توکل کرنے والے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں تم توکل کرنے والے نہیں بلکہ دوسروں کے مال پر بھروسہ کرنے والے ہو جو خود اسباب اختیار نہیں کرتے، اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حقیقت میں توکل کرنے والا وہ شخص ہوتا ہے کہ جو اسباب اختیار کرتے ہوئے زمین میں بیج بوتا ہے اور پھر اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس سے پیداوار کی امید رکھتا ہے۔

خنجر تیز رکھ اپنا:

مولانا ظفر علی خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

توکّل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
نتیجہ اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

اس لیے اگر کبھی انسان بیمار ہو جائے تو شفایابی کے لیے دوا کے سبب کو اختیار نہ کرنا اور صرف دعا کو توکل کے طور پر کافی سمجھ لینا عام لوگوں کے لیے ہرگز درست نہیں بلکہ دوا استعمال کرنا پڑے گی، البتہ یہ بات الگ ہے کہ بعض خاص لوگوں کو یہ بلند ترین مقام بھی حاصل ہے کہ ان کی دعا ہی دوا بن جاتی ہے۔

بغیر حساب و کتاب جنت میں داخلہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 6472

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے ستر ہزار لوگ (بہت بڑی تعداد) بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جو (شرکیہ اور ناجائز جھاڑ پھونک) دم نہیں کرتے ہوں گے اور بدفالی نہیں لیتے ہوں گے۔ صرف اور صرف اپنے رب پر مکمل بھروسہ کرتے ہوں گے۔

امتِ محمدیہ کے چند اوصاف:

عَنْ حُصَيْنٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَأَخَذَ النَّبِيُّ يَمُرُّ مَعَهُ الْأُمَّةُ وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ مَعَهُ النَّفَرُ وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ مَعَهُ الْعَشَرَةُ وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ مَعَهُ الْخَمْسَةُ وَالنَّبِيُّ يَمُرُّ وَحْدَهُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ كَثِيرٌ

قُلْتُ يَا جِبْرِيلُ هَؤُلَاءِ أُمَّتِي قَالَ لَا وَلَكِنِ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ كَثِيرٌ قَالَ هَؤُلَاءِ أُمَّتُكَ وَهَؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا قُدَّامَهُمْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ قُلْتُ وَلِمَ قَالَ كَانُوا لَا يَكْتَوُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ إِلَيْهِ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ آخَرُ قَالَ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 6541

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے سامنے سابقہ امتوں کے احوال ظاہر کیے گئے۔ انبیاء کرام علیہم السلام ایک ایک کر کے اپنی امتوں کے ساتھ گزرے، ایک نبی ایسے گزرے کے ان کے ہمراہ چند امتی تھے، ایک نبی ایسے گزرے جن کے ساتھ دس (خاندان کے افراد) تھے۔ ایک نبی کے ساتھ پانچ اور ایک نبی بالکل تنہا تشریف لائے۔ میں نے دیکھا تو مجھے لوگوں کی ایک جماعت نظر آئی میں نے جبرائیل امین علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا یہی میری امت ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ آپ افق کی جانب توجہ فرمائیں۔ میں نے دیکھا تو وہ واقعتاً بہت بڑی جماعت تھی۔ مجھے جبرئیل امین علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ آپ کی امت ہے۔ ان میں سے یہ جو ستر ہزار افراد ان کے آگے ہیں ان کا حساب و کتاب نہیں ہے، میں نے اس کی وجہ پوچھی، جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا کہ یہ ستر ہزار وہ خوش نصیب لوگ ہیں جو اپنے جسموں پر داغ نہیں لگواتے، غیر شرعی دم نہیں کرتے، بدفالی نہیں لیتے اور اپنے رب پر ہی مکمل بھروسہ رکھتے ہیں۔ یہ بات سن کر حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوی میں کھڑے ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ

تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میرا شمار بھی انہی ستر ہزار لوگوں میں فرما دے جنہیں بغیر حساب و کتاب جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! عکاشہ کو انہیں لوگوں میں شامل فرما۔ اس کے بعد ایک اور شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: میرے لیے بھی دعا فرمائیں کہ میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (مجھ سے یہ دعا کرانے میں) عکاشہ تم سے یہ بازی لے گیا۔

توکل قیامت کی سختی سے بچاتا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَاسْتَمَعَ الْإِذْنَ مَتَى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ فَكَأَنَّ ذَلِكَ ثَقُلَ عَلَى أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ: قُولُوا! حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلَى اللهِ تَوَكَّلْنَا۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2431

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھلا میں کیسے خوشی مناؤں؟ قیامت کا صور پھونکنے والے فرشتے نے صور کو منہ سے لگا رکھا ہے اور وہ اللہ کے حکم کا منتظر ہے کہ کب اسے پھونکنے کا حکم دیا جائے گا تاکہ وہ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے صور پھونکے۔ اس بات کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہت اثر ہوا (فکر آخرت کا شدید غلبہ ہوا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر قیامت کی ہولناکی سے بچنا چاہتے ہو تو یوں دعا مانگا کرو: اے اللہ تو ہی ہمیں کافی ہے تو ہی ہمارے کام آنے والا ہے اے اللہ! ہم نے آپ ہی پر مکمل بھروسہ کیا۔

توکل کا پہلا درجہ:

امام سہل بن عبد اللہ تستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ توکل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے ایسے ہو جائے جس طرح غسل دینے والے کے ہاتھ میں مردہ

شخص ہوتا ہے کہ غسل دینے والا اسے جیسے چاہتا ہے الٹ پلٹ کرتا ہے اور مردہ اس کے سامنے چُوں چرا نہیں کرتا۔

انہیں گھر سے نکال دو...:

امام عبدالکریم قشیری رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 465ھ) نے الرسالۃ القشیریۃ میں امام ابو بکر الشبلی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ لکھا ہے: ”ایک شخص ان کے پاس آیا اور اپنے کم آمدن والے بڑے کنبے کی شکایت کی تو امام شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ گھر جاؤ اور گھر سے ان تمام لوگوں کو نکال دو جن کا رزق اللہ تعالیٰ نے بطور فضل اپنے ذمہ نہیں لیا۔“

توکل حاصل کرنے کی دعا:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ-يَعْنِي-إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ بِسْمِ اللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ يُقَالُ لَهُ كُفِيتَ وَوُقِيتَ وَتَنَحَّى عَنْهُ الشَّيْطَانُ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:3426

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص گھر سے نکلتے ہوئے یہ دعا مانگے: بِسْمِ اللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ۔ تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس سے کہا جاتا ہے کہ واقعی تو نے ہدایت حاصل کر لی، تیری کفالت کر دی گئی، ہر شر سے تجھے بچا لیا گیا اور مزید یہ کہ شیطان اس سے دور ہٹ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توکل نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 08 فروری، 2021ء

مکان ایک نعمت خداوندی

اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ عزت سے رہنے کے لیے مکان جیسی نعمت عطا فرمائی ہے جس سے تمام گھر والے بہت سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔

مکان... اللہ کا احسان:

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ يَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾

سورۃ النحل، رقم الآیۃ:80

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے کے لیے تمہارے گھروں کو سکون کی جگہ بنایا اور تمہارے لیے جانوروں کی کھالوں سے (تیار ہونے والے ایسے)گھر (چمڑے کے خیمے) بنائے جو تمہیں سفر میں جاتے وقت اور دوران سفر کہیں پڑاؤ ڈالتے وقت ہلکے پھلکے محسوس ہوتے ہیں اور جانوروں کی اُون، ان کی رُویں اور جانوروں کے بالوں سے گھریلو سامان کی دیرپا چیزیں بنائیں جو ایک مدت تک تمہارے کام آتی رہتی ہیں۔

مکان کو حرام کمائی اور حرام کاموں سے بچائیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِتَّقُوا الْحَرَامَ فِي الْبُنْيَانِ فَإِنَّهُ أَسَاسُ الْخَرَابِ۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث:10237

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکان (کی تعمیر اور استعمال) میں حرام (کمائی اور حرام کاموں) سے بچو کیونکہ یہی چیزیں اس کی ویرانی کی بنیاد ہیں۔

مکان کی بربادی کی دو صورتیں:

امام شرف الدین حسین بن عبداللہ طیبی رحمہ اللہ (م: 743ھ) مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

احترزوا إنفاق مال الحرام فی البنیان فإنه أساس لخراب الدین أو یکون المعنی: اتقوا ارتکاب الحرام فی البنیان فإنه أساس الخراب۔

ترجمہ: مکان کی تعمیر میں حرام مال خرچ کرنے سے بچو کیونکہ ایسے گھر میں دین کی بربادی ہوتی ہے۔ اس کا دوسرا معنی یہ بھی ہے کہ گھروں میں حرام کاموں سے بچو کیونکہ یہ چیز گھر کے بابرکت اور روحانی ماحول کو تباہ کر دیتی ہے۔

مکان سے نکلتے وقت کی اسلامی تعلیمات:

1: پہلا ادب یہ ہے کہ گھر سے نکلنے سے پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھ لی جائے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا خَرَجْتَ مِنْ مَنْزِلِكَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ۔

مسند بزار، رقم الحدیث: 8567

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے امتیو! جب اپنے گھروں سے نکلنے لگو تو اس سے پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھ لیا کرو۔

2: دوسرا ادب یہ ہے کہ گھر سے نکلتے وقت یہ دعا مانگنی چاہیے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا خَرَجَ الرَّجُلُ مِنْ بَيْتِهِ فَقَالَ بِسْمِ اللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ۔

سنن أبی داؤد، رقم الحدیث: 5095

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ اپنے گھر سے نکلتے وقت یہ دعا مانگتا ہے: اللہ کے نام کے ساتھ (اپنے گھر سے نکلتا ہوں) اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں، اللہ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں جو گناہوں سے میری حفاظت اور نیکی کی طاقت دے سکے (تو اس دعا مانگنے والے کو سفر کی تمام پریشانیوں سے نجات دے دی جاتی ہے)۔

3: تیسرا ادب یہ ہے کہ گھر سے نکلتے وقت گھر والوں کو سلام کر لیا جائے۔

عَنْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ... فَإِذَا خَرَجْتُمْ فَأَوْدِعُوا أَهْلَهُ بِسَلَامٍ۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث:8459

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:...جب گھر سے کہیں جانے لگو تو گھر والوں کو سلام کر کے جایا کرو۔

مکان میں داخل ہوتے وقت کی اسلامی تعلیمات:

1: پہلا ادب یہ ہے کہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے کھنکھار کر یا کوئی ایسی علامت کے ذریعے داخل ہوں جس سے گھر والوں کو آمد کی اطلاع ہو جائے۔

وَعَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ اسْتُحِبَّ لَهُ أَنْ يَتَنَحْنَحَ، أَوْ يُحَرِّكَ نَعْلَيْهِ۔

تفسیر القرآن العظیم المعروف بہ ابن کثیر، تحت سورۃ النور، رقم الآیۃ:27

ترجمہ: حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ اپنے گھر داخل ہونے لگے تو بہتر یہ ہے کہ وہ کھنکھار (بتکلف کھانس) لے یا قدرے زور سے اپنے پاؤں زمین پر مارے۔

2: دوسرا ادب یہ ہے گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کرے۔

عَنْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا

دَخَلْتُمْ بَيْتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهِ۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث:8459

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھروں میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کیا کرو۔

3: تیسرا ادب یہ ہے کہ گھر میں داخل ہو کر دو رکعت نفل نماز پڑھ لی جائے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَإِذَا دَخَلْتَ مَنْزِلَكَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ۔

مسند بزار، رقم الحدیث:8567

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے امتیو! (سفر سے واپسی پر) جب اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ تو (باقی کاموں سے پہلے) دو رکعت نفل نماز پڑھ لیا کرو۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے مکان کے چار درجے ذکر فرمائے ہیں۔ جو بالترتیب درج ذیل ہیں:

1…مکان بصورت رہائش:

مکان رہائش کے قابل ہو، قبرستان کی طرح ویران اور پریشان کن نہ ہو بلکہ ایسا ہو جس میں آدمی اپنے کنبہ کے ساتھ دھوپ، بارش، گرمی، سردی، اور موسم کے برے اثرات سے حفاظت کے ساتھ زندگی گزار سکے۔

2…مکان بصورت آسائش:

اللہ تعالیٰ نے سہولت عطا فرمائی ہو جس کی وجہ سے وہ اپنے قابل رہائش مکان کو آرام و آسائش کے قابل بنانا چاہتا ہے تو مکان کا دوسرا درجہ آسائش کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مکان کو آرام و راحت کے قابل بنایا جائے۔ مثلاً مکان کی چھت ٹین

کی ہے تو ایسا مکان رہائش کے قابل ضرور ہے لیکن اس میں بارش میں چھت ٹپکتی ہے اور گرمی میں تپتی ہے اس لیے آسائش اور آرام کی غرض سے چھت کو پکا بنا دیا جائے۔ یا پلاسٹر کے ذریعے اس کی دیواروں کو مزید پختہ کر دیا جائے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

بلکہ عاجز (حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ) کا خیال ناقص یہ ہے کہ اللہ نے جسے سہولت عطا کی ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنا اور اہل و عیال کے آرام کا خیال کرتے ہوئے مکان کو قابل آسائش اور پختہ ہی بنائے خواہ مخواہ تکلف سے کام نہ لے کیونکہ قرآن و حدیث میں اہل ایمان کے اتحاد کو بنیان سے تشبیہ دی ہے جس کا مطلب ہے مضبوط عمارت اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴿۴﴾

نیز ارشاد نبوی ہے: اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ یعنی ایمان والے اپنے اتفاق و اتحاد میں مضبوط عمارت اور مکان کی مانند ہیں۔ تو اس میں ایک اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ مکان پختہ اور مضبوط ہونا چاہیے اور یہ کوئی ناجائز نہیں۔ شرعاً اس کی اجازت ہے کہ مکان قابل آسائش اور مضبوط بنایا جائے۔

3...مکان بصورت آرائش:

اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سہولت وسعت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مکان کو رہائش اور آسائش سے بڑھ کر آرائش کے قابل بنائے۔ تو مکان کا تیسرا درجہ آرائش ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے مکان کو آرام و راحت کے قابل بنانے کے علاوہ مناسب طریقہ پر سجاوٹ کر کے خوبصورت بنا دیا جائے تو اس کی بھی رخصت کے درجے میں اجازت ہے۔

مثلاً ایک شخص نے اپنے رہنے کے قابل مکان تو بنا لیا لیکن اس میں پلاسٹر نہیں کیا، یا پلاسٹر بھی کیا لیکن اس میں رنگ و روغن نہیں کیا تو ایسا مکان اگرچہ قابل رہائش ہے اور اس میں فی الجملہ آسائش و آرام کا بھی انتظام ہے لیکن آرائش اور زیب و

زینت کا اہتمام نہیں اس لیے دیکھنے میں ذرا اچھا نہیں لگتا۔ اب اگر کوئی شخص اللہ کے دیے ہوئے رزقِ حلال سے اپنے دل کو خوش کرنے کے لیے فضول انہماک اور اشتغال کے بغیر فرنیچر وغیرہ کے ذریعہ مکان کو مناسب درجہ میں خوبصورت بنالے تو یہ بھی جائز ہے بلکہ قابل آرائش مکان؛ قابل آسائش مکان سے بھی بڑی نعمت ہے۔

4...مکان بصورت نمائش:

اگر اس آرائش کا مقصد نمائش اور دکھلاوا ہو تو یہ حرام ہے۔

مکان میں خیر و برکت کیسے آئے؟

1. گھر کے تمام افراد فرائض وواجبات کی مکمل پابندی کریں۔
2. گھر میں تلاوت قرآن کریم، ذکر اللہ، درود پاک اور دعاؤں کی کثرت کریں۔
3. گھر میں داخل ہوتے وقت اسلامی آداب پر عمل کریں۔
4. گھر سے نکلتے وقت اسلامی آداب پر عمل کریں۔
5. گھر کو ہر قسمی آفات سے محفوظ رکھنے کے لیے صدقات کا اہتمام کریں۔
6. گھر میں والدین اولاد، بہن بھائی، میاں بیوی اور ساس بہو پیار و محبت سے رہیں۔
7. گھر میں قطع کلامی / قطع تعلقی / نفرت اور لڑائی جھگڑا نہ کریں۔
8. گھر میں بڑوں کی عزت، چھوٹوں سے شفقت کا ماحول بنائیں۔
9. گھر سے گناہوں کے تمام اسباب ختم کریں۔
10. گھر میں شوقیہ طور پر کتا اور تصویریں نہ رکھیں۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 15 فروری، 2021ء

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کے صدقے اس امت کو جو اصحاب علم عطا فرمائے ہیں ان میں ایک نمایاں نام امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت:

آپ رحمہ اللہ کی ولادت کے زمانہ کا شمار انہی زمانوں میں ہوتا ہے جن کے خیر اور بابرکت ہونے کی گواہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ سن 80 ہجری میں ثابت بن زوطی کے گھرانے میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

ابو حنیفہ وصفی کنیت ہے، نسبی نہیں:

آپ رحمہ اللہ کی کنیت ابو حنیفہ ہے یہ کنیت نسبی نہیں بلکہ وصفی ہے جیسے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابوتراب (حضرت علی) رضی اللہ عنہ۔ چونکہ دین اسلام کا نام قرآن نے ملت حنیف بتلایا ہے اسی طرح امام اعظم نے سب سے پہلے اس دین حنیف کی تدوین فرمائی ہے اور عربی محاورہ میں ''اب'' کے معنی ہوتے ہیں والا۔ اس لئے اسلام میں آپ رحمہ اللہ کی کنیت ابو حنیفہ قرار پائی۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ اور اوصاف:

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ خوبصورت داڑھی، عمدہ کپڑے، اچھے جوتے، خوشبودار اور بھلی مجلس والے رعب دار آدمی تھے۔ آپ کی گفتگو نہایت شیریں، آواز بلند اور صاف ہوا کرتی تھی۔ کیسا ہی پیچیدہ مضمون ہو نہایت صفائی اور فصاحت سے ادا کر سکتے تھے۔ خوش لباس رہتے تھے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے بشارت نبوی:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ قرآن کریم کی درج ذیل آیت نازل ہوئی: وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر علم / دین / ایمان ثریا ستارے تک بھی پہنچ جائے تو فارس کے کچھ لوگ اسے وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بشارت دی ہے اس کا مصداق امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت اور ان سے روایت:

آپ نے 70 صحابہ کرام کا زمانہ پایا ہے۔ ان میں سے بعض سے حدیث نقل بھی کی ہے۔ امام سیوطی الشافعی رحمہ اللہ نے ان کے نام بھی درج کیے ہیں حضرت انس بن مالک، حضرت عبد اللہ بن جزء الزبیدی، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت معقل بن یسار، حضرت واثلہ بن اسقع اور حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہم۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات:

سلیمان کے دور اقتدار میں ایک دن امام صاحب رحمہ اللہ بازار جا رہے تھے۔ کوفہ کے مشہور عالم دین امام شعبی رحمہ اللہ نے آپ کو دیکھ لیا اور پوچھا: بیٹا تم کس سے پڑھتے ہو؟ آپ نے نفی میں جواب دیا اس پر امام شعبی رحمہ اللہ نے کہا: ”مجھے آپ میں قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں، آپ علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو۔“ اس نصیحت کے بعد تحصیلِ علم کے لیے کمربستہ ہوگئے۔ اس وقت علم کلام کو حاصل کرنے کے لیے صرف قدرتی ذہانت اور مذہبی معلومات درکار تھیں۔ قدرت نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ میں یہ تمام باتیں جمع کر دی تھیں۔ اس وقت کے تمام گمراہ فرقوں کے سامنے آپ نے منطقی، استدلالی اور علمی انداز میں مذہب اسلام کی حقانیت کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا اور دین اسلام پر ہونے والے عقلی اعتراضات کو احسن انداز سے دور کیا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علمی میدان میں:

اس وقت کوفہ میں امام حماد رحمہ اللہ کا مدرسہ طلباء دین کا مرجع سمجھا جاتا تھا۔ اس کی ابتداء خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ اس کے بعد شریح، علقمہ اور مسروق رحمہم اللہ۔ پھر ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور ان کے بعد حماد رحمہ اللہ تک اس کی امامت پہنچی۔ حضرت علی وعبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے فقہ کا جو سلسلہ چلا آتا تھا اس کا مدار انہی پر رہ گیا تھا۔ ان وجوہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے علمِ فقہ پڑھنا چاہا تو انہی کو منتخب کیا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی لیاقت واستعداد:

شروع شروع میں ایک نئے طالب علم ہونے کی وجہ سے درس میں پیچھے بیٹھتے لیکن چند روز کے بعد جب امام حماد رحمہ اللہ کو تجربہ ہو گیا کہ تمام حلقہ میں ایک شخص بھی حافظہ اور ذہانت میں اس کا ہمسر نہیں ہے تو حکم دے دیا کہ "ابو حنیفہ سب سے آگے بیٹھا کریں۔"

چار ہزار اساتذہ سے علم حدیث کا حصول:

امام حماد رحمہ اللہ کے زمانہ میں ہی امام صاحب رحمہ اللہ نے حدیث کی طرف توجہ کی کیونکہ مسائلِ فقہ کی مجتہدانہ تحقیق جو امام صاحب رحمہ اللہ کو مطلوب تھی حدیث کی تکمیل کے بغیر ممکن نہ تھی۔ لہذا کوفہ میں کوئی ایسا محدث باقی نہ بچا جن سے امام صاحب رحمہ اللہ نے علم حدیث حاصل نہ کیا ہو اور حدیثیں نہ سیکھیں ہوں۔ اس سلسلے میں آپ نے مکہ مکرمہ کا سفر بھی کیا فن حدیث کے اساتذہ میں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خاص معتمد اور فیض یافتہ حضرت عطاء رحمہ اللہ سے استفادہ کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ کی قوت حافظہ اور قوت استدلال کو دیکھ کر

حضرت عطاء رحمہ اللہ آپ کو خصوصی توجہ سے نوازتے۔ 115ھ کو یہ آفتاب علم بھی غروب ہو گیا۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ کے بعد مکہ مکرمہ میں جن کے علم کا سکہ چلتا تھا ان کا نام عکرمہ رحمہ اللہ ہے یہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد تھے۔ آپ نے ان سے بھی علم حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ مدینہ پہنچے تو بطور خاص سلیمان رحمہ اللہ اور سالم بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا۔

سلیمان ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے۔ اور سالم رحمہ اللہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے اور اپنے والد بزرگوار سے تعلیم پائی تھی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ دونوں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حدیثیں روایت کیں۔ الغرض امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اساتذہ کی تعداد محتاط اندازے کے مطابق بقول امام ابو حفص کبیر رحمہ اللہ چار ہزار تک پہنچتی ہے۔ آپ رحمہ اللہ کے اساتذہ آپ سے انتہائی شفقت والا معاملہ فرماتے تھے۔

امام حماد رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی:

خود آپ کا اپنا بیان ہے کہ ”میں دس برس تک اپنے استاد امام حماد رحمہ اللہ کے حلقہ میں ہمیشہ حاضر ہوتا رہا اور جب تک وہ زندہ رہے ان کی شاگردی کا تعلق کبھی نہیں چھوڑا۔ انہی دنوں میرے استاد امام حماد رحمہ اللہ کے ایک رشتہ دار کا انتقال ہو گیا تو وہ مجھے اپنا جانشین بنا کر تعزیت کے لئے سفر پر روانہ ہو گئے۔ چونکہ مجھ کو اپنا جانشین مقرر کر گئے تھے، تلامذہ اور اربابِ حاجت نے میری طرف رجوع کیا۔ بہت سے ایسے مسئلے پیش آئے جن میں استاد سے میں نے کوئی روایت نہیں سنی تھی اس لیے اپنے اجتہاد سے جواب دیے اور احتیاط کیلئے ایک یادداشت لکھتا گیا۔ دو مہینہ کے بعد امام حماد رحمہ اللہ بصرہ سے واپس آئے تو میں نے وہ یادداشت پیش کی۔ اس سے میرے استاد بہت زیادہ خوش ہوئے اور بعض معمولی اصلاح بھی فرمائی۔ میں نے عہد کیا کہ

جب تک امام حماد رحمہ اللہ زندہ ہیں ان کی شاگردی کا تعلق کبھی نہ چھوڑوں گا۔“

امام عاصم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی میں:

آپ رحمہ اللہ نے قراءت امام عاصم رحمہ اللہ سے سیکھی جن کا شمار قراءِ سبعہ میں ہوتا ہے اور انہیں کی قرأت کے مطابق قرآن حفظ کیا۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر:

تاریخ بغداد میں ہے کہ اس زمانہ میں آپ رحمہ اللہ نے یہ خواب دیکھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھود رہے ہیں اور وہاں ہڈیاں جمع کر کے انہیں ترتیب سے رکھ رہے ہیں۔ یہ خواب دیکھ کر سخت پریشانی ہوئی جب اس کی تعبیر فن تعبیر کے معروف امام؛امام ابن سیرین رحمہ اللہ سے پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ اس شخص کو احادیث سے استنباط کی خاص توفیق نصیب ہو گی۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کثرت عبادت:

آپ نہایت عبادت گزار تھے کثرت سے نوافل پڑھتے، اکثر روزہ سے ہوتے قرآن کریم سے بے حد لگاؤ تھا، خوب تلاوت فرماتے، رمضان المبارک میں 60 مرتبہ قرآن کریم ختم فرماتے جبکہ عام مہینوں میں ایک رات میں مکمل قرآن کریم کا ختم فرماتے، تہجد گزار تھے، رات کو اللہ کے حضور اتنا روتے اتنا روتے کہ اس آواز سے پڑوسیوں کو بھی آپ رحمہ اللہ پر ترس آتا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یومیہ معمولات:

آپ صبح کی نماز کے بعد مسجد میں درس دیتے، دور دور سے استفتا آئے ہوتے ان کے جواب لکھتے۔ پھر تدوینِ فقہ کی مجلس منعقد ہوتی، بڑے بڑے نامور شاگردوں کا مجمع ہوتا۔ ظہر کی نماز پڑھ کر گھر آتے۔ نماز عصر کے بعد کچھ دیر تک درس و تعلیم کا

مشغلہ رہتا۔ باقی دوستوں سے ملنے ملانے، بیماروں کی عیادت، تعزیت اور غریبوں کی خبر گیری میں صرف ہوتا۔ مغرب کے بعد پھر درس کا سلسلہ شروع ہوتا اور عشاء تک رہتا۔ نماز عشاء پڑھ کر عبادت میں مشغول ہوتے اور اکثر رات بھر نہ سوتے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کاروبار:

آپ رحمہ اللہ نے خز (ایک خاص قسم کے کپڑے) کا کارخانہ قائم کر کے منافع بخش تجارت کی اور اس منافع کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا۔ ایک اپنی ذات کے لئے، دوسرا کاروبار کے لئے اور تیسرا اہل علم پر خرچ کرنے کے لئے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جذبہ خدمت خلق:

خدمت خلق کے جذبے نے آپ کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیوست کر دی۔ آپ لوگوں کی مشکلات میں ان کا ہاتھ بٹاتے، لوگوں کا بوجھ اٹھانے لگے اور ایسے ایسے کام کرنے لگے جن کو کرنے سے دوسرے لوگ عاجز تھے۔ مفلس اور نادار لوگوں کی کفالت بھی آپ رحمہ اللہ نے خوب کی۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دیانتداری کا ایک واقعہ:

آپ رحمہ اللہ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ آپ نے اپنے شریک حفص بن عبد الرحمان رحمہ اللہ سے کہا کہ فلاں کپڑے میں کچھ عیب ہے لہٰذا جب تم اسے بیچو تو خریدار کو واضح طور پر اس عیب کا بتلا دینا لیکن جب حفص نے وہ کپڑا بیچا تو خریدار کو عیب کا بتلانے بھول گئے۔ اس واقعے کی جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے وہ ساری کمائی صدقہ کر دی۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی افراد سازی:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کوفہ کی جامع مسجد میں اپنے تلامذہ کو جمع فرمایا اور

کہا کہ میں نے تم کو تیار کر دیا ہے اب تم میں سے 40 تو ایسے ہیں جو قاضی بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور 10 ایسے ہیں جو قاضی بنانے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اب تم اٹھو اور سارے عالم میں انصاف وعدل کی بہاریں چلا دو چونکہ قانون سازی اور افراد سازی کے لئے محکمہ قضا سے دور رہنا حکمت ودانش کا تقاضا بھی تھا اور مجبوری بھی تھی اس لئے خود علمی کام میں مصروف رہے اور امام ابو یوسف کو چونکہ تیار کر لیا تھا اس لئے وہ چیف جسٹس بن گئے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قانون سازی:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا اڑھائی سالہ دور حکومت دیکھا اس کے بعد جب یزید بن عبد الملک تخت نشین ہوا تو اس نے کہا عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فریب خوردہ شخص تھا اپنے عمال کو حکم جاری کیا کہ آج سے جیسے تین سالہ پہلے کی حالت تھی دوبارہ وہی حالات پیدا کیے جائیں چنانچہ ایسا ہوا بھی لوگ دوبارہ اسی ابتری کا شکار ہو گئے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو دو بنیادی کاموں کی طرف متوجہ ہو گئے جس سے اسلامی ریاست قائم کی جاسکتی تھی وہ دو بنیادی کام قانون سازی اور افراد سازی کے تھے شریعت کو قانون کی شکل دینے کے لئے پرائیویٹ سطح پر ایک ادارہ قائم کیا جس میں مختلف الانواع علوم وفنون کے ماہرین بٹھائے اور باہمی مباحثے کرائے محتاط اندازے کے مطابق تقریبا 83 ہزار دفعات پر مشتمل عملی قوانین مرتب فرمائے، اسی طرح قانون سازی بھی کی گویا فقہ اسلامی کے پہلے مدون امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔ فقہ حنفی چند جزوی مسائل کا نام نہیں بلکہ ایک مضبوط اور مربوط نظام کا نام ہے جس کی بنیاد قرآن وسنت خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وآثار اور اجتہاد کی بنیاد پر ہے۔

فقہ کی جامعیت:

اسلامی عقائد کی تعبیر و تشریح میں آپ رحمہ اللہ کا بہت بڑا کردار ہے امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک فقہ صرف احکام کا نام نہیں بلکہ فقہ النفس جسے اخلاقیات یا تصوف کہتے ہیں فقہ الاحکام اور فقہ العقائد بھی فقہ کے وسیع مفہوم میں شامل ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو عہدہ قضاء کی پیش کش:

خطیب بغدادی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ یزید بن عمر بن ہبیر، والیِ عراق نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو حکم دیا کہ کوفہ کے قاضی بن جائیں لیکن امام صاحب رحمہ اللہ نے قبول نہیں کیا تو اس نے ایک سو دس کوڑے لگوائے۔ روزانہ دس کوڑے لگواتا جب بہت کوڑے لگ چکے اور امام صاحب رحمہ اللہ اپنی بات یعنی قاضی نہ بننے پر اڑے رہے تو اس نے مجبور ہو کر چھوڑ دیا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ ثلاثہ کی نظر میں:

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں اگر وہ اس لکڑی کے ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہے تو دلائل کی قوت سے اسے ثابت کر سکتا ہے اور وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا فرمان موجود ہے کہ اگر کوئی شخص دین کی تفقہ حاصل کرنا چاہے وہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ اورآپ کے اصحاب سے حاصل کرے کیونکہ تمام لوگ فقہ میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے عیال ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں علم و روع اور تقوی کے جس مقام پر ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہے وہاں دنیا کا کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات:

آپ رحمہ اللہ کی وفات کی خبر جنگل میں آگ کی طرح ہر سو پھیل گئی سارا

شہر آپ کے جنازے کے لئے امڈ آیا۔ قاضی شہر حسن بن عمارہ آپ کو غسل دے رہے تھے اور اس کی زبان پر برابر یہ جاری تھا "اے ابو حنیفہ! واللہ! آپ سب سے بڑے فقیہہ تھے، سب سے بڑے عبادت گزار تھے، سب سے بڑے زہد و تقویٰ کے مالک تھے، تم میں تمام خوبیاں پائی جاتی تھیں۔"

امام صاحب رحمہ اللہ نے وصیت کی تھی کہ خیزران میں دفن کئے جائیں۔ وصیت کے موافق خیزران کے مشرقی جانب آپ کی قبر تیار کی گئی۔ سلطان ارسلان سلجوقی نے 459ھ میں آپ کی قبر کے قریب ایک مدرسہ تیار کرایا جو مشہدِ ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے نام سے مشہور رہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم محسن کی قدر کرنے اور ان کے چشمہ علم سے سیر اب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

پیر، 22 فروری، 2021ء

اَعمال اور میزانِ اعمال

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس سے ہمارا میزان اعمال وزنی ہو جائے اور نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں مل جائے۔ یوں تو قرآن و سنت میں مذکور تمام احکام اسلامیہ ایسے ہیں جن کے کرنے سے میزانِ اعمال وزنی ہوتا ہے اور نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملنے کی بشارات ہیں لیکن یہاں پر احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں مختصراً چند اعمال کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

میزان عمل برحق ہے:

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝٨ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝٩

سورۃ الاعراف، رقم الآیات: 8، 9

ترجمہ: قیامت والے دن میزان عمل کا قیام برحق ہے، جن (کے نیک اعمال) کا پلڑا بھاری ہو گا (یعنی گناہوں سے نیکیاں زیادہ ہوں گی) وہی لوگ حقیقت میں کامیاب ہونے والے ہوں گے اور جن (کے نیک اعمال) کا پلڑا ہلکا ہو گا (یعنی نیکیوں سے گناہ زیادہ ہوں گے) یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہماری نازل کردہ آیات کے ساتھ بے پرواہی کا معاملہ کر کے خود کو نقصان اٹھانے والا بنایا ہے۔

میزان عمل برائے عدل وانصاف:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝٤٧

سورۃ الانبیاء، رقم الآیۃ: 47

ترجمہ: اور قیامت والے دن ہم ایسی ترازو قائم کریں گے جو سراپا انصاف ہوں گی چنانچہ کسی پر کچھ بھی ظلم نہیں ہو گا اور کسی کا کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہو گا تو ہم اسے سب کے سامنے لے آئیں گے اور حساب لینے کے لیے ہم خود ہی کافی ہیں۔

میزان عمل کی وسعت و فراخی:

عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُوضَعُ الْمِيزَانُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَوْ وُزِنَ فِيهِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ لَوَسِعَتْ فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ: يَا رَبِّ لِمَنْ يَزِنُ هٰذا؟ فَيَقُولُ اللهُ تَعَالىٰ: لِمَنْ شِئْتُ مِنْ خَلْقِي فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ: سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ۔

المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث: 8739

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت والے دن (اعمال کا وزن کرنے کے لیے) جو میزان (ترازو) رکھی جائے گی وہ اس قدر بڑی ہو گی کہ اگر اس میں آسمانوں اور زمینوں کو رکھ دیا جائے تو وہ بھی اس ترازو میں سما جائیں۔ فرشتے عرض کریں گے اے پروردگار! یہ ترازو کس کے اعمال کا وزن کرے گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں اپنی مخلوق میں سے جس کے بارے میں چاہوں گا اس کے اعمال کا وزن کروں گا۔ فرشتے عرض کریں گے کہ تیری ذات پاک ہے ہم (اپنی تخلیق کے وقت سے لے کر اب تک مسلسل مصروف عبادت رہ کر بھی) تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکے۔

میزان عمل اور کلمہ توحید:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قَالَ مُوسَى النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا أَذْكُرُكَ بِهِ، أَوْ أَدْعُوكَ بِهِ.فَقَالَ: يَا مُوسَى قُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ.فَقَالَ: يَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ يَقُولُ

هَذَا إِنَّمَا أُرِيدُ شَيْئًا تَخُصُّنِي بِهِ.قَالَ: يَا مُوسٰى لَوْ أَنَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ غَيْرِي وَالأَرَضِينَ السَّبْعَ وُضِعْنَ فِي كِفَّةٍ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ فِي كِفَّةٍ لَمَالَتْ بِهِنَّ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ۔

شرح السنۃ للبغوی، رقم الحدیث: 1273

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی اے میرے پروردگار! مجھے کوئی ایسا کلمہ بتائیں جس کے ساتھ میں آپ کو یاد کروں اور آپ سے دعا مانگوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے موسیٰ! لا الہ الا اللہ والے کلمہ کے ساتھ میرا ذکر کرو اور مجھ سے دعا مانگو! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے رب! یہ کلمہ تو آپ کے تمام موحد بندے کہتے ہیں۔ میں نے اپنے لیے بطور خاص آپ سے وظیفہ / ذکر مانگا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے موسیٰ! میرے علاوہ اگر ساتوں آسمان اور اس کے آباد کرنے والے ملائکہ اور ساتوں زمینیں میزان عمل کے ایک پلڑے میں رکھ دیے جائیں اور لا الہ الا اللہ کا مبارک کلمہ دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو یقیناً لا الہ الا اللہ والا پلڑا اجر و ثواب کی وجہ سے جھک جائے گا۔

میزانِ عمل اور کلمہ شہادت:

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَعَافِرِيِّ ثُمَّ الْحُبُلِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي عَلٰى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُولُ: أَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا أَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ: أَفَلَكَ عُذْرٌ؟ فَيَقُولُ: لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ: بَلٰى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً فَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ

فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِيهَا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَيَقُولُ: احْضُرْ وَزْنَكَ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ مَا هَذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هَذِهِ السِّجِلَّاتِ فَقَالَ: إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ قَالَ:فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِي كَفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِي كَفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2639

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت والے دن میرے ایک امتی کو تمام لوگوں کے سامنے لائیں گے جس کے ننانوے رجسٹر گناہوں سے بھرے ہوئے ہوں گے اور ہر رجسٹر (اتنا بڑا ہو گا کہ) تاحدِ نگاہ پھیلا ہوا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اس بندے سے پوچھیں گے اے میرے بندے! ان رجسٹروں میں جو کچھ لکھا ہوا ہے کیا آپ ان میں سے کسی بھی چیز کا انکار کرتے ہو یہ سمجھتے ہوئے کہ میری طرف سے مقرر کردہ لکھنے والے فرشتوں نے تیرے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو؟ وہ بندہ عرض کرے گا کہ نہیں میں کسی بھی چیز کا انکار نہیں کرتا (سب کچھ صحیح لکھا گیا ہے) اللہ تعالیٰ بندے سے پوچھیں گے کہ کیا تیرے پاس ان کے بارے میں کوئی عذر ہے؟ وہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب! میرے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔ تب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے پاس تیری ایک نیکی باقی ہے اور آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہو گا پھر ایک پرچی نکالی جائے گی جس میں (اخلاص و توبہ کے ساتھ پڑھا ہوا) کلمہ شہادت لکھا ہوا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جاؤ میزان عمل میں اس کا وزن کراؤ۔ بندہ گناہوں کے رجسٹروں کے مقابلے میں ایک پرچی کو کم سمجھتے ہوئے عرض کرے گا: اے میرے رب! اتنی چھوٹی سی پرچی کو اتنے بڑے بڑے رجسٹروں کے ساتھ کیا مناسبت؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تیرے ساتھ ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہو گا۔ اس کے بعد میزان عمل میں گناہوں کے

رجسٹروں کے مقابلے میں کلمہ شہادت والا پرچہ رکھا جائے گا تو گناہوں والے رجسٹروں کا پلڑا ہلکا اور کلمہ شہادت والا پلڑا بھاری ہو گا کیونکہ اللہ کا نام سب سے زیادہ عظمت والا اور وزنی ہے، اللہ کے نام سے زیادہ کوئی چیز بھی وزنی نہیں ہو سکتی۔

میزان عمل اور اخلاقِ حسنہ:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2002

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت والے دن مومن کے میزان عمل میں اخلاقِ حسنہ سے زیادہ کوئی وزنی عمل نہیں ہو گا۔

میزان عمل اور قربانی:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: يَا فَاطِمَةُ قُومِي فَاشْهَدِي أُضْحِيَّتَكِ أَمَا إِنَّ لَكِ بِأَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا مَغْفِرَةً لِكُلِّ ذَنْبٍ أَمَا إِنَّهُ يُجَاءُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلُحُومِهَا وَدِمَائِهَا سَبْعِينَ ضِعْفًا حَتَّى تُوضَعَ فِي مِيزَانِكِ۔

السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث: 19161

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: فاطمہ! اپنی قربانی کے جانور کے ذبح ہونے کے وقت موجود رہو۔ اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو قربانی کرنے والے کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ قربانی کے جانور کو قیامت والے دن اس کے گوشت اور خون کے ساتھ لایا جائے گا اور اس کا اجر و ثواب ستر گنا تک بڑھا کر آپ کے

میزان عمل میں رکھ دیا جائے گا۔

میزان عمل اور دو کلمے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:7563

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو ایسے (مبارک) کلمے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہیں، زبان سے ادائیگی کے وقت انتہائی آسان لیکن میزان عمل میں بہت ہی وزنی ہیں اور وہ یہ ہیں: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے پاک زندگی عطا فرما کر وہ اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے جن سے ہمارے نیکیوں والے پلڑے جھک جائیں اور برائیوں والے پلڑے ہلکے ہو جائیں۔

اس بارے شریعت کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت والے دن اللہ کی بارگاہ میں صرف وہی اعمال میزان عمل میں وزنی ہوں گے جن میں اخلاص ہو گا۔ باقی رہے وہ اعمال جن میں ریاکاری مقصود ہوئی تو وہ جہنم جانے کا باعث بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کے ساتھ نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان اعمال کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، یکم مارچ، 2021ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ نصیحتیں

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس ذات نے ہمیں انسان بنانے کے بعد ایمان جیسی نعمت عطا فرمائی۔ اہل ایمان کی پہچان یہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مان کر ان کے احکامات کو مانتے اور عمل کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر ایسی باتیں سکھلائی ہیں جن پر عمل کرنا دونوں جہانوں کی کامیابیوں کا باعث ہے۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی درج ذیل حدیث مبارک ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامیاب ہونے کی پانچ قیمتی نصیحتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَأْخُذُ عَنِّي هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ أَوْ يُعَلِّمُ مَنْ يَعْمَلُ بِهِنَّ فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فَقُلْتُ: أَنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَأَخَذَ بِيَدِي فَعَدَّ خَمْسًا وَقَالَ: اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللهُ لَكَ تَكُنْ أَغْنَى النَّاسِ وَأَحْسِنْ إِلَى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2305

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو مجھ سے چند نصیحتیں سیکھے تاکہ خود ان پر عمل کرے اور دوسروں تک بھی پہنچائے اور وہ بھی ان پر عمل کر سکیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کام کے لیے تیار ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور یہ پانچ نصیحتیں شمار کرائیں۔

❶: شریعت کی حرام کردہ چیزوں سے خود کو بچاؤ تو سب سے زیادہ عبادت گزار بندے بن جاؤ گے۔

❷: اللہ کی تقسیم پر دل وجان سے راضی ہو جاؤ تو سب سے زیادہ غنا حاصل ہو جائے گا یعنی اللہ تمہیں (لوگوں کے مال و منصب سے) بے نیازی کی دولت نصیب فرمائیں گے۔

❸: اپنے ہمسائیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا معاملہ کرو تو (کامل صفات والے اچھے اور سچے) مومن بن جاؤ گے۔

❹: صحیح معنوں میں مسلمان تبھی کہلاؤ گے جب دوسرے مسلمان کے لیے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لیے کرتے ہو۔

❺: زیادہ (فضول باتوں پر) کھل کھلا کر ہنسنے سے بچو کیونکہ (بے فکری کی وجہ سے) زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

محرمات سے بچنا:

شریعت اسلامیہ میں جن کاموں سے روکا گیا ہے انہیں "منہیات" اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے انہیں "مامورات" کہا جاتا ہے۔ منہیات کو کرنا اور مامورات کو چھوڑنا حرام ہے۔ حدیث مبارک میں اسی حرام سے بچنے والے کو سب سے بڑا عبادت گزار قرار دیا گیا ہے۔

اس لیے عقائد اسلامیہ کو اپنانے کے بعد فرائض وواجبات کو ادا کرنا سب سے بڑی عبادت ہے۔ اور یہ اس وقت تک کامل عبادت نہیں بن سکتی جب تک گناہوں کو چھوڑ نہ دیا جائے اور جو گناہ ہو چکے ہیں ان سے سچے دل سے توبہ نہ کر لی جائے۔

محرمات سے بچنے والے کو سب سے بڑا عبادت گزار اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ بعض محرمات کا ارتکاب نیکیوں کے اجر وثواب کو ختم کر دیتا ہے۔ اس لیے بڑا

عبادت گزار وہی ہو گا جس کی عبادات محفوظ رہیں اور عبادات اسی کی محفوظ رہیں گی جو گناہوں سے خود کو بچائے گا۔

عوام الناس کی بنیادی غلطی یہ ہوتی ہے کہ وہ فرائض و واجبات کو ادا نہیں کرتے اور نفلی عبادات میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ جو شخص فرض نماز کو چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہو جائے، زکوٰۃ، عشر صدقہ الفطر اور قربانی کو چھوڑ کر رفاہی کاموں میں اپنے پیسے کو خرچ کرے، فرض روزوں کو چھوڑ کر نفلی روزوں کا اہتمام کرے، فرض حج کو چھوڑ کر نفلی عمرے ادا کرتا رہے۔ نفلی عبادات کا ثواب اپنی جگہ لیکن فرائض و واجبات کو چھوڑنے کا گناہ اپنی جگہ۔

چند حرام کام:

کفر، شرک، اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کو چھوڑ دینا یعنی ارتداد، دین میں کمی یا بیشی کرنا یعنی الحاد و بدعت، قرآن و حدیث کی غلط اور من مانی تشریح کرنا، جھوٹ، ناحق تہمت، سود، رشوت، حسد، غیبت، چغل خوری، کسی کا ناحق مال کھانا، فحاشی و عریانی کو عام کرنا، تکبر، غرور، ریاکاری، فخر و مباہات، والدین کی نافرمانی، جھوٹی گواہی، زنا، لواطت، بد نظری، ظلم، گالیاں بکنا، کسی پر تشدد کرنا، مُردوں کو گالی دینا، احسان جتلانا، بدگمانی، بدزبانی بالخصوص اسلام کی مقتدر شخصیات کو برا بھلا کہنا، قطع رحمی کرنا، بول چال چھوڑنا، بلاوجہ جاسوسی کرنا، دھوکہ بازی، خیانت، چوری، ڈکیتی، غیر محرم مرد یا عورت سے بلاوجہ گفتگو کرنا، مرد و خواتین کا ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا، عورت کا اپنے شوہر کی نافرمان اور ناشکری ہونا، مرد کا اپنی بیوی کے مالی، جسمانی، معاشی اور معاشرتی حقوق ادا نہ کرنا، اسراف یعنی فضول خرچی، شادی بیاہ اور طرز معاشرت میں غیر اسلامی روایات اپنانا، فرائض و واجبات کو چھوڑنا بالخصوص [نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج]، کاہن [جسے آج کی زبان میں دست شناس یا نجومی کہا جاتا ہے]

کے پاس اپنی قسمت جاننے یا سنوارنے کے لیے جانا، جادو، اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا، جھوٹی بات پر قسم کھانا، ملاوٹ کرنا، ناپ تول میں کمی کرنا، بد عہدی کرنا، میت پر نوحہ کرنا، بین کرنا، گریبان چاک کرنا، رخسار پیٹنا، قبروں کی پامالی کرنا، بائیں ہاتھ سے کھانا پینا، بلاوجہ کھڑے ہو کر کھانا پینا، مسلمان پر اسلحہ اٹھانا، غیر مسلموں کو بلاوجہ قتل کرنا، شراب پینا، چرس پینا، افیون پینا، بھنگ پینا، کسی کو نشہ پلانا، گانا، عشقیہ غزلیں، موسیقی، فلمیں، ڈرامے دیکھنا اور سننا، مرد کا سونا استعمال کرنا، خواتین کا بے پردہ ہونا، شعائر دین کا مذاق اڑانا۔ وغیرہ

اللہ کی تقسیم پر راضی رہنا:

اللہ رب العزت نے جتنا رزق مقدر میں لکھ دیا ہے وہ ضرور مل کر رہے گا۔ اس کے لیے جائز اسباب کو اختیار کرنے کا حکم شریعت خود دیتی ہے۔ جو مل جائے اس پر شکر ادا کیا جائے کیونکہ جو چیز ملی ہے وہ محض اللہ کے فضل سے ملی ہے اور اسباب کی توفیق کا مل جانا بھی اللہ کا فضل ہے۔

مومن کی پہچان یہ ہے نعمتوں پر شکر بجا لاتا ہے اور تکالیف و آزمائشوں پر صبر سے کام لیتا ہے۔ وہ کسی دوسرے سے حسد نہیں رکھتا، طمع، لالچ، حرص و ہوس سے خود کو بچاتا ہے۔ ہر حال میں اللہ سے راضی رہتا ہے۔ کوئی نعمت مل جائے تو شکر اور کوئی مصیبت آجائے تو صبر کرتا ہے۔

بندہ شاکر و صابر کب بنتا ہے؟

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيهِ كَتَبَهُ اللهُ شَاكِرًا صَابِرًا، وَمَنْ لَمْ تَكُوْنَا فِيهِ لَمْ يَكْتُبْهُ اللهُ شَاكِرًا وَلاَ صَابِرًا مَنْ نَظَرَ فِي دِينِهِ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَهُ فَاقْتَدٰى بِهِ وَنَظَرَ فِي دُنْيَاهُ إِلَى مَنْ هُوَ دُوْنَهُ

فَحَمِدَ اللّٰہَ عَلٰی مَا فَضَّلَہُ بِہِ عَلَیْہِ کَتَبَہُ اللّٰہُ شَاکِرًا وَصَابِرًا۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2512

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: دو خصلتیں ایسی ہیں جس میں وہ پیدا ہو جائیں اللہ کریم اس کو صابر و شاکر لکھ دیتا ہے پہلی خوبی دین داری کے معاملے میں اپنے سے فائق انسان کی طرف دیکھے اور پھر اس کی اقتداء میں لگ جائے خود بھی نیکی اختیار کرے اور اس جیسی نیکیوں کو انجام دینے کی بھر پور کوشش کرے۔ دوسری خوبی اس میں یہ ہو کہ دنیاوی امور میں اپنے سے کم تر انسان کو دیکھے پھر اللہ کی طرف سے ملنے والی زیادہ نعمت کو دیکھے اس پر اللہ کا شکر ادا کرے تو ایسے شخص کو اللہ پاک صابر و شاکر لکھ دیں گے۔

ادیان عالم میں اسلام وہ واحد دین ہے جس میں پڑوسیوں کے حقوق کو ادا کرنے کی سب سے زیادہ ترغیب دی گئی ہے۔ اور اسے کامل ایمان والے مومن کی صفت قرار دیا گیا ہے۔

پڑوسیوں سے حسن سلوک کا حکم:

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَازَالَ یُوْصِیْنِی جِبْرِیْلُ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ أَنَّہُ سَیُوَرِّثُہُ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:6014

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑوسیوں کے (حقوق کے) بارے میں میرے پاس جبریل امین علیہ السلام اتنی بار تشریف لائے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ ایک پڑوسی کو دوسرے پڑوسی کی میراث میں وارث (حقدار) قرار دیا جائے گا۔

پڑوسیوں کے بنیادی حقوق:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَتَدْرِي مَا حَقُّ الْجَارِ؟ إِذَا اسْتَعَانَكَ أَعَنْتَهُ وَإِذَا اسْتَقْرَضَكَ أَقْرَضْتَهُ وَإِذَا افْتَقَرَ عُدْتَ عَلَيْهِ وَإِذَا مَرِضَ عُدْتَهُ وَإِذَا أَصَابَهُ خَيْرٌ هَنَّأْتَهُ وَإِذَا أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ عَزَّيْتَهُ وَإِذَا مَاتَ اتَّبَعْتَ جِنَازَتَهُ وَلَا تَسْتَطِيلُ عَلَيْهِ بِالْبِنَاءِ تَحْجُبُ عَنْهُ الرِّيحَ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَلَا تُؤْذِيهِ بِقُتَارِ قِدْرِكَ إِلَّا أَنْ تَغْرِفَ لَهُ مِنْهَا وَإِنِ اشْتَرَيْتَ فَاكِهَةً فَاهْدِ لَهُ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَأَدْخِلْهَا سِرًّا وَلَا يَخْرُجُ بِهَا وَلَدُكَ لِيَغِيظَ بِهَا وَلَدَهُ.

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث: 9113

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں پڑوسیوں کے حقوق کا پتہ ہے ؟ پھر خود ہی ارشاد فرمایا: جب وہ آپ سے جانی یا مالی مدد مانگیں تو اپنی استطاعت اور اس کی ضرورت دونوں کو ملحوظ رکھ کر ان کی مدد کریں۔ اگر ضرورت کے پیش نظر وہ قرض مانگیں تو انہیں قرض دیا جائے۔ جب فقر اور محتاجی کی حالت کو پہنچ جائے پھر وہ مدد نہ بھی مانگے اور قرض نہ بھی مانگے تب بھی اپنی حیثیت کے پیش نظر اس کے فقر و تنگدستی کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت اور بیمار پرسی کی جائے۔ جب ان کے ہاں کوئی خوشی کا موقع آئے تو ان کو مبارک باد دینا۔ جب ان کے ہاں کوئی غمی کا موقع آئے تو ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنا۔ جب ان کے ہاں فوتگی ہو جائے تو (بشرطِ صحتِ عقائد) جنازے میں شرکت کی جائے۔ اپنے گھر کی دیوار اس کی اجازت کے بغیر اتنی اونچی نہ کی جائے کہ اس کے گھر کی ہوا رک جائے۔ گھر میں کھانا تیار کرتے وقت پڑوسی کو تکلیف نہ دی جائے۔ اپنے لیے پھل

وغیرہ خریدیں تو ان میں سے کچھ پڑوسیوں کو بھی ہدیے کے طور پر بھیج دیں۔

مسلمان بھائیوں کا خیال:

حدیث مبارک میں صحیح معنوں میں مسلمان ہونے کے لیے اس چیز کو ضروری قرار دیا جارہا ہے کہ بندہ جو چیز اپنے لیے پسند کرتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند کرے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 13

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

جو تمہیں پسند ہے اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرو۔ بندے کی تمام پسندیدہ چیزوں کا خلاصہ دو چیزیں ہیں: عزت اور راحت۔ بعض ایسے اسباب ہیں جو انسان معاشرے میں عزت کے حصول کے لیے اختیار کرتا ہے اور بعض ایسے اسباب ہیں جو انسان راحت کے حصول کے لیے اختیار کرتا ہے۔

حدیث مبارک میں جزئی جزئی کو الگ الگ ذکر کرنے کے بجائے ایک کلی کو ذکر کر دیا گیا ہے اور معاملہ بندے کے سپرد کر دیا گیا ہے کہ بس اپنی زندگی کے ہر ہر موڑ پر دیکھتے جاؤ کہ جو تمہیں پسند ہے وہ اپنے بھائی کے لیے بھی پسند کرو۔ اگر آج کا معاشرہ اس اصول پر آجائے فساد کی جڑیں ہی اکھڑ جائیں۔

زیادہ ہنسنے سے دل مردہ:

حدیث مبارک میں بے فکری اور غفلت کی وجہ سے کھل کھلا کر ہنسنے سے منع

کیا گیا ہے اور اسے مردہ دلی کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ خوش ہونے کی بات پر خوش ہونا الگ بات ہے لیکن آخرت سے غافل ہو کر، انجام سے بے فکر ہو کر قہقہے لگا کر زور زور سے ہنسنا الگ بات ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل واوصاف میں ہنسنے کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتَّى أَرَى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:6092

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اتنے زور سے (قہقہہ لگا کر) ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلق مبارک نظر آئے۔

ایک اور حدیث مبارک میں مردہ دلی کے ساتھ ساتھ اس بات کا اضافہ بھی ملتا ہے زیادہ قہقہے لگانے سے چہرے کا نور چھن جاتا ہے۔ انسان کی بات بے وزن ہو جاتی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں عزت ختم یا کم از کم؛ کم ہو جاتی ہے، سنجیدگی اور متانت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ باوقار شخصیت کا نقش مٹ جاتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کی معاشرے میں حیثیت کم ہو جاتی ہے۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ ہنسنے کے موقع پر ہنسنا چاہیے لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہر گز نہیں کہ راتوں کو تنہائیوں میں بندہ اللہ کے حضور رونا بھول جائے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 15 مارچ، 2021ء

ماہِ شعبان اور شب براءت

اللہ تعالیٰ ہمارے رجب اور شعبان میں برکتیں نصیب فرمائے اور ہمیں رمضان تک پہنچائے۔

عَنۡ أَنَسِ بۡنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنۡهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَجَبٌ قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكۡ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعۡبَانَ وَبَلِّغۡنَا رَمَضَانَ۔

المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث:3939

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رجب کا مہینہ آتا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکتیں عطا فرما اور ہمیں ماہِ رمضان تک پہنچا۔

فائدہ: حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ ماہِ شعبان کی اپنی برکتیں ہیں۔

ماہِ شعبان کی فضیلت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے چاند اور اس کی تاریخوں کے حساب کا بھی بہت اہتمام فرماتے تھے۔

عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنۡهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: أَحۡصُوا هِلَالَ شَعۡبَانَ لِرَمَضَانَ۔

جامع الترمذی: رقم الحدیث 687

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شعبان کے چاند (تاریخوں) کو خوب اچھی طرح محفوظ رکھو تاکہ رمضان کی آمد کا حساب لگانا آسان ہو سکے۔

یعنی رمضان کے صحیح حساب کے لیے شعبان کا چاند اور اس کی تاریخوں

کو خصوصیت سے یاد رکھا جائے۔ جب شعبان کی آخری تاریخ ہو تو رمضان کا چاند دیکھنے میں پوری کوشش کی جائے۔

رمضان کا مقدمہ:

شعبان آٹھواں اسلامی مہینہ ہے جو رمضان المقدس سے پہلے آتا ہے۔ اس مہینے کو اللہ تعالیٰ نے بہت فضیلت عطا فرمائی ہے، جس کی عظیم وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس مہینہ میں ماہِ رمضان کے روزوں، تراویح اور دیگر عبادات کی تیاری کا موقع ملتا ہے۔ رمضان جو اپنی برکتوں، رحمتوں اور عنایات ربانی کا موسم بہار ہے اس کی تیاری کا ماہِ شعبان سے شروع ہونا اس کی عظمت کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ گویا شعبان کو رمضان کا "مقدمہ" کہنا چاہیے۔

ماہِ شعبان کے روزے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے، بلکہ رمضان کے بعد ماہ شعبان میں روزوں کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُوْلَ لَا يَصُومُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ۔

صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1969

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھنا شروع فرماتے تو ہم سمجھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب روزہ رکھنا ختم نہ کریں گے اور جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ نہ رکھنے پہ آتے تو ہم یہ سمجھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب روزہ کبھی نہ رکھیں گے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کو رمضان شریف کے علاوہ کسی اور مہینہ کے مکمل روزے رکھتے نہیں دیکھا اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کے علاوہ کسی اور مہینہ میں کثرت سے روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ مَا رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی شَهْرٍ أَكْثَرَ صِیَامًا مِنْهُ فِی شَعْبَانَ كَانَ یَصُومُهُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِیْلاً بَلْ كَانَ یَصُومُهُ كُلَّهُ۔

جامع الترمذی: رقم الحدیث 736

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (غیر رمضان میں) شعبان کے مہینہ سے زیادہ کسی اور مہینہ میں روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دنوں کے علاوہ پورے شعبان کے روزے رکھتے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو پورے شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے

یہاں پورے شعبان کے روزے رکھنے سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر شعبان روزے رکھا کرتے تھے، کیونکہ بعض مرتبہ اکثر پر "کل" کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔

اَلْمَرْغُوبَاتُ من الصِّیَامِ أَنْوَاعٌ أَوَّلُهَا صَوْمُ الْمُحَرَّمِ وَالثَّانِی صَوْمُ رَجَبٍ وَالثَّالِثُ صَوْمُ شَعْبَانَ وَصَوْمُ عَاشُورَاءَ

فتاویٰ عالمگیری، ج:1، ص:202

ترجمہ: مستحب روزوں کی کئی قسمیں ہیں:: محرم کے روزے، رجب کے روزے، شعبان کے روزے اور عاشوراء کے (دو) روزے۔

نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھنے کی تحقیق:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ: إِذَا بَقِيَ نِصْفٌ مِنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:738

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شعبان کا مہینہ آدھا رہ جائے تو روزہ نہ رکھا کرو۔

اس روایت کے پیش نظر فقہاءِ کرام نے پندرہ شعبان کے بعد روزہ رکھنا مکروہ قرار دیا ہے، البتہ چند صورتوں کو مستثنیٰ فرمایا ہے کہ ان میں پندرہ شعبان کے بعد روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ وہ صورتیں یہ ہیں:

1: کسی کے ذمہ قضاء روزے ہوں یا واجب (کفارہ وغیرہ کے) روزے ہوں اور وہ انہیں ان ایام میں رکھنا چاہتا ہو۔

2: ایسا شخص جو شروع شعبان سے روزے رکھتا چلا آرہا ہو۔

3: ایسا شخص کہ جس کی عادت یہ ہے کہ مخصوص دنوں یا تاریخوں کے روزے رکھتا ہے، اب وہ دن یا تاریخ شعبان کے آخری دنوں میں آرہی ہے تو روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ایسی کمزوری کا خطرہ نہ ہو کہ جس سے رمضان کے روزوں کا حرج ہونے کا اندیشہ ہو۔

ملخص: درسِ ترمذی: ج2ص579

نصف شعبان کے بعد روزہ کی کراہیت کی وجہ کیا ہے؟ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میرا تو ذوق یہ کہتا ہے کہ رمضان شریف میں جو جاگنا ہو گا اس شب کا جاگنا اس کا نمونہ ہے اور یہ صوم ایام رمضان شریف کا نمونہ ہے۔ پس دونوں نمونے رمضان کے ہیں، ان نمونوں سے اصل کی ہمت ہو جاوے گی۔ پھر اس صوم کے بعد جو صوم سے منع فرمایا اس میں حقیقت میں رمضان کی تیاری کے لیے فرمایا ہے کہ جب شعبان آدھا ہو جائے تو روزہ مت رکھو۔ مطلب یہ کہ سامان

شروع کرو رمضان کا یعنی کھاؤ، پیو اور رمضان کے لیے تیار ہو جاؤ اور یہ امید رکھو کہ روزے آسان ہو جائیں گے"

خُطباتِ حکیم الامت: ج7 ص391

شبِ براءت:

ماہ شعبان کی پندرھویں رات بہت فضیلت والی رات ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس کے بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں اور اسلاف امت بھی اس کی فضیلت کے قائل چلے آرہے ہیں۔ اس کو "شب براءت" کہتے ہیں، اس لیے کہ اس رات لاتعداد انسان رحمت باری تعالیٰ کے سبب جہنم سے نجات حاصل کرتے ہیں۔ شب براءت کے متعلق لوگ افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ بعض تو وہ ہیں جو سرے سے اس کی فضیلت کے قائل ہی نہیں بلکہ اس کی فضیلت میں جو احادیث مروی ہیں انہیں من گھڑت قرار دیتے ہیں۔ جبکہ بعض فضیلت کے قائل تو ہیں لیکن اس فضیلت کے حصول میں بے شمار بدعات، رسومات اور خود ساختہ امور کے مرتکب ہیں، عبادت کے نام پر ایسے منکرات سرانجام دیتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

اس بارے میں معتدل نظریہ یہ ہے کہ شعبان کی اس رات کی فضیلت ثابت ہے لیکن اس کا درجہ فرض وواجب کا نہیں بلکہ محض استحباب کا ہے، سرے سے اس کی فضیلت کا انکار کرنا بھی صحیح نہیں اور اس میں کیے جانے والے اعمال وعبادات کو فرائض و واجبات کا درجہ دینا بھی درست نہیں۔ یہ شعبان کی 14 تاریخ کے سورج غروب ہونے سے شروع ہوتی ہے اور 15 تاریخ کی صبح صادق تک رہتی ہے۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ: إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُومُوا لَيْلَهَا وَصُومُوا نَهَارَهَا فَإِنَّ اللهَ يَنْزِلُ فِيهَا لِغُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ: أَلَا مِنْ

مُسْتَغْفِرٍ لِي فَأَغْفِرَ لَهُ أَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهُ أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ أَلَا كَذَا أَلَا كَذَا حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ.

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:1388

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں شب ہو تو اس رات میں قیام کرو اور اس دن روزہ رکھو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ غروب آفتاب کے وقت سے آسمان دنیا پر اعلان فرماتے ہیں: کیا کوئی ہے مغفرت طلب کرنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ کیا کوئی ہے رزق کو تلاش کرنے والا کہ میں اسے رزق عطا کروں؟ کیا کوئی مصیبت کا مارا ہے کہ میں اس کی مصیبت دور کروں؟ کیا کوئی ایسا ہے؟ کیا کوئی ایسا ہے؟ حتی کہ صبح صادق کا وقت ہو جاتا ہے۔

شب براءت میں کیا کریں؟

اس رات عشاء اور فجر کی نمازیں وقت پر باجماعت ادا کریں۔ اپنی ہمت اور توفیق کے مطابق نفل نمازیں خاص کر نماز تہجد ادا کریں، انفرادی طور پر صلاۃ التسبیح پڑھیں، قرآن پاک کی تلاوت کریں، کثرت سے اللہ کا ذکر کریں، اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں مانگیں، دنیا و آخرت کی بھلائیاں مانگیں، خاص کر اپنے گناہوں کی مغفرت چاہیں، اپنے اور میت کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

مغفرت سے محروم رہنے والے چند بدنصیب:

اللہ تعالیٰ اس رات کو تمام مخلوق کی مغفرت کا اعلان فرماتے ہیں سوائے چند بدنصیب لوگوں کے۔ وہ بدنصیب اشخاص یہ ہیں:

مشرک:

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات خاصہ میں کسی مخلوق کو شریک کرنے والا،

صفات خاصہ سے مراد وہ صفات ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں مثلاً: بغیر اسباب کے محتاج ہونے کے زندگی اور موت دینا، رزق دینا، اولاد دینا، عزت و ذلت دینا، بگڑی بنانا، مشکلات کو حل فرمانا وغیرہ۔

قاتل:

کسی کو ناحق قتل کرنے والا۔ اگر کوئی شخص غلبہ اسلام کے لیے شر پسند دشمنانِ اسلام کو قتل کرتا ہے یا کسی ایسے انسان کو قتل کرے جس کا قتل کرنا شریعت میں جائز قرار دیا گیا ہو تو ایسے اشخاص اس وعید میں شامل نہیں ہیں۔ کیونکہ ایسے امور میں وہ شرعاً قاتل شمار نہیں ہوتے۔

زانی:

وہ شخص جو اسلام کے مقرر کردہ جائز طریقے سے ہٹ کر جنسی خواہشات کی تکمیل کرتا ہے، وہ زانی کہلاتا ہے۔ زنا کا اصل مفہوم یہ ہے مرد و عورت بغیر نکاح کے آپس میں جنسی ملاپ کریں، فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ زنا اور غیر فطری کام (مردوں کا آپس میں بدکاری کرنا) دونوں کے لیے وعید ہے یعنی کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ، یا کوئی مرد کسی اور مرد کے ساتھ، یا کوئی عورت کسی اور عورت کے ساتھ جنسی ملاپ کرتے ہیں تو یہ سب عرف میں زانی شمار ہوتے ہیں۔

شرابی:

وہ شخص جو شراب پیتا ہے، شراب پینا حرام ہے، خواہ اس سے کسی کو نشہ چڑھے یا نہ چڑھے، کم مقدار میں پیے یا زیادہ، خوشی کے موقع پر پیے یا پریشانیوں کو کم کرنے کا بہانہ بنا کر، ہر حال میں شراب ناجائز اور حرام ہے۔

فائدہ: شراب کی طرح اور نشہ آور چیزیں مثلاً: بھنگ، چرس، افیون بھی حرام ہیں۔

متکبر:

وہ شخص جو حق بات کو ضد و عناد کی وجہ سے قبول نہ کرے اور غلط نظریات پر جما رہے، اپنے سے کم حیثیت لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے۔ غرور، گھمنڈ، تعلی اور انانیت کی وجہ سے اس کی گردن اکڑی رہتی ہو۔ دوسروں کو کمتر اور خود کو برتر سمجھنے والا شخص متکبر کہلاتا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر کبر ہو گا۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کی جوتی اچھی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:(اس میں کوئی حرج کی بات نہیں کیونکہ) بے شک اللہ تعالیٰ خود بھی خوبصورت ہیں اور خوبصورتی کو پسند بھی فرماتے ہیں (اس لیے ان باتوں کا تکبر سے کوئی تعلق نہیں) ہاں کبر یہ ہے کہ انسان حق بات کا انکار کرے اور مخلوق خدا کو اپنے سے کمتر سمجھے۔

والدین کا نافرمان:

اس رات میں والدین کا نافرمان بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جاتا ہے۔ والدین کی نافرمانی کو حدیث پاک میں شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے۔

دل میں بغض رکھنے والا:

وہ انسان جو اپنے دل میں اپنے کسی دوسرے مسلمان کا برا سوچے، دل میں محبت کے بجائے نفرت پالے، اس کے لیے پیار کے جذبات کے بجائے دشمنی رکھے، اسے راحت دینے کے بجائے تکلیف دینے کے منصوبے بنائے، عزت دینے کے بجائے رسوا کرنے کی جستجو میں لگا رہے، اسے خوشیاں دینے کے بجائے پریشانیوں میں مبتلا رکھے وہ شخص کینہ پرور کہلاتا ہے۔ اس رات میں ایسا شخص محروم رہ جاتا ہے۔

قطع رحمی کرنے والا:

وہ انسان جو رشتوں کو جوڑنے کے بجائے توڑتا ہے، دنیاوی معاملات کی وجہ سے بول چال ختم کرنے والا، رشتے ناتے ختم کرنے والا، خوشیوں اور غمیوں میں آپس میں الگ ہونے والا، قریبی رشتہ داروں، بہن بھائیوں، عزیز و اقارب سے اپنے تعلقات ختم کرنے والا قاطع الرحم کہلاتا ہے۔ یہ بھی اس رات میں محروم رہتا ہے۔

شب براءت کی چند بدعات و خرافات:

1. غسل کو باعث فضیلت اور ضروری سمجھنا
2. ساری رات جاگنے کو ضروری تصور کرنا
3. چند عبادات کو مخصوص کرنا مثلاً: صلاۃ الفیہ (ہزاری نماز)
4. انفرادی عبادات کو اجتماعی شکل میں تبدیل کرنا جیسے صلوٰۃ التسبیح وغیرہ
5. مردوں اور عورتوں کا مخلوط (دینی) اجتماع کرنا
6. حلوے مانڈے ضرور پکانا
7. آتش بازی اور چراغاں کرنا
8. بیوہ خواتین کا اپنے مردہ خاوندوں کے لیے بن سنور کر بیٹھنا
9. مردوں کی ارواح کے آرام کے لیے گھروں میں بستر لگانا
10. قبرستان جانے کو ضروری سمجھنا
11. ایک دوسرے کو مبارکباد دینا

اللہ تعالیٰ توفیق عمل نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

پیر، 22 مارچ، 2021ء

ادائے زکوٰۃ کے فضائل اور ترک پر وعیدات

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اکثر مقامات پر صلوٰۃ کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم فرمایا ہے۔ زکوٰۃ؛ ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ دولت صرف چند ہاتھوں تک محدود ہو کر نہ رہ جائے بلکہ مستحقین اور ضرورت مند لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اسلام نے جہاں زکوٰۃ کے فضائل، فوائد، شرائط، نصاب، اَقسام، اَحکامات اور مسائل کو ذکر کیا ہے وہاں پر اس فریضے کو چھوڑنے، اس میں غفلت سے کام لینے والے کے بارے میں وعیدیں بھی ذکر فرمائیں ہیں۔

اقامت صلوٰۃ اور اداءِ زکوٰۃ:

تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۳﴾

سورۃ النمل، رقم الآیات: 1 تا 3

ترجمہ: یہ آیات ہیں قرآن اور واضح کتاب کی، جو باعث ہدایت اور خوشخبری ہے ایسے اہل ایمان کے لیے کہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں در حقیقت یہی وہ لوگ ہیں جو آخرت پر یقین (کامل ایمان) رکھنے والے ہیں۔

اللہ کی رحمت کے مستحق:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

سورۃ النور، رقم الآیۃ: 56

ترجمہ: اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کامل تابعداری کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

آخرت میں خوف نہیں ہو گا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ۔

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ:277

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے ، نیک اعمال کیے بطور خاص نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ ادا کی ان کے لیے ان کا اجر ہے ان کے رب پاس اور (قیامت کے دن) نہ اپنے بارے میں خوف زدہ ہوں گے اور نہ دوسروں کے بارے غمزدہ ہوں گے۔

اجر بڑھانے والے لوگ:

وَمَاۤ اٰتَیۡتُمۡ مِّنۡ زَکٰوۃٍ تُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُضۡعِفُوۡنَ۔

سورۃ الروم، رقم الآیۃ:39

ترجمہ: اور جو تم اللہ کی رضا چاہتے ہوئے زکوٰۃ دیتے ہو در حقیقت یہی لوگ اپنے اجر کو بڑھانے والے ہیں۔

آخرت میں اجر عظیم:

وَالۡمُقِیۡمِیۡنَ الصَّلٰوۃَ وَالۡمُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِکَ سَنُؤۡتِیۡہِمۡ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۱۶۲﴾

سورۃ النساء، رقم الآیۃ:162

ترجمہ: اور وہ لوگ جو نماز کو قائم کرنے والے ہیں، زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان (یعنی عقیدہ توحید سے عقیدہ آخرت تک تمام عقائد) رکھنے والے ہیں۔ ہم انہی لوگوں کو عنقریب (قیامت والے دن) بہت بڑا اجر دیں گے۔

ترک زکوٰۃ پر سخت وعید:

وَالَّذِیۡنَ یَکۡنِزُوۡنَ الذَّہَبَ وَالۡفِضَّۃَ وَلَا یُنۡفِقُوۡنَہَا فِیۡ سَبِیۡلِ

اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾

سورۃ التوبۃ، رقم الآیات: 34 تا 35

ترجمہ: جو لوگ سونا و چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی زکوٰۃ نہیں نکالتے)۔ اے نبی آپ ان کو ایک بڑے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔ جس دن اس مال کو جہنم کی آگ پر تپایا جائے گا پھر اس تپے ہوئے مال سے زکوٰۃ نہ دینے والوں کی پیشانیاں اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا) یہ وہی مال ہے جو تم نے اپنی ذات کے لیے جمع کیا تھا تو اب اس جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

فائدہ: کرنسی وغیرہ کو ایسی چیز میں تبدیل کر دیا جائے گا کہ جس کو آگ پر تپایا جا سکتا ہے اور پھر اس کو تپا کر داغا جائے گا۔

گلے کا طوق:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾

سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ: 180

ترجمہ: اور جو لوگ بخل (صدقات واجبہ، مثلاً زکوٰۃ ادا نہیں) کرتے اس مال میں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے۔ وہ یہ گمان نہ کریں کہ یہ (مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے) والی بات ان کے لیے خیر والی ہو گی نہیں بلکہ یہ شر والی ہے۔ قیامت والے دن اس مال کو جس میں انہوں نے بخل کیا تھا طوق بنا دیا جائے اور اللہ ہی کے لیے ہے میراث آسمانوں اور زمین کی اور اللہ کو تمہارے کاموں کی پوری طرح خبر ہے۔

زکوٰۃ نہ دینے والی کی نماز:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: أُمِرْنَا بِإِقَامِ الصَّلَاۃِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاۃِ فَمَنْ لَمْ يُزَكِّ فَلَا صَلَاۃَ لَهُ۔

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:10095

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں (اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا جس نے (باوجود صاحب نصاب کے) زکوٰۃ ادا نہ کی تو اس کی نماز بھی قبول نہیں۔

مال کے فرض حق کی ادائیگی:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَدَّيْتَ زَكَاۃَ مَالِكَ فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:1788

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آپ نے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو اپنے مال کا فرض حق ادا کر دیا۔

مال کے نقصان دہ پہلو کا خاتمہ:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا رَسُولَ اللّٰہِ أَرَأَيْتَ إِذَا أَدَّى رَجُلٌ زَكَاۃَ مَالِهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَدَّى زَكَاۃَ مَالِهِ فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ شَرُّهُ۔

المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث:1579

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے مال کا شر (نقصان دہ

پہلو) ختم ہو گیا۔

فائدہ: حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ مال میں شر اور نقصان کا پہلو موجود ہوتا ہے اگر اس میں اللہ کا حق زکوٰۃ ادا نہ کی جائے تو اس کا وہ پہلو ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ظاہر ہونے کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً: کثرت کے باوجود برکت سے محرومی، زیادہ ہونے کے باوجود پریشانیاں بھی زیادہ، لاعلاج بیماریاں، نافرمان اولاد، گھر کی بے سکونی اور ذہنی ڈپریشن وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

پیر، 29 مارچ، 2021ء

زکوٰۃ کے اہم مسائل

اللہ تعالیٰ کے احکامات میں سے ایک حکم زکوٰۃ ہے جس کی ادائیگی کا اصل مقصد اللہ کی اطاعت ہے۔ اس کے چند ضروری مسائل پیشِ خدمت ہیں۔

نصاب:

ساڑھے باون تولے یعنی 612.36 گرام چاندی یا ساڑھے سات تولے یعنی 87.5 گرام سونے کو نصاب کہا جاتا ہے۔

صاحبِ نصاب:

ساڑھے باون تولے یعنی 612.36 گرام چاندی یا ساڑھے سات تولے یعنی 87.5 گرام سونا یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر پیسے یا سامانِ تجارت جس شخص کے پاس موجود ہے اور اُس پر ایک سال گزر گیا ہے تو اُس کو صاحبِ نصاب کہا جاتا ہے۔

زکوۃ کس پر واجب ہے؟

ہر وہ عاقل بالغ مسلمان جس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے کی قیمت کے برابر نقدی، چاندی، سونا یا مال تجارت موجود ہو اس پر زکوۃ واجب ہے۔ اگر صرف سونا ہو تو ساڑھے سات تولہ پر زکوۃ واجب ہوتی ہے۔ اگر کچھ نقد رقم، کچھ مال تجارت اور کچھ چاندی ہو یا ان میں سے کوئی دو چیزیں ہوں اور ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر ہو جائے تو زکوۃ واجب ہو گی۔

جس دن آپ کی ملکیت میں مذکورہ نصاب کے برابر پیسے آجائیں وہ دن آپ کے لیے زکوۃ کا دن ہے۔ اگر یاد نہ ہو تو پھر ہجری سال کی کوئی تاریخ مقرر کر لیں اور ہر

سال اسی تاریخ کو حساب کیا کریں۔ درمیان سال میں پیسے آتے جاتے رہیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مقرر کردہ تاریخ کو آپ کی ملکیت میں جتنا مال موجود ہے اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔ کل مال کا چالیسوں حصہ یا اڑھائی پرسنٹ 2.5٪ زکوۃ کی مد میں دینا فرض ہے۔

زکوۃ ایڈوانس میں بھی دے سکتے ہیں اور بعد میں بھی دی جاسکتی ہے۔ بس یہ ذہن میں رکھیں کہ جس تاریخ کو زکوۃ کا حساب کرنا ہے وہ تاریخ تبدیل نہ ہو۔ ہر سال اسی تاریخ کو حساب کرلیا کریں۔

نابالغ پر زکوۃ فرض نہیں ہوتی۔ لڑکی کے بالغ ہونے کی کم از کم عمر 9 سال اور لڑکے کی 12 سال ہے۔ اس عمر میں پہنچنے کے بعد جب بلوغت کی علامات ظاہر ہوں، انہیں بالغ سمجھا جائے گا۔ اگر بلوغت کی علامات ظاہر نہ ہوں تو قمری سال کے اعتبار سے 15 سال کے بعد لڑکے اور لڑکی کو بالغ سمجھا جائے گا اگر اس سے پہلے بلوغت کی علامات ظاہر ہو جائیں تو جب علامات ظاہر ہوں اس وقت بالغ سمجھے جائیں گے۔

زکوۃ کے وجوب کی شرائط:

زکوٰۃ کے وجوب کی شرائط درج ذیل ہیں:

- اسلام
- بلوغ
- عقل
- نصاب

ہر آدمی کا زکوۃ کا حساب الگ ہوتا ہے؛ خاوند کا الگ، بیوی کا الگ، ماں کا الگ، بیٹی کا الگ... گھر میں ہر آدمی کا زکوۃ کا حساب الگ الگ ہوتا ہے۔ جو جو صاحب نصاب ہو گا اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔

زیورات پر زکوٰۃ:

خیر القرون سے عصر حاضر تک کے جمہور علماء، وفقہاء اور محدثین' قرآن وسنت کی روشنی میں عورتوں کے سونے یا چاندی کے استعمالی زیور پر وجوب زکوٰۃ کے قائل ہیں، اگر وہ زیور نصاب کے مساوی یا زائد ہو اور اس پر ایک سال بھی گزر گیا ہو۔

قرآن وسنت کے عمومی احکام میں سونے یا چاندی پر بغیر کسی استعمالی یا غیر استعمالی شرط کے زکوٰۃ واجب ہونے کا ذکر ہے اور ان آیات واحادیث شریفہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے پر سخت ترین وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ متعدد آیات واحادیث میں یہ عموم ملتا ہے۔

وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ

سورۃ توبہ آیت 34

ترجمہ: اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے (یعنی زکوۃ ادا نہیں کرتے) انہیں دردناک عذاب کی خبر دیجیے۔

اس آیت میں عمومی طور پر سونے یا چاندی پر زکوٰۃ کی عدم ادائیگی پر دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے خواہ وہ استعمالی زیور ہوں یا تجارتی سونا و چاندی۔

خواتین کے استعمالی زیور پر زکوٰۃ:

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا دَخَلْتُ أَنَا وَخَالَتِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهَا أَسْوِرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَنَا أَتُعْطِيَانِ زَكَاتَهُ قَالَتْ فَقُلْنَا لَا قَالَ أَمَا تَخَافَانِ أَنْ يُسَوِّرَكُمَا اللهُ أَسْوِرَةً مِنْ نَارٍ أَدِّيَا زَكَاتَهُ۔

مسند احمد: 27614

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں اور میری خالہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ہم نے سونے کے کنگن پہن رکھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ ہم نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ڈرتی نہیں کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے آگ کے کنگن تمہیں پہنائے؟ لہذا ان کی زکوٰۃ ادا کرو۔

ثابت ہوا کہ خواتین کے استعمال کے زیورات پر بھی زکوۃ فرض ہے۔

پراپرٹی پر زکوۃ:

- رہائش کی نیت سے خریدی گئی زمین یا گھر، اس پر زکوۃ لازم نہیں ہوتی۔
- جو دکان اس غرض سے خریدی ہو کہ اس میں کاروبار کیا جائے گا تو اس دکان کی ویلیو پر بھی زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔
- پراپرٹی خریدتے وقت اگر کوئی نیت نہ کی ہو کہ اس کو بیچنا ہے یا رہائش اختیار کرنی ہے تو اس پر بھی زکوۃ نہیں ہے۔
- جو پراپرٹی تجارت کی نیت سے لی ہو کہ اس کو فروخت کر کے نفع کمایا جائے گا تو ایسی تمام پراپرٹیز اگر نصاب کے بقدر ہوں تو ہر سال ان کی موجودہ ویلیو کا حساب کر کے کل مالیت کا ڈھائی فیصد بطور زکوۃ ادا کرنا شرعاً لازم ہو گا۔
- اگر پراپرٹی کرایہ پر دی ہو تو اس پراپرٹی کی مالیت پر زکوۃ لازم نہیں ہو گی، البتہ اگر حاصل ہونے والا کرایہ جمع ہو اور پراپرٹی کا مالک پہلے سے صاحبِ نصاب ہو یا جمع شدہ کرایہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو سالانہ اس پر زکوۃ ادا کرنا لازم ہو گا۔ اگر کرایہ خرچ ہو جاتا ہو، بچت میں جمع نہ ہوتا ہو تو اس کرائے پر زکوۃ نہیں ہو گی۔
- قسطوں پر خریدا ہوا پلاٹ اگر تجارت کی نیت سے خریدا ہو تو اس پر بھی زکوۃ واجب ہے، خواہ قبضہ ملا ہو یا نہ ملا ہو۔ اس کی موجودہ قیمتِ فروخت کا اڑھائی فی صد

بطورِ زکوۃ ادا کرنا لازم ہے۔

- تجارت کی نیت سے خریدی ہوئی پلاٹ کی فائل کی موجودہ قیمت پر بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔
- زرعی زمین اگر تجارت کی نیت سے خریدی جائے تو اس پر بھی زکوۃ واجب ہے۔ اگر زراعت کی نیت سے خریدی جائے تو زکوۃ واجب نہیں۔

زکوۃ کس کو نہیں دے سکتے:

- زکوٰۃ کی رقم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لیے حلال نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے مراد ہیں: آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر، آلِ عباس اور آلِ حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم۔ جو مذکورہ پانچ بزرگوں کی نسل سے ہو اسے زکوٰۃ نہیں دے سکتے، ان کا تعاون اور ذریعے سے کیا جائے۔

- اصل یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان یعنی بنو ہاشم کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ عام طور پر جو مشہور ہے کہ صرف سید کو زکوۃ نہیں دے سکتے یہ ادھوری بات ہے۔ سادات کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے دیگر افراد کو بھی زکوۃ نہیں دی جا سکتی اور نہ ہی صدقات واجبہ دیے جا سکتے ہیں۔
- اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک بنی ہاشم سے ہو اور دوسرا غیر بنی ہاشم سے ہو تو جو غیر بنی ہاشم سے ہو اس کو زکوۃ دی جا سکتی ہے۔ اگر باپ بنی ہاشم سے ہو تو اس کی اولاد بھی بنی ہاشم سے شمار ہو گی۔ اگر باپ غیر بنی ہاشم سے ہو، بیوی بنی ہاشم سے ہو تو اولاد غیر بنی ہاشمی شمار ہو گی کیونکہ نسب میں باپ کا اعتبار ہوتا ہے، ماں کا نہیں۔
- کافر کو زکوۃ دینا جائز نہیں۔
- ایسی NGO's اور ادارے جو شرعی حدود کا لحاظ نہیں کرتے، انہیں زکوۃ دینا جائز نہیں۔

- شوہر اور بیوی ایک دوسرے کو زکوۃ نہیں دے سکتے۔
- اپنے آباء و اجداد یعنی ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ اور اپنی آل اولاد یعنی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسہ نواسی وغیرہ کو زکوۃ دینا جائز نہیں۔ ان کے علاوہ باقی رشتہ داروں کو زکوۃ دے سکتے ہیں۔
- مسجد میں زکوۃ کی رقم نہیں دے سکتے۔
- مستحق ملازمین کو بطور تنخواہ زکوۃ کی رقم دینا جائز نہیں۔

زکوۃ کس کو دے سکتے ہیں:

ہر ایسے مسلمان کو جس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولے[612.36 گرام] چاندی یا اس کی مالیت کے بقدر سونا، نقد رقم، مال تجارت یا روزمرہ کی استعمال سے زائد اشیاء نہ ہوں وہ زکوۃ اور صدقات واجبہ کا مستحق ہے۔

جس کو زکوۃ کی رقم دیں اسے بتانا ضروری نہیں۔ اسے صرف یہ کہہ کر دے سکتے ہیں کہ یہ آپ کے لیے کچھ پیسے ہیں اپنی ضروریات میں استعمال کریں۔

زکوۃ کا بہترین مصرف:

- ❖ مستحق رشتہ دار ہیں اس میں دوہرا ثواب ہے۔ ادائیگیِ زکوۃ اور صلہ رحمی۔
- ❖ دینی مدارس ہیں اس میں دگنا ثواب ہے اشاعت و تحفظ دین اور ادائیگی زکوۃ۔

کاروباری قرضے:

وہ تجارتی یا کاروباری قرضے جو کاروباری اغراض مثلاً فیکٹری لگانے یا مشینری خریدنے کی خاطر لیے جاتے ہیں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ اگر ان قرضوں سے قابل زکوۃ اشیاء خریدی گئی ہیں مثلاً خام مال وغیرہ تو ان پر زکوۃ نہیں لہٰذا انہیں مال زکوۃ کے نصاب کے مجموعے سے منہا کیا جائے گا کیونکہ اس خام مال کی زکوۃ ویسے بھی دینا ہی ہو گی اور

اگر غیر قابل زکوۃ اشیاء خریدی گئی ہیں مثلاً: مشینری، بلڈنگ وغیرہ تو ایسے قرضے نصاب کے مجموعے سے منہا نہیں ہوں گے؛ ان قرضوں پر زکوۃ دینی چاہیے۔

طویل المیعادی قرضے:

سرمایہ دار اور بڑے کاروباری لوگ بینکوں سے جو بڑی رقومات طویل مدت کے لیے بطور قرض لیتے ہیں، ان کاروباری قرضوں کا حکم یہ ہے کہ ہر سال جتنی قسط کی رقم واجب الادا ہوتی ہے، صرف اتنی ہی رقم اصل سرمایہ سے منہا کی جائے گی اور بقیہ قرض کو مالِ زکوۃ کے نصاب سے منہا نہیں کیا جائے گا، بلکہ بقیہ کل مالیت کا حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

اسی طرح اگر کسی نے انفرادی طور پر بھی طویل المیعادی قرض لیا ہو تو صرف موجودہ ایک سال [زکوۃ کے حساب والے سال] کی واجب الادا رقم اس کی قابلِ زکوۃ رقم سے منہا کی جائے گی۔ آئندہ سالوں میں واجب الادا رقم کل حساب سے منہا نہیں کی جائے گی۔

زکوۃ کا حساب کیسے کریں؟:

حساب لگانے سے پہلے دو چیزوں کو سمجھ لیں:

نمبر 1: قابل زکوۃ اموال اور اثاثہ جات۔

نمبر 2: مالیاتی ذمہ داریاں یعنی جو رقم قابل زکوۃ اموال سے کم کرنی ہے۔

قابل زکوۃ اشیاء اور اثاثہ جات:

❖ سونا اور چاندی، کسی بھی شکل میں ہوں اور کسی بھی مقصد کے لیے ہوں، کھوٹ اور نگینے نکال کر ان کی جو مالیت بنے وہ نوٹ کر لیں۔

❖ گھر میں یا جیب میں موجود رقم۔

❖ بینک اکاؤنٹ یالاکر میں موجود رقم۔

❖ غیر ملکی کرنسی کی موجودہ مالیت۔

❖ پرائز بانڈ۔

❖ مستقبل کے کسی منصوبے؛حج،بچوں کی شادی وغیرہ کیلیے جمع شدہ رقم۔

❖ تکافل یاانشورنس پالیسی میں جمع شدہ رقم۔

نوٹ: انشورنس کروانا حرام ہے، اگر کسی نے کروائی ہو تو فوراً ختم کر دے۔ انشورنس پالیسی میں جمع شدہ رقم پر بھی زکوۃ واجب ہے۔

❖ جو قرض دوسروں سے لیناہے۔

❖ کمیٹی BC کی جو رقم جمع کرا چکے ہیں اور ابھی کمیٹی نہیں نکلی۔

❖ کسی بھی چیز کے لیے ایڈوانس میں دی گئی رقم جب کہ وہ چیز ابھی ملی نہ ہو۔

❖ سرمایہ کاری، مضاربت، شراکت میں لگی ہوئی رقم۔

❖ شئیرز، سیونگ سرٹیفیکیٹس، این آئی ٹی یونٹس، این ڈی ایف سیونگ سرٹیفیکیٹس، پراویڈنٹ فنڈ کی وصول شدہ یا کسی اور ادارے میں مالک کے اختیار سے منتقل شدہ رقم۔

❖ مال تجارت یعنی دکان، گودام یا فیکٹری میں جو سٹاک قابل فروخت ہے اس کی موجودہ قیمت۔

❖ خام مال جو فیکٹری، دکان یا گودام میں موجود ہے،اس کی موجودہ قیمت۔

❖ فروخت شدہ مال کے بدلے میں حاصل شدہ اشیاء کی مالیت اور فروخت شدہ مال کی قابل وصول رقم۔

❖ فروخت کرنے کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ، گھر، فلیٹ ، دکان یا زمین کی موجودہ قیمت۔

❖ اوپر ذکر کردہ تمام اشیاء کی کل مالیت کا حساب نکال کر ٹوٹل کر لیں اور اسے A کا نام دے دیں۔

مالیاتی ذمہ داریاں:

یعنی جو رقم قابل زکوۃ اموال سے کم کرنی ہے۔

- قرض جو ادا کرنا ہے یعنی ادھار لی ہوئی رقم۔
- ادھار خریدی ہوئی چیزوں کی جو رقم ادا کرنی ہے۔
- بیوی کا حق مہر جو ابھی ادا کرنا ہے۔
- پہلے سے نکلی ہوئی کمیٹی BC کی جو بقیہ قسطیں ادا کرنی ہیں۔
- آپ کے ملازمین کی تنخواہیں جو اس تاریخ تک واجب الادا ہوں۔
- ٹیکس، دکان مکان وغیرہ کا کرایہ، یوٹیلٹی بلز وغیرہ جو اس تاریخ تک واجب الادا ہوں۔
- گذشتہ برسوں کی زکوۃ جو ابھی ادا نہیں کی گئی۔

مذکورہ تمام اشیاء کی کل مالیت کا حساب لگا کر ان کا بھی ٹوٹل کر لیں اور اسے B کا نام دے دیں۔

اب قابل زکوۃ اشیاء کی کل مالیت سے یہ بعد والی رقم یعنی مالیاتی ذمہ داریوں والی رقم تفریق کر دیں۔۔ یعنی A میں سے B کو تفریق کریں۔ جو جواب آئے اس کو چالیس 40 پر تقسیم کر دیں۔ اب جو جواب آئے وہ آپ کے ذمہ واجب الادا زکوۃ کی کل رقم ہے۔ مثال کے طور پر فرض کریں A کی مقدار بیس لاکھ اور B کی مقدار دو لاکھ ہے۔ بیس لاکھ میں سے دو لاکھ مائنس کیا تو جواب آیا اٹھارہ لاکھ۔ اس کو چالیس پر تقسیم کیا تو جواب آیا پینتالیس ہزار۔ تو 45 ہزار روپے آپ کے ذمہ زکوۃ کی کل رقم ہے۔ آپ یہ رقم اکٹھی بھی دے سکتے ہیں اور تھوڑی تھوڑی کر کے بھی ادا کر سکتے ہیں۔

توجہ طلب:

- ❖ خواتین کے ذاتی استعمال کے زیور پر بھی زکوۃ فرض ہے۔
- ❖ استعمال کی گاڑیوں، گھروں اور دیگر سامان پر زکوۃ نہیں۔
- ❖ منافع کمانے کے لیے خریدے گئے پلاٹ پر زکوۃ ہے، گھر بنانے کے لیے خریدے گئے پلاٹ پر زکوۃ نہیں۔

سال گذرنے سے مراد:

"ایک سال مال پر گزر جائے" اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر ہر روپے یا مال پر مستقل سال گزرے۔ سال گزرنے سے مراد یہ ہے کہ جس تاریخ میں آپ کے پاس پیسہ یا نصاب موجود ہو، وہ تاریخ طے کرلیں۔ یہ تاریخ قمری [چاند کی] تاریخ ہونی چاہیے۔ اگر تاریخ یاد نہ ہو تو کوئی بھی قمری تاریخ طے کرلیں اور آئندہ سال جب وہی تاریخ آئے اس وقت حساب کرلیں، سال کے درمیان میں پیسے آتے جاتے رہیں، اس سے فرق نہیں پڑتا۔

فرض کریں گزشتہ سال 10 رمضان کو اگر آپ 5 لاکھ روپے کے مالک تھے، جس پر ایک سال بھی گزر گیا تھا۔ زکوۃ ادا کردی گئی تھی۔ اِس سال رمضان تک جو رقم آتی جاتی رہی اُس کا کوئی اعتبار نہیں، بس اِس رمضان میں دیکھ لیں کہ آپ کے پاس اب کتنی رقم ہے، اور اُس رقم پر زکوۃ ادا کردیں۔ مثلاً اِس رمضان میں 6 لاکھ روپے آپ کے پاس قرض نکال کر باقی بچ گئے ہیں تو 6 لاکھ پر 2.5% زکوۃ ادا کردیں۔

غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ رجب کو زکوۃ کا مہینہ سمجھتے ہیں اور بعض شعبان کو اور کچھ لوگ رمضان کو زکوۃ کا مہینہ سمجھتے ہیں اور اسی مہینے میں زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ یہ بات درست

نہیں۔ قمری تاریخ کے اعتبار سے جس تاریخ کو نصاب کے پیسے پورے ہو جائیں، وہی زکوۃ کی تاریخ ہے اور وہی زکوۃ کا مہینہ ہے۔ اگر وہ تاریخ یاد نہ ہو تو کوئی ایک تاریخ طے کر لیں اور آئندہ ہر سال اسی تاریخ کو حساب کیا کریں۔

دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ اس تاریخ کو حساب کرنا ضروری ہے، ادا جب چاہیں کر سکتے ہیں، رمضان میں کریں یا غیر رمضان میں۔ یکمشت ادا کریں یا تھوڑے تھوڑے کر کے، دونوں طرح ٹھیک ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

پیر، 5 اپریل، 2021ء

ماہ رمضان اور عبادات

اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر ہمیں وہ عظمتوں، برکتوں اور رحمتوں والا مہینہ عطا فرمایا ہے، جس کا مقابلہ سال کے باقی مہینوں میں سے کوئی نہیں کر سکتا یعنی ماہ رمضان المبارک عطا فرمایا ہے اس مہینے کو دیگر تمام مہینوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اس مہینے میں اللہ رب العزت کی رحمتوں، عنایات اور کرم نوازیوں کی عجیب شان ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اس کی بہت ترغیب دی ہے۔ ام المومنین صدیقہ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ شَدَّ مِئْزَرَهُ، ثُمَّ لَمْ يَأْتِ فِرَاشَهُ حَتّٰى يَنْسَلِخَ ۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث 3352

ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمرِ ہمت کس لیتے اور اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔

لیکن جب رمضان کی آخری دس راتیں آتیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهَا۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 796

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری دس دنوں میں جو کوشش فرماتے وہ باقی دنوں میں نہ فرماتے تھے۔

رمضان المبارک میں چونکہ اجر و ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے اس لیے جتنی بھی عبادات انسان کر سکتا ہو وہ ضرور کرے۔

1... تہجد:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأَبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ إِلَى رَبِّكُمْ وَمَكْفَرَةٌ لِلسَّيِّئَاتِ وَمَنْهَاةٌ لِلْإِثْمِ.

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 3472

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں تہجد ادا کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ تم سے پہلے نیک بندوں کی عادت بھی یہی تھی یہ تمہارا اپنے رب سے قربت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، یہ عمل تمہاری برائیوں کو مٹانے والا اور تمہیں گناہوں سے بچانے والا ہے۔

2... سحری:

عَن أَنَس بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 1923

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کا کھانا کھاؤ کیونکہ اس میں برکت ہے۔

عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَسَحَّرُ۔ فَقَالَ: إِنَّهَا بَرَكَةٌ أَعْطَاكُمُ اللهُ إِيَّاهَا فَلَا تَدَعُوهُ۔

سنن النسائی، رقم الحدیث: 2162

ترجمہ: صاحب الزیادی عبد الحمید رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے عبد اللہ بن

حارث رضی اللہ عنہ سے کسی صحابی کا یہ واقعہ سنا، ایک صحابی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سحری کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سحری کا کھانا ایسا بابرکت ہے جو اللہ تعالیٰ نے (اپنے فضل سے) عطا کیا ہے لہٰذا اسے مت چھوڑو۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَسَحَّرُوا وَلَوْ بِجُرْعَةٍ مِنْ مَاءٍ۔

المقصد العلی فی زوائد ابی یعلیٰ، رقم الحدیث:510

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کیا کرو اگرچہ ایک گھونٹ پانی پینے کی صورت میں ہی ہو۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَ السُّحُورُ التَّمْرُ۔

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:6689

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی سحری کھجور والی ہے۔

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْعُو إِلَى السَّحُورِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ وَقَالَ: هَلُمُّوا إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ۔

سنن النسائی، رقم الحدیث:2163

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رمضان کے مہینے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سحری کی دعوت دیتے ہوئے سنا آپ یوں فرمایا کرتے تھے: آؤ! بابرکت کھانے کی طرف آؤ۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِيْنَ۔

موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، رقم الحدیث:880

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور اس کے فرشتے ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:2518

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان فرق کرنے والی چیز سحری کا کھانا ہے۔

3...روزہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيَتْ أُمَّتِي خَمْسَ خِصَالٍ فِي رَمَضَانَ لَمْ تُعْطَهَا أُمَّةٌ قَبْلَهُمْ خُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يُفْطِرُوا وَيُزَيِّنُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ جَنَّتَهُ ثُمَّ يَقُولُ يُوشِكُ عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ أَنْ يُلْقُوا عَنْهُمُ الْمَئُونَةَ وَالْأَذَى وَيَصِيرُوا إِلَيْكِ وَيُصَفَّدُ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ فَلَا يَخْلُصُوا إِلَى مَا كَانُوا يَخْلُصُونَ إِلَيْهِ فِي غَيْرِهِ وَيُغْفَرُ لَهُمْ فِي آخِرِ لَيْلَةٍ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ؟ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ إِنَّمَا يُوَفَّى أَجْرَهُ إِذَا قَضَى عَمَلَهُ

مسند احمد، رقم الحدیث:7917

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کو رمضان شریف میں پانچ چیزیں خاص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں دی گئیں:

1: ان کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

2: ان کے لیے فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ افطار کے وقت تک دعا کرتے ہیں۔

3: ان کے لیے ہر روز جنت کو سجایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عنقریب میرے نیک بندے اپنے اوپر سے مشقتیں ہٹا کر تیری طرف آئیں گے۔

4: اس میں سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں اور لوگ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں جاسکتے ہیں۔

5: رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کی جاتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: کیا یہ شب قدر ہے؟ فرمایا: نہیں، بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو مزدوری کام ختم ہونے کے وقت دی جاتی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا فِي رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ رَخَّصَهَا اللهُ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صِيَامُ الدَّهْرِ۔

مسند احمد، رقم الحدیث:9908

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بغیر کسی شرعی عذر کے رمضان کے ایک دن کا روزہ چھوڑ دے اور پھر (اس کی تلافی کرنے کے لیے) تمام عمر کے روزے بھی رکھے تو اس ایک روزے کا بدل نہیں ہو سکتا۔

4...فرض نماز:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُولُ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا مَا تَقُولُ ذَٰلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ قَالُوا لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا قَالَ فَذَٰلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:528

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بتاؤ کسی کے دروازے پر ایک بڑی نہر ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ بار نہاتا ہو تو کیا اس کے بدن پر میل کچیل رہ سکتی ہے؟ عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان نمازوں کے سبب خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔

5…باجماعت نماز:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:645

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نماز جو جماعت کے ساتھ ادا کی جائے وہ اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت والی ہے۔

6… نماز کے بعد اذکار:

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ: اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:1273

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز مکمل فرماتے تو تین بار استغفر اللہ پڑھتے اور پھر یوں دعا کرتے اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالإِكْرَامِ. اے اللہ آپ ہی سلامتی والے ہیں، آپ کی طرف سے ہی سلامتی ملتی ہے آپ ہی برکت بزرگی اور عزت والے ہیں۔

7...اشراق کے نوافل:

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّی الْفَجْرَفِیْ جَمَاعَۃٍ ثُمَّ قَعَدَ یَذْکُرُاللہَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ کَانَتْ لَہٗ کَاَجْرِ حَجَّۃٍ وَّ عُمْرَۃٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَامَّۃٍ تَامَّۃٍ تَامَّۃٍ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:535

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے فجر کی نماز باجماعت پڑھی، پھر وہیں اللہ کا ذکر کرنے بیٹھ گیا یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔ پھر اس نے دو رکعتیں پڑھیں تو اس کے لئے ایک مکمل حج اور عمرہ کا ثواب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ "مکمل" کا لفظ تین بار ارشاد فرمایا۔

فائدہ: اشراق کا وقت سورج طلوع ہونے کے بارہ منٹ بعد شروع ہوتا ہے۔

8...چاشت کے نوافل:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ فَکُلُّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَہْلِیْلَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَۃٌ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ وَیُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَکْعَتَانِ یَرْکَعُھُمَا مِنَ الضُّحٰی۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:1704

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب صبح ہوتی ہے تو انسان کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ ہر بار سبحان اللہ کہنا ایک صدقہ ہے، ہر بار الحمد للہ کہنا ایک صدقہ ہے، ہر بار لا الہ الا اللہ کہنا ایک صدقہ ہے، ہر بار اللہ اکبر کہنا ایک صدقہ ہے، اچھی بات کا حکم کرنا ایک صدقہ ہے، بری بات سے روکنا ایک صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے چاشت کی دو رکعتیں کافی ہو جاتی ہیں جنہیں انسان پڑھ لیتا ہے۔

فائدہ: اس کا وقت طلوع آفتاب کے بعد شروع ہو کر زوال تک رہتا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ دن کے چوتھائی حصہ گزرنے کے بعد پڑھی جائے۔

9...اوابین کے نوافل:

عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ .. رَأَيْتُ حَبِيْبِيْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكْعَاتٍ وَقَالَ مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكْعَاتٍ غُفِرَتْ لَهٗ ذُنُوْبُهٗ وَاِنْ كَانَ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ ۔

المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: 7245

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھیں تو اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

فائدہ: اوابین نماز مغرب کے بعد عام طور پر چھ رکعت پڑھی جاتی ہیں۔

10...تلاوت قرآن:

قرآن کریم کو رمضان المبارک سے بہت نسبت ہے۔ اسی مبارک مہینے میں قرآن کریم نازل ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے میں حضرت جبرئیل امین علیہ

السلام سے قرآن کریم کا دَور (سننا اور سنانا) فرمایا کرتے تھے۔

عَنْ زَيْدٍ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلاَّمٍ يَقُولُ: حَدَّثَنِي أَبُو أُمَامَةَ الْبَاهِلِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لأَصْحَابِهِ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:1825

ترجمہ: حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تم قرآن کو پڑھو اس لیے کہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا۔

11...توبہ و استغفار

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ فِيكَ وَلَا أُبَالِي. يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أُبَالِي۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:3463

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اے آدم کی اولاد! تو جب بھی مجھ سے دعا کا طالب بن کر آئے گا اور مجھ سے معافی کی امید لگائے گا تو میں تیری مغفرت کر دوں گا، خواہ تو نے کتنے ہی بڑے گناہ کیے ہوں مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ اے آدم کی اولاد! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک بھی پہنچ جائیں اور پھر بھی تو مجھ سے مغفرت مانگے، میں تیری مغفرت کر دوں گا اور اس پر مجھے کسی کی کوئی پرواہ بھی نہیں۔

12...دعا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 3295

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ سے نہیں مانگتا تو اس پر اللہ ناراض ہو جاتے ہیں۔

یہ دستورِ دنیا کے بالکل برعکس ہے کیونکہ دنیا والوں سے مانگو تو ناراض اور نہ مانگو تو خوش ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود اگر ہم اس ذات سے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کی دعا نہ مانگیں تو بتائیے ہم سے زیادہ بے عقل اور کون ہو گا؟

13...صدقہ و خیرات:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3220

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جود و سخا میں تمام انسانوں سے بڑھ کر تھے، اور رمضان المبارک میں جبکہ جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آتے تھے آپ کی سخاوت بہت ہی بڑھ جاتی تھی، جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آپ کے پاس آتے تھے، آپ سے قرآنِ کریم کا دور کرتے تھے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیاضی و سخاوت اور نفع رسانی میں بادِ رحمت سے بھی بڑھ کر ہوتے تھے۔

اس مہینے میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور واجب صدقات ادا کرنا تو انسان کے ذمے ہیں، ان کے ساتھ کوشش کرنی چاہیے کہ نفلی صدقات کا اہتمام بھی کیا جائے۔ کسی نادار روزہ دار کا روزہ افطار کرانا، کسی محتاج کی مدد کرنا، کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا، یتیم اور بیواؤں کا خیال رکھنا وغیرہ ایسی نیکیاں ہیں جو اس ماہِ مقدس میں ضرور کی جائیں۔

14...صبر و تحمل:

رمضان المبارک میں روزوں کی وجہ سے خشکی آجاتی ہے اور مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے اس لیے ایسے موقع پر اپنے آپ پر قابو پانا اور صبر سے کام لینا بہت ضروری ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے پر قابو پانے والے بردبار اور حلیم مزاج شخص کی تعریف و توصیف فرمائی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:6114

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلوان وہ شخص نہیں جو غصے کے وقت لوگوں کو پچھاڑ ڈالے بلکہ پہلوان تو وہ شخص ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔

15...افطاری:

عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلَى طَعَامٍ وَشَرَابٍ مِنْ حَلَالٍ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ فِي سَاعَاتِ شَهْرِ رَمَضَانَ، وَصَلَّى عَلَيْهِ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:6162

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی حلال کی کمائی میں سے کسی روزہ دار کو روزہ افطار کراتا ہے تو اس کے لیے پورا رمضان فرشتے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں اور لیلۃ القدر میں جبرائیل امین علیہ السلام بھی اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں۔

16…تراویح:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث:37

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے تراویح پڑھی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ.

مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث:7774

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ماہ مقدس رمضان المبارک کی صحیح طور پر قدر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 12 اپریل، 2021ء

روزے کی حقیقت اور حفاظت

اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اعمال کرنے اور ان کو ضائع ہونے سے بچانے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ رمضان المبارک کی سب سے بڑی عبادت روزہ ہے۔ جس طرح روزہ رکھنا ضروری ہے اس طرح ان تمام باتوں سے روزے کی حفاظت بھی ضروری ہے جن کی وجہ سے روزے کا ثواب کم ہو جاتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے۔ ذیل میں اس ضمن میں چند احادیث مبارکہ پیش کی جارہی ہیں:

روزہ دار جھوٹ نہ بولے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 1903

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو (روزہ دار) جھوٹ بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا، تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی وقعت نہیں۔

فائدہ: حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ روزہ دار شخص کو چاہیے کہ وہ جھوٹ سے بچے ورنہ سوائے بھوکا پیاسا رہنے کے کچھ نہیں ملے گا یہ الگ بات ہے کہ روزہ کی حالت میں جھوٹ بولنے سے روزہ ٹوٹتا نہیں لیکن بہر حال روزے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ.

سنن ابن ماجۃ، رقم الحدیث: 1690

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سارے (ظاہری طور پر) روزہ دار ایسے ہیں کہ انہیں سوائے بھوک (اور پیاس) کے کچھ نہیں ملتا۔ اور بہت سارے (ظاہری طور پر) راتوں کو عبادت کرنے والے ایسے ہیں کہ انہیں سوائے جاگنے کے کچھ نہیں ملتا۔

فائدہ: حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ روزہ کا حقیقی مقصد تقویٰ ہے اگر روزہ رکھنے کے باوجود تقویٰ حاصل نہیں ہو رہا تو یہ روزہ محض بھوکا رہنے کا نام ہے اور بس۔ اس لیے روزہ رکھ کر اس کے مقصد کو حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

میں روزے سے ہوں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ، إِنَّمَا الصِّيَامُ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، فَإِنْ سَابَّكَ أَحَدٌ أَوْ جَهِلَ عَلَيْكَ، فَلْتَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ، إِنِّي صَائِمٌ.

صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1996

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ محض کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں بلکہ حقیقت میں روزہ فضول باتوں اور بے ہودہ کاموں سے رکنے کا نام ہے۔ اس لیے اے روزہ دار! اگر آپ کو گالی (یا کوئی نامناسب کہہ) دے یا آپ سے جاہلانہ برتاؤ کرے تو آپ اسے یوں کہہ دیا کرو کہ میں روزے سے ہوں، میں روزے سے ہوں۔

روزے کا حقیقی مقصد:

عَنِ الشَّعْبِيِّ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ وَحْدَهُ وَلَكِنَّهُ مِنَ الْكَذِبِ وَالْبَاطِلِ وَاللَّغْوِ

مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: 8975

ترجمہ: امام شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

روزہ کا مقصد محض کھانے پینے کو چھوڑنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ مقصد تقویٰ کو حاصل کر کے نصیب ہوتا ہے جس میں جھوٹ، ناحق بات اور فضول گوئی کو چھوڑنا بنیادی طور پر شامل ہے۔

روزے کی حفاظت:

عَنْ مُجَاهِدٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ : خَصْلَتَانِ مَنْ حَفِظَهُمَا سَلِمَ لَهُ صَوْمُهُ اَلْغِيبَةُ وَالْكَذِبُ۔

مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: 8980

ترجمہ: حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ دو ایسی عادتیں ہیں جس شخص نے ان کی رعایت کی اس نے اپنے روزے کو (ضائع ہونے سے) بچا لیا۔ ان میں سے ایک غیبت سے بچنا اور دوسرا جھوٹ سے بچنا۔

مذکورہ بالا تمام روایات و آثار سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ روزہ کا حقیقی مقصد محض کھانے پینے کے چھوڑ کر سارا دن بھوکا پیاسا رہنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ تمام اعضاء کو گناہوں سے بچانے سے حاصل ہوتا ہے اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ روزہ رکھ کر خود کو گناہوں سے بچائیں تاکہ ہمیں روزے کا حقیقی مقصد نصیب ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

[signature]

پیر، 19 اپریل، 2021ء

کرونا وائرس اور ہماری معاشرتی ذمہ داریاں

اللہ تعالیٰ پوری انسانیت کو کرونا جیسی مہلک وبا سے محفوظ فرمائے۔ دنیا کے بہت سے ممالک میں اس وبا کی تیسری لہر عروج پر ہے۔ بہت زیادہ لوگ اس کا شکار ہو کر زندگی و موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں اور بہت سے لوگ مر رہے ہیں۔ اس موقع پر بحیثیت انسان ہماری اجتماعی طور پر معاشرتی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ مزید یہ کہ اس بارے اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟ کون سے ایسے کام ہیں جو اس موقع پر ہمیں کرنے چاہییں اور کون سے کام ایسے ہیں جو ہمیں نہیں کرنے چاہییں۔ ذیل میں چند باتیں اختصار و جامعیت کے ساتھ ذکر کی جا رہی ہیں۔

بلا ضرورتِ شدیدہ گھر سے نہ نکلیں:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ: اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلَى خَطِيْئَتِكَ۔

جامع الترمذی، الرقم:2406

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ (فتنوں، گناہوں اور پریشانیوں سے) نجات کیسے ممکن ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زبان پر مکمل کنٹرول رکھو! زیادہ تر وقت اپنے گھر میں رہو اور اپنے گناہوں پر روتے رہا کرو۔

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْفِتْنَةِ:......وَالْزَمُوا فِيهَا أَجْوَافَ بُيُوتِكُمْ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2204

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں (سے بچاؤ) کے بارے میں فرمایا:... اپنے آپ کو اپنے گھروں تک محدود کر لینا۔

فائدہ: جس طرح فتنہ ایک روحانی وبا ہے اس سے بچنے کے لیے گھروں میں رہنا حفاظت کا باعث ہے اسی طرح کرونا ایک جسمانی وبا ہے اس سے بچنے کے لیے بھی گھروں میں رہنا حفاظت کا باعث ہے۔

وبا والے علاقے میں نہ جائیں نہ آئیں:

عَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُونِ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوهَا وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:5728

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی جگہ کے بارے میں سنو کہ وہاں طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ، اور جہاں تم موجود ہو اگر وہاں یہ وبا پھیل جائے تو وہاں سے مت نکلو۔

وبا والے شخص کے پاس بلا ضرورت نہ جائیں:

عن أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ... فِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:5707

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جذام کے مرض میں مبتلا شخص سے ایسے دور بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو (یعنی قریب نہ جاؤ)۔

وبا سے متاثرہ مریض سے نہ ملیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ فِي وَفْدِ ثَقِيفٍ رَجُلٌ مَجْذُومٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَارْجِعْ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:5958

ترجمہ: حضرت عمرو بن شرید رحمہ اللہ اپنے والد شرید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف کے وفد کے ہمراہ ایک ایسا شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے لیے آیا جسے جذام کا مرض تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے (ملے بغیر ہی) اطلاع بھیجی کہ ہم نے آپ کو بیعت کر لیا آپ واپس چلے جائیں۔

وبا سے متاثرہ مریض سے سماجی فاصلہ رکھیں:

عَنِ الزُّهْرِيِّ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لِلْمُعَيْقِيبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اِجْلِسْ مِنِّي قَيْدَ رُمْحٍ قَالَ: وَكَانَ بِهِ ذَاكَ الدَّاءُ وَكَانَ بَدْرِيًّا۔

تہذیب الآثار للطبری، رقم الحدیث: 1332

ترجمہ: امام زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے معیقیب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھ سے ایک کمان کے برابر دور بیٹھو۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان کو یہ فرمانا اس لیے تھا کہ انہیں اس وقت کو کوئی متعدی مرض تھا۔ ورنہ تو وہ بدری صحابی تھے۔

فائدہ: ایک کمان کی مقدار تقریباً ایک میٹر کے قریب فاصلہ بنتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں متعدی بیماریوں کی وجہ سے سوشل ڈسٹینسنگ یا سماجی فاصلے کا اعتبار کیا گیا ہے۔ نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اگر انہیں متعدی مرض نہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں کبھی یوں نہ فرماتے کیونکہ وہ بدری صحابی تھے اور صحابہ کرام میں بدری صحابہ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔

سگریٹ نوشی سے بچیں:

سگریٹ نوشی ہرگز نہ کریں۔ یہ پھیپھڑوں کو سخت نقصان دیتی ہے۔ کووڈ کی بیماری کا پہلا حملہ پھیپھڑوں پر ہی ہوتا ہے۔ شریعت نے ہر اس چیز سے منع کیا ہے جو بدن کو نقصان دیتی ہو۔ وبا کے ان دنوں میں سگریٹ نوشی سے مکمل اجتناب کریں۔

احتیاطی تدابیر اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أُرْسِلُ نَاقَتِي وَأَتَوَكَّلُ؟ قَالَ: اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ۔

شعب الایمان للبیہقی: رقم الحدیث:1159

ترجمہ: حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اپنی اونٹنی کو باندھے بغیر یونہی کھلا چھوڑ دوں اور توکل (بھروسہ) کر لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں ایسا کرنا (اسباب کو اختیار نہ کرنا) توکل نہیں بلکہ اونٹنی کی رسی باندھو اور پھر اللہ پر بھروسہ کرو۔ (کیونکہ یہ حقیقتاً توکل ہے)

فائدہ: معلوم ہوا کہ احتیاطی تدابیر کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں بلکہ توکل کے حصول کا سبب ہے۔

ہاتھوں کو بار بار دھوئیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:564

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو اسے چاہیے کہ پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ اچھی طرح دھولے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کا ہاتھ رات کو کسی نامناسب مقام پر لگ گیا ہو۔

فائدہ: حدیث مبارک میں احتیاطاً ہاتھوں کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے اگر

ڈاکٹرز بیماری سے بچنے کے لیے احتیاطی تدبیر کے طور پر ہاتھوں کو دھونے کا کہیں تو یہ حکم شریعت کے خلاف نہیں بلکہ موافق ہے۔

ماسک استعمال کریں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا عَطَسَ غَطَّى وَجْهَهُ بِيَدِهِ أَوْ بِثَوْبِهِ وَغَضَّ بِهَا صَوْتَه۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2745

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب چھینکتے تو اس وقت اپنے چہرے کو ہاتھوں یا کپڑے سے ڈھانپ لیتے اور جہاں تک ممکن ہوتا اپنی آواز کو پست رکھتے۔

فائدہ: وبائی مرض سے بچنے کے لیے ماسک کا استعمال کرنا یہ احتیاطی تدبیر ہے اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے۔ جب چھینک آئے تو ہاتھ / کپڑا / ٹشو وغیرہ سے منہ کو ڈھانکنا چاہیے۔

مسواک کا اہتمام کریں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ۔

سنن النسائی، رقم الحدیث: 5

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک منہ کی پاکیزگی اور رب تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے۔

فائدہ: مشائخ کرام نے مسواک کے ستر فوائد لکھے ہیں، بہت ساری بیماریوں سے شفاء کا ذریعہ ہے بالخصوص سانس اور پھیپھڑوں کی بیماری سے چونکہ کرونا پھیپھڑوں کو متاثر کرتا ہے، اس لیے اس سے بچنے کے لیے مسواک کا استعمال کرنا مفید ہے۔ اسی

طرح اس کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسواک کرنے والے کی موت کا معاملہ آسان ہوتا ہے۔

صدقہ وخیرات کا اہتمام کریں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ۔

السنن الکبریٰ للبیہقی، الرقم:6593

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بیماروں کا علاج صدقہ کے ذریعے کرو۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَصَدَقَةُ الْعَلَانِيَةِ تَقِي مِيْتَةَ السُّوءِ۔

شعب الایمان للبیہقی، الرقم:7704

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چپکے سے صدقہ کرنا رب تعالیٰ کے غضب کو دور کرتا ہے اور علانیہ صدقہ کرنا بری موت سے بچاتا ہے۔

فائدہ: کرونا وبائی مرض ہے اس سے بچنے کے لیے صدقے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

توبہ واستغفار کا اہتمام کریں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَزِمَ الِاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللهُ لَهُ مِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَمِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.

سنن ابن ماجۃ، رقم الحدیث:3819

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص استغفار کی عادت بنالے اللہ تعالیٰ اسے ہر تنگی و پریشانی سے نکلنے کا راستہ دے دیتے ہیں اور ہر رنج و غم سے نجات عطا فرما دیتے ہیں۔ مزید یہ کہ اس کو ایسی ایسی جگہوں سے (حلال اور وسعت والا) رزق دیتے ہیں جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

فائدہ: کرونا کی وجہ سے انسانیت تنگی و پریشانی میں مبتلا ہے۔ اس کا حل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے اپنے گناہوں سے معافی مانگنے کو قرار دیا ہے۔

غذا، دوا اور دعا:

غذا میں شہد اور کلونجی کا استعمال کریں، نیم گرم پانی میں لیموں نچوڑ کر اسے استعمال کریں۔ اور بھی جو ڈاکٹر تجویز کریں انہیں استعمال کریں۔ دوا کا استعمال کریں۔ خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ ڈاکٹرز کی ہدایات کے مطابق چلیں۔ اور دعا کا اہتمام کریں، چند دعائیں یہ ہیں:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُونِ وَالْجُذَامِ وَمِنْ سَيِّئِ الأَسْقَامِ۔

بِسْمِ اللهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔

مریض کو دیکھ کر یہ دعا مانگیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا

بلا تفریق دین ایک دوسرے کی مدد کریں:

دین، مذہب اور مسلک سے بالاتر ہو کر آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں، خیر خواہی کریں، ہمدردی سے پیش آئیں۔ اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے اس

وقت ہم سب بحیثیت انسان اس موذی وبا کا شکار ہیں۔ اس موقع پر مسلم اور غیر مسلم کی تفریق کے بغیر انسانیت کی مدد کریں۔

ریاست اور ریاستی اداروں کا تعاون کریں:

احتیاطی تدابیر کے لیے ریاست اور ریاستی اداروں کا مکمل ساتھ دیں، ایسے موقع پر مخالفت کر کے اُن کے لیے مسائل کھڑے نہ کریں۔ شرعی معاملات میں اہل حق علماء کی بات مانیں اور انتظامی معاملات میں ریاستی اداروں کی بات مانیں۔ جس طرح شرعی امور میں اہل حق علماء پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی بات ماننا ضروری ہے اسی طرح انتظامی امور میں حکومت کی بات ماننا ضروری ہے۔

مساجد اور مدارس کو آباد رکھیں:

سماجی فاصلوں کی حکومتی پابندیوں کے باوجود مساجد اور مدارس کو ویران ہونے سے بچائیں ۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم انسان ہیں ، انسان ہونے کے ناتے ہمیں انسانیت کی خدمت کرنی چاہیے اور مسلمان ہونے کے ناتے ہمیں اسلام کے تقاضوں پر پورا اترنا چاہیے ۔ اس لیے اللہ تعالیٰ پر توکل رکھیں۔ رجوع الی اللہ کرتے ہوئے تعلیمات اسلامیہ پر عمل کریں۔ حکمت و تدبر کو ملحوظ رکھتے ہوئے مصائب و مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کریں۔ کم ہمتی اور مایوسی کا شکار نہ ہوں۔ اللہ ہم سب کو اس موذی وبا سے نجات عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

[signature]

پیر، 26 اپریل، 2021ء

صدقۃ الفطر کے فضائل و احکام

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس ذات نے ہمیں رمضان المبارک جیسا بابرکت مہینہ عطا فرمایا اور اس مقدس میں مہینے تراویح، سحری، روزہ، افطاری، اعتکاف، قیام لیلۃ القدر جیسے اعمال نصیب فرمائے۔ جس میں رحمت، گناہوں سے معافی اور جہنم سے آزادی جیسی سعادتیں عطا کیں۔ ان تمام انعامات پر بطور بدنی شکرانہ عید الفطر اور مالی شکرانہ فطرانے کا حکم دیا۔

صدقۃ الفطر واجب ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 1503

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سے ہر غلام و آزاد مرد وعورت بچے اور بوڑھے پر بطور صدقۃ الفطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو دینے کو ضروری (واجب) قرار دیا۔

صدقۃ الفطر کے دو اہم مقاصد:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ۔

سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 1611

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے روزہ داروں کی فضول و بے مقصد باتوں سے پاکیزگی کے لیے اور غریبوں کے کھانے کے لیے صدقۃ الفطر کو ضروری (واجب) قرار دیا۔

فائدہ: حدیث مبارک میں صدقۃ الفطر کے دو اہم مقاصد کو بیان کیا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ روزہ کو فضول، بے مقصد اور بے ہودہ باتوں اور کاموں کے برے اثرات سے پاک کرنا۔ دوسرا یہ ہے کہ خوشی کے اس موقع پر غرباء و مساکین کو اپنی خوشیوں میں شریک کرنا ہے۔

چاند رات... عبادت کی رات:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلّٰهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 1782

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دونوں عیدوں (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتوں میں ثواب کا یقین رکھتے ہوئے عبادت میں مشغول رہا تو اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔

انعاماتِ الہیہ کا دن، عید الفطر:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: فَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْفِطْرِ سُمِّيَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةُ لَيْلَةَ الْجَائِزَةِ فَإِذَا كَانَتْ غَدَاةُ الْفِطْرِ بَعَثَ اللهُ الْمَلَائِكَةَ فِي كُلِّ بِلَادٍ فَيَهْبِطُونَ الْأَرْضَ فَيَقُومُونَ عَلَى أَفْوَاهِ السِّكَكِ فَيُنَادُونَ بِصَوْتٍ يُسْمِعُ مَنْ خَلَقَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا الْجِنَّ وَالْإِنْسَ فَيَقُولُونَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ اخْرُجُوا إِلَى رَبِّكُمْ رَبٍّ كَرِيمٍ يُعْطِي الْجَزِيلَ وَيَعْفُو عَنِ الذَّنْبِ الْعَظِيمِ فَإِذَا بَرَزُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ

لِلْمَلَائِكَةِ مَا جَزَاءُ الْأَجِيرِ إِذَا عَمِلَ عَمَلَهُ؟ قَالَ فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ إِلَهَنَا وَسَيِّدَنَا جَزَاؤُهُ أَنْ تُوَفِّيَهُ أَجْرَهُ قَالَ فَيَقُولُ فَإِنِّي أُشْهِدُكُمْ يَا مَلَائِكَتِي أَنِّي قَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَهُمْ مِنْ صِيَامِهِمْ شَهْرَ رَمَضَانَ وَقِيَامِهِمْ رِضَايَ وَمَغْفِرَتِي وَ يَقُولُ: عِبَادِي سَلُونِي فَوَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا تَسْأَلُونِي الْيَوْمَ شَيْئًا فِي جَمْعِكُمْ لِآخِرَتِكُمْ إِلَّا أَعْطَيْتُكُمْ وَلَا لِدُنْيَاكُمْ إِلَّا نَظَرْتُ لَكُمْ وَعِزَّتِي لَأَسْتُرَنَّ عَلَيْكُمْ عَثَرَاتِكُمْ مَا رَاقَبْتُمُونِي وَعِزَّتِي لَا أُخْزِيكُمْ وَ لَا أَفْضَحُكُمْ بَيْنَ يَدَيْ أَصْحَابِ الْأُخْدُودِ انْصَرِفُوا مَغْفُورًا لَكُمْ قَدْ رَاضَيْتُمُونِي وَرَضِيتُ عَنْكُمْ فَتَفْرَحُ الْمَلَائِكَةُ وَتَسْتَبْشِرُ بِمَا أَعْطَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ إِذَا أَفْطَرُوا مِنْ رَمَضَانَ۔

فضائل الاوقات للبیہقی، رقم الحدیث:109

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے جس کا نام لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں یہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں، راستوں کے کناروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے پکارتے ہیں جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اپنے پروردگار کی طرف اپنے رب کریم کی بارگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے۔ پھر جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں: اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ

میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خطاب فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا۔ دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم! جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں کو چھپاتا رہوں گا۔ میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم! میں تمہیں مجرموں کے سامنے رسوا نہیں کروں گا۔ بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کر لیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ اس امت کو جو عید کے دن اجر و ثواب ملتا ہے اسے دیکھ کر فرشتے خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

عید کے دن کرنے کے کام:

- صبح سویرے جلدی اٹھنا
- تہجد ادا کرنا
- نماز فجر مسجد میں باجماعت ادا کرنا
- جسمانی صفائی کرنا، ناخن تراشنا، زیر ناف بال صاف کرنا، مونچھیں کترنا وغیرہ
- غسل کرنا
- مسواک کرنا (یہ اس مسواک کے علاوہ ہے جو وضو کے وقت کی جاتی ہے)
- نئے کپڑے / پاک صاف لباس پہننا، اگرچہ پرانا ہی کیوں نہ ہو
- خوشبو لگانا بشرطیکہ بہت تیز نہ ہو جس کی وجہ سے کسی کو تکلیف پہنچے۔
- صدقہ فطر / روزوں کا فدیہ نماز عید سے پہلے ادا کرنا۔

نوٹ: نماز عید کے بعد بھی ان کو ادا کیا جا سکتا ہے۔

- نماز عید کی ادائیگی کے لیے جامع مسجد یا عید گاہ کی طرف جلدی جانا

- پیدل جانا (کوئی مجبوری ہو تو سواری پر بھی جا سکتے ہیں)
- عید گاہ کی طرف جاتے ہوئے تکبیرات کہتے ہوئے جائیں: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد
- عید گاہ پہنچنے تک تکبیرات پڑھنا
- صحیح العقیدہ مسلمان مرد امام کی اقتداء میں نماز عید ادا کرنا
- عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھجوریں / چھوہارے طاق عدد میں کھانا یا پھر کوئی بھی میٹھی چیز کھانا
- نماز عید خشوع و خضوع سے ادا کرنا
- خطبوں کو مکمل خاموشی اور پوری توجہ سے سننا
- ایک دوسرے کو مبارک باد دینا، لیکن گلے ملنا ضروری نہ سمجھا جائے۔ ہاں اگر کافی عرصہ بعد ملاقات ہوئی ہے تب مل لینے میں حرج بھی نہیں۔
- خوشی اور بشاشت کا اظہار کرنا
- وسعت کے مطابق غرباء، یتامیٰ، مساکین اور نادار افراد کی مالی مدد کرنا
- اپنی حیثیت کے مطابق اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا

عید کی نماز کا طریقہ:

دو رکعت کی نیت کریں، امام تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ کر ثناء پڑھے گا۔ ہمیں بھی تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لینا ہے اس کے بعد تین زائد تکبیریں ہوں گی، اس کے بعد امام کے ساتھ پہلی تکبیر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دینا ہے، دوسری تکبیر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دینا ہے، تیسری تکبیر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھ لینا ہے، اس کے بعد امام قراءت کرے گا یعنی سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے گا اور رکوع سجدہ کر کے پہلی رکعت مکمل ہو گی۔ دوسری رکعت کے لئے اٹھتے ہی امام پہلے قراءت

کرے گا یعنی سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ ملائے گا اس کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے تین زائد تکبیریں ہوں گی، پہلی تکبیر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دینا ہے، دوسری تکبیر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دینا ہے، تیسری تکبیر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دینا ہے، یہاں تک زائد تکبیریں مکمل ہو گئی۔ اس کے بعد بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں گے اور آگے کی نماز دوسری نمازوں کی طرح پڑھنا ہے نماز کے بعد امام صاحب دو خطبے دیں گے انہیں خاموشی سے سننا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں احکام شریعت پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

[signature]

پیر، 05 مئی، 2021ء

اُمّ المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں تمام ازواج مطہرات پر جو امت کی مبارک مائیں کہلائیں۔ ان کا عقیدت و احترام سے ذکر خیر کرنا اور ان کی زندگی سے رہنما خطوط حاصل کر کے عمل کرنا ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ شوال المکرم کی مناسبت سے ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مختصر سوانحی تذکرہ پیش خدمت ہے۔ اسی ماہ میں آپ رضی اللہ عنہا نے ام المومنین ہونے کا شرف حاصل فرمایا۔

نام و نسب:

نام ہند تھا۔ والد کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب یہ ہے: ہند بنت ابی امیہ سہیل بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔ جبکہ والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب اس طرح ہے: ہند بنت عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن جذیمہ بن علقمہ بن جذل بن فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ۔

کنیت:

آپ رضی اللہ عنہا کی کنیت ”اُم سلمہ“ تھی۔

ولادت:

آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے تقریباً 9 سال قبل ہوئی۔

خاندانی پس منظر:

آپ رضی اللہ عنہا کے والد ابو امیہ کا تعلق قریش کے خاندان مخزوم سے تھا ابو امیہ سخی انسان تھے، عموماً جب کسی سفر میں جاتے تو سفر میں شریک تمام دوستوں کے سفر کے اخراجات خود برداشت کرتے، اس لیے ان کا لقب ”زاد الراکب“ پڑ گیا

تھا۔ یعنی مسافروں کی سفری ضروریات کو پورا کرنے والا۔ سخی اور عزت دار گھرانے میں پرورش پانے کی وجہ سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں بھی عزت و حیا اور سخاوت غالب تھی۔

پہلا نکاح:

آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح اپنے چچازاد عبد اللہ بن عبد الاسد سے ہوا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی تھے۔

اولاد:

آپ رضی اللہ عنہا کے عبد اللہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ سے چار بچے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں: سلمہ، عمر، درہ اور برہ۔

سلمہ: حبشہ میں پیدا ہوئے، ان کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی اُمامَہ سے کیا تھا۔ لیکن دونوں بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

عمر: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بحرین اور فارس کے حاکم رہے ہیں۔

دُرّہ: دُرّہ کے بارے میں ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ہم سے کسی نے یہ بات کہی ہے کہ آپ درہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں (کیا یہ بات درست ہے یا غلط؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے اگر میں نے اس کی پرورش نہ بھی کی ہوتی تب بھی وہ میرے لیے کسی طرح جائز نہیں کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔

برہ /زینب: ان کی پیدائش حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل کر کے زینب رکھا تھا، اپنے زمانے کی فقیہہ تھیں۔

قبولِ اسلام:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے شوہر کا شمار اُن اولو العزم لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اعلان نبوت کے کچھ ہی عرصہ بعد اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام پر ابھی صرف دس لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل محنت فرما رہے تھے چنانچہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم دارِ بنی اَرقم میں چند صحابہ کرام کے ہمراہ تشریف فرما تھے اسی دوران حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آنے پر خوشی کا اظہار فرمایا اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور دونوں کو قرآن کریم کی چند آیات پڑھ کر سنائیں۔

قرآن مجید سننے کے بعد حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”بھائی ہونے کے ناتے میرا بھی یہ حق بنتا ہے کہ میں بھی اس روشنی سے اپنی روح کو منور کروں جس سے دوسرے فیض حاصل کر رہے ہیں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ سنے تو بہت خوش ہوئے، حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ عرض کی: ”ہم دونوں میاں بیوی کو مسلمان کر کے اپنی غلامی میں داخل کر لیجیے۔“ چنانچہ کلمہ شہادت پڑھ کر مشرف باسلام ہوئے۔

حبشہ کی طرف پہلی ہجرت:

اعلانِ نبوت کے پانچویں سال رجب المرجب کے مہینے میں حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا۔ چنانچہ 11 مردوں اور 4 خواتین پر مشتمل چھوٹا سا قافلہ مکہ مکرمہ کو الوداع کہتے ہوئے حبشہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس قافلے میں سیدہ ام سلمہ اور آپ کے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ اسی دوران حضرت ابو سلمہ کے گھر ایک بچہ سلمہ پیدا ہوا۔ والدین کو اپنے بچے سے بے حد محبت تھی۔ چنانچہ اسی کی وجہ

سے دونوں میاں بیوی نے اپنی کنیت ''ام سلمہ'' اور ''ابو سلمہ'' رکھی۔

حبشہ سے مکہ مکرمہ کی طرف واپسی:

جو مہاجرین حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے، اگرچہ وہ حبشہ میں احکام اسلام پر عمل کرنے میں مکمل آزاد تھے لیکن اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت اور اپنے وطن کی یاد انہیں ستاتی تھی۔ ایک روز انہیں کہیں سے یہ خبر ملی کہ کفار ومشرکین نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی ہے اور وہ سب مسلمان ہو گئے ہیں۔ خبر سننے کے بعد سب لوگ واپسی کی تیاری کرنے لگے کہ بنو کنانہ کا ایک شخص وہاں پہنچا اور اس نے بتایا کہ تم لوگوں تک جو خبر پہنچی ہے وہ جھوٹ ہے مکہ کے کفار و مشرکین اب بھی اسلام دشمنی پر ویسے ہی قائم ہیں۔

خبر سنانے والا بنو کنانہ کا وہ شخص تو چلا گیا لیکن مہاجرین سوچ میں پڑ گئے کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ چنانچہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونا چاہیے۔ مہاجرین نے مکہ مکرمہ کی طرف واپسی کی راہ لی اور ہر شخص کسی نہ کسی قریشی سردار کی پناہ لے کر اپنے آبائی وطن میں داخل ہوا۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ماموں خواجہ ابو طالب نے پناہ دی۔ آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔

قبیلہ بنو مخزوم کا ابو طالب سے مکالمہ:

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے ہمراہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قبیلۂ بنو مخزوم کو جب یہ معلوم ہوا کہ ابو طالب نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے تو انہیں بہت غصہ آیا۔ چنانچہ بنو مخزوم کے کچھ لوگ جمع ہو کر ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''ابو طالب! ہمارے آدمیوں سے آپ کا کیا واسطہ؟'' ''کون سے آدمی؟'' ابو طالب نے حیرت سے پوچھا۔ بنو مخزوم کے لوگ کہنے لگے کہ

”ابو سلمہ اور اس کی بیوی ام سلمہ۔“ ابو طالب نے کہا: ”ابو سلمہ میرا بھانجا ہے، جب میں اپنے بھتیجے محمد کو پناہ دے سکتا ہوں تو اسے کیوں نہیں دے سکتا؟“ گفتگو بڑھتی گئی اور بنو مخزوم اپنا دباؤ بڑھا رہے تھے، ابو لہب درمیان میں بول پڑا ”: اے بنی مخزوم! تم نے ابو طالب کے ساتھ بہت کچھ بحث و تکرار کر لی اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس پر برابر دباؤ ڈال رہے ہو۔ اگر تم نے ان کو تنگ کرنا بند نہ کیا تو مَیں بھی ان کی حمایت میں کھڑا ہو جاؤں گا۔“ بنو مخزوم کے لوگوں نے جب ابو لہب کی باتیں سنیں تو گھبرا گئے اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے: ”اے ابو عتبہ! ہم تم کو ناراض نہیں کرنا چاہتے۔“

حبشہ کی طرف دوسری ہجرت:

کفار و مشرکین مکہ اپنی زیادتیوں سے باز نہ آئے اور اہل اسلام کو مسلسل ظلم و ستم کا نشانہ بناتے رہے۔ چنانچہ بعثت کے چھٹے سال کی شروعات میں دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا۔ پہلے کی بنسبت اس بار حبشہ کی طرف جانا خاصا مشکل کام تھا۔ کیونکہ کفار و مشرکین مکہ نے مکہ سے باہر جانے والے تمام راستوں پر سخت پہرے بٹھا دیے تاکہ کوئی مکہ سے باہر نہ نکلنے پائے۔ ان تمام تر سختیوں کے باوجود 83 مرد اور 20 خواتین مکہ مکرمہ سے حبشہ ہجرت کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس دوسری ہجرت میں بھی ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا شامل تھیں۔

کفار مکہ کے شاہ نجاشی کو تحائف:

کفار مکہ نے بادشاہ حبشہ نجاشی کی طرف عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ربیعہ کو تحائف دے کر روانہ کیا تاکہ وہ مہاجرین کی واپسی پر نجاشی کو کسی طور آمادہ کریں۔

شاہ نجاشی کا انکار:

کفارِ قریش کا یہ وفد شاہِ حبشہ کے دربار میں پہنچا اور مسلمانوں کے بارے

خلاف حقیقت باتیں کیں۔ یہ باتیں سن کر بادشاہ نے سخت غصے میں کہا: جن لوگوں نے اپنا ملک چھوڑ کر میرے ملک اور مجھ پر بھروسہ کیا ہے۔ میں ان کے ساتھ بے وفائی نہیں کر سکتا۔ تم کل آنا اس معاملے میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔

شاہ نجاشی سے کفار کے وفد کی گفتگو:

دوسرے دن بادشاہِ نجاشی نے تمام مسلمانوں کو دربار میں بلایا۔ وہاں کفارِ قریش کے سفیر عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ بھی موجود تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بادشاہ نے مسلمانوں سے کہا": یہ تم نے کیا کر دیا کہ اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا اور میرے دین کو بھی قبول نہ کیا اور نہ ہی دنیا کے کسی دین کو اختیار کیا۔ آخر تمہارا دین کیا ہے؟"

بادشاہِ حبشہ نجاشی کی یہ بات سن کر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فوراً جواب دیا:" اے بادشاہ! ہم ہر طرح کی برائیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک رسول بھیجا جس کے نسب، سچائی، امانت داری اور پاک دامنی کے ہم گواہ تھے، اس نے ہمیں ایک معبود اللہ کی طرف بلایا اور ہم نے اس کی بات مان لی کہ جس کی پوری زندگی پاک دامنی کا نمونہ ہو اور جس نے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو اس نے ہمیں برائیوں، غلط کاموں اور بت پرستی سے روکا۔ نیکیوں کی نصیحت کی اور سیدھا راستہ دکھایا تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔" اِس پر شاہ نجاشی نے کہا:" تمہارے نبی پر جو کلام اترا ہے اس میں سے ہمیں بھی کچھ سناؤ۔"

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:" حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم کی آیتیں پڑھ کر سنائیں جس سے بادشاہ بے حد متاثر ہوا۔"

دوسرے دن دربار نجاشی میں:

جب کفار کے وفد کو نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا تو انہوں نے پینترا بدلتے ہوئے

ایک اور سازش سوچی۔ وہ یہ کہ بادشاہ عیسائی ہے اور پورا ملک حبشہ عیسائیت کا پیروکار ہے تو کیونکہ بات کو مذہبی رنگ میں پیش کیا جائے۔

مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ قرار دیتے ہیں جبکہ عیسائی انہیں اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ اس بارے بادشاہ کے دربار میں بات کی جائے تاکہ نجاشی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے مسلمانوں کا عقیدہ پتا چلے گا تو وہ انہیں اس جرم کی پاداش میں قتل / سخت سزا یا پھر ملک بدر کر دے گا یہ سوچ کر عمرو بن العاص نے عبداللہ بن ربیعہ سے مشورہ کیا۔

عبداللہ بن ربیعہ نے اس بارے بطور مشورہ کے کہا کہ ایسا نہ کرو۔ لیکن عمرو بن عاص نے جو ترکیب سوچی ہوئی تھی اس پر ڈٹ گیا اور دوسرے دن پھر دربار نجاشی میں جا پہنچا اب کی بار اس نے مقدمے میں ابنیت مسیح اور عبدیت مسیح کا کیس داخل کیا۔ اس نے شاہ نجاشی کو کہا: ”اے بادشاہ! ان مہاجرین سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں پوچھیں۔ یہ اُن کو اللہ کا بندہ قرار دیتے ہیں۔“

شاہ نجاشی نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے اس بارے دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی طرف سے ایک کلمہ اور روح ہیں جسے اللہ نے کنواری مریم پر القا فرمایا تھا۔“ یہ جواب سن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا: ”اللہ کی قسم! جو تم نے کہا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے ایک تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں۔“

کفار مکہ کا ناکام وفد واپس لوٹا:

فریقین کی ساری گفتگو سننے کے بعد شاہ نجاشی نے حکم دیا: ”مکہ کے سفیروں کے تحفے واپس کر دیئے جائیں، مجھے ان کی چنداں ضرورت نہیں۔“ چنانچہ کفار مکہ کا وفد ناکام و نامراد واپس مکہ آ گیا۔

ہجرت مدینہ کا حکم:

اسلام تیزی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف سفر کر رہا تھا، لوگ شامل ہوتے جارہے تھے اور کاررواں بڑھتا جارہا تھا۔ کفار مکہ اپنے مظالم کے ذریعے اسے دبانا چاہتے تھے لیکن اسلام مسلسل پھیل رہا تھا۔

ایک مرتبہ طفیل بن عمرو دوسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ مکہ مکرمہ سے کچھ فاصلے پر ہمارا قبیلہ آباد ہے اور وہاں ایک مضبوط قلعہ ہے آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمادیا اور اس سلسلہ میں اللہ رب العزت کے حکم کا انتظار فرمانے لگے۔

اعلانِ نبوت کو تیرہ برس کا عرصہ بیت چکا تھا، اللہ کی طرف سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کے اہل ایمان کو مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے مدینے کی طرف ہجرت شروع کی۔ سب سے پہلے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابو سلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ کے سفر پر روانہ ہوئے۔

مدینہ روانگی سے پہلے:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں: ”جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو اونٹ پر کجاوہ کس کر مجھے اور سلمہ رضی اللہ عنہ کو اونٹ پر بٹھادیا اور اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلتے رہے جب میرے میکے والوں کو ہمارے روانہ ہونے کی خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ”تم اپنے بارے میں خود مختار ہوسکتے ہو مگر ہم اپنی بیٹی کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جانے دیں گے۔“ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”یہ سُن کر

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”ام سلمہ میری بیوی ہے، میں اسے لے کر جہاں جانا چاہوں جاسکتا ہوں۔“

اس پر قبیلے والوں نے کہا: ”یہ ہمارا فیصلہ ہے کہ ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) تمہارے ساتھ ہرگز ہرگز کسی صورت نہیں جاسکتی۔“ یہ کہہ کر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے اونٹ کی نکیل چھین لی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو زبردستی اپنے ساتھ لے گئے۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے جاتے جاتے اپنی بیوی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ: ”ام سلمہ! اسلام پر سختی سے ڈٹے رہنا۔“ اس کے علاوہ بھی چند نصیحتیں کیں۔

اپنے شوہر کی باتیں سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: ”آپ مطمئن رہیے جان قربان کر دوں گی مگر اسلام کو مَیں کسی حال میں نہیں چھوڑوں گی۔“

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ اسی دوران حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے خاندان والے بھی اس جگہ پہنچ گئے۔ جب انہیں پورا ماجرا معلوم ہوا تو وہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان والوں سے کہنے لگے: ”جب تم نے اپنی بیٹی ہمارے آدمی سے چھین لی تو اب ہم اپنے بچّے سلمہ کو کیوں اُس کے پاس رہنے دیں۔“ انہوں نے آگے بڑھ کر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بچے کو بھی چھین لیا۔ بچّے کو زبردستی چھیننے میں اس کا ہاتھ اتر گیا اور وہ بہت زیادہ چیخنے چلانے لگا۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی استقامت:

مجبور شوہر کی تنہا ہجرت اور بچے کا چھن جانا ایک بیوی اور ماں ہونے کے ناتے آپ رضی اللہ عنہا کے دل پر کیا گزری۔؟ اس دکھ کا ان ظالموں کو کوئی احساس نہ تھا۔ ان سب کے باوجود آپ رضی اللہ عنہا نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔

ایک سال بعد:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں: ''ایک سال کا عرصہ گذر چکا تھا نہ شوہر کے پاس جا سکی تھی اور نہ بچّہ ہی مل سکا تھا۔ چنانچہ ایک دن یوں ہوا کہ میرے ایک چچازاد بھائی نے میری حالت دیکھ کر خاندان والوں سے کہا کہ تم اس بے کس پر رحم کیوں نہیں کرتے؟ اسے کیوں نہیں چھوڑ دیتے اور اس کو بچّے اور شوہر سے دور کیوں رکھا ہوا ہے؟'' سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''بنی مغیرہ نے اپنے اُس آدمی کی سفارش پر مجھے اپنے شوہر کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔ جب اس بات کی خبر بچّہ کی ددھیال والوں کو ہوئی تو انہوں نے بچّہ بھی مجھے دے دیا۔''

مدینہ منورہ کی طرف سفر:

جب آپ رضی اللہ عنہا کو بچہ مل گیا اور مدینہ منورہ جانے کی پابندی بھی ہٹ گئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے تنِ تنہا مدینے کی طرف سفر کرنے کا ارادہ کیا اور ایک اونٹ تیار کر کے بچّے کو ساتھ لیا اور اکیلے سوار ہو کر مدینۂ منورہ کے لیے نکل پڑیں۔ تقریباً تین چار میل ہی چلی ہوں گی کہ عثمان بن طلحہ جو قبیلہ بنی عبد الدار کے معزز انسان تھے... اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے... انہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو تنہا سفر کرتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: ''اپنے شوہر کے پاس مدینۂ منورہ جارہی ہوں۔''

عثمان بن طلحہ نے پوچھا: ''کوئی (مرد) ساتھ بھی ہے؟'' سیدہ ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بچّہ ہے۔'' یہ سُن کر عثمان بن طلحہ نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑلی اور آگے آگے چلنے لگے۔ خدا کی قسم! مَیں نے عثمان جیسا شریف آدمی نہیں دیکھا۔ جب منزل پر اترنا ہوتا تو وہ اونٹ بٹھا کر کسی درخت کی آڑ میں کھڑے ہو جاتے اور پھر اونٹ کو باندھ کر مجھ سے دور کسی درخت کے نیچے لیٹ جاتے

اور جب کوچ کرنے کا وقت ہوتا تو اونٹ پر کجاوہ کس کر میرے پاس لا کر بٹھا دیتے اور خود وہاں سے ہٹ جاتے۔ جب مَیں سوار ہو جاتی تو اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چل دیتے۔ اسی طرح وہ مجھے مدینہ منورہ تک لے گئے جب ان کی نظر بنی عمرو بن عوف کی آبادی پر پڑی جو قباء میں تھی تو انہوں نے کہا کہ آپ کا شوہر یہیں پر ہے، آپ چلی جائیں چنانچہ مجھے سلام کر کے رخصت ہو گئے۔

مدینہ کی بہاریں:

آپ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں خوش و خرم زندگی بسر کرتی رہیں۔ اللہ کریم نے آپ کو اولاد عطا فرمائی۔ ایک بچہ جس کا نام عمر اور دو بچیاں جن کے نام دُرَّہ اور بَرَّہ تھے۔ برہ کا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کر زینب رکھا۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ دونوں مثالی میاں بیوی تھے۔ ایک دن سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سے عرض کی کہ میں نے سنا ہے کہ اگر مرد اور عورت دونوں جنتی ہوں اور عورت مرد کے بعد کسی سے نکاح نہ کرے تو وہ عورت جنت میں اسی مرد کو ملے گی۔

اسی طرح مرد اگر دوسری عورت سے نکاح نہ کرے تو وہی عورت اسے ملے گی۔ اس لیے آؤ ہم عہد کریں کہ ہم میں سے جو پہلے اس دنیا سے چلا جائے بعد والا دوسرا نکاح نہ کرے۔

یہ سُن کر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کیا تم میرا کہا مان لو گی؟“

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”ماننے کے لیے ہی مشورہ کر رہی ہوں۔“

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ”تم میرے بعد نکاح کر لینا۔“

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بے حد جری اور جنگی مہارتوں سے خوب واقف تھے، غزوہ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ نے شرکت کی اپنی دلیری کے جوہر دکھائے اور غازی بن کر لوٹے۔ اس کے بعد جنگ احد میں بھی شریک ہوئے۔ بے جگری سے لڑے، دوران لڑائی آپ رضی اللہ عنہ کے بازو میں دشمن کا ایک تیر ایسا لگا کہ جس سے آپ بہت زیادہ زخمی ہو گئے۔

تقریباً ایک ماہ تک آپ کا علاج چلتا رہا۔ جس کی وجہ سے آپ کا زخم کچھ حد تک بھر گیا۔ کچھ عرصہ بعد سریۂ قطن کا واقعہ پیش آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دستہ کا امیر بنا کر روانہ فرمایا۔ جنگ سے واپسی پر آپ کا جنگ احد والا زخم پھر سے ہرا ہو گیا اور اسی کے اثر سے جمادی الاخریٰ 4ھ میں آپ نے وفات پائی۔

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ:

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری زندگی اسلام کی حفاظت اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاداری اور جاں نثاری میں بسر کی اور ایک مثالی کردار ادا کیا۔ آپ کی نمازِ جنازہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی دعا:

آپ دعا مانگا کرتیں: یا اللہ! مجھے ان سے بہتر شوہر عطا فرما لیکن پھر سوچتیں کہ بھلا ابو سلمہ سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے؟ کیونکہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اپنے اعلیٰ اخلاق و کردار کے مالک تھے ان کے ساتھ گزرے لمحات بھلائے نہیں جا سکتے تھے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پیغام نکاح:

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت آپ رضی اللہ عنہا چونکہ

حمل سے تھیں۔ بعد از وفات آپ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام برہ رکھا (بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام زینب رکھا) اس کی ولادت پر عدت بھی ختم ہو گئی۔ عدت گذر جانے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام نکاح بھیجا تو انہوں نے معذرت کر لی۔ روایات میں ہے کہ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی آپ رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھیجا لیکن آپ رضی اللہ عنہا نے عذر پیش کیا۔

ام سلمہ؛ ام المومنین بنتی ہیں:

کچھ دنوں بعد آپ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام نکاح لائے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے عذر کیا کہ میرے بچے زیادہ ہیں، میری عمر بھی کافی ہے، کوئی میرا وارث بھی نہیں اور میرا مزاج یہ ہے کہ میں چھوٹی چھوٹی باتیں بہت زیادہ محسوس کرتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک عمر کی بات ہے تو میری عمر آپ سے زیادہ ہے۔

دوسری بات بچوں کا اللہ نگہبان ہے ان کی تربیت و پرورش میں آپ کو کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی، میں بھی ان کا خیال رکھوں گا۔ باقی رہی مزاج والی بات تو میں اللہ سے دعا کروں گا کہ آپ کا مزاج بدل جائے۔ آپ کا کوئی ولی میرے ساتھ اس رشتے کو ناپسند بھی نہیں کرے گا۔ اس کے بعد سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ پیغام قبول کر لیا۔ چنانچہ شوال 4ھ میں آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر میں چمڑے کا بنا ہوا خاص تکیہ دو مشکیزے اور دو چکیاں عطا فرمائیں۔

خدمتِ رسول ﷺ کا جذبہ:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا خود بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حد

خدمت کیا کرتیں اور اپنے غلام سَفِینَہ رضی اللہ عنہ کو اس شرط پر آزاد کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا رہے گا۔ سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ شرط نہ لگاتیں تو بھی میں مرتے دم تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑتا۔

علم و فضل:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا عقل مند اور پڑھی لکھی خاتون تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے آپ کی علمی صلاحیتوں کو اور زیادہ نکھارا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف موضوعات کے مسائل پوچھا کرتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جوابات عنایت فرماتے ۔اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کو تفسیر، حدیث، علم فقہ، علم الانساب اور علم معاشرت میں پختگی حاصل تھی، شعر و ادب سے لگاؤ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا شمار فقیہہ صحابیات میں ہوتا ہے۔

درسگاہ نبوت کی طالبہ:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ”دنیا کی عورتیں بہتر ہیں یا حوریں؟“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دنیا کی عورتیں۔“ میں نے عرض کی: ”یارسول اللہ! وہ کس وجہ سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اس لیے کہ اِن عورتوں نے نمازیں پڑھی ہیں، روزے رکھے ہیں اور عبادات کی ہیں۔“

جبرائیل امین علیہ السلام کی زیارت:

جبرئیل امین علیہ السلام جب کبھی کسی انسانی شکل میں رونما ہوتے تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لاتے۔ ایک بار جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا پاس تھیں کچھ دیر

باتیں کرنے کے بعد جب وہ رخصت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: جانتی ہو یہ کون تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: دحیہ۔ آپ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں: مجھے بالکل ایسا ہی لگا تھا، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ یہ جبرائیل امین علیہ السلام تھے تب مجھے اس کا علم ہوا۔

خانگی معاملات میں امت کی رہنمائی:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ''یارسول اللہ! میں اپنے سر کی مینڈھیاں سختی سے باندھتی ہوں تو کیا غسل جنابت کے لیے ان کو کھول لیا کروں؟'' نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں! بس تم اپنے سر پر تین بار چلو بھر کر پانی ڈال لیا کرو (جس سے بالوں کی جڑیں تر ہو جائیں) اس کے بعد (سارے بدن پر) پانی بہالیا کرو۔ ایسا کرنے سے پاک ہو جاؤ گی۔''

نابینا شخص سے پردہ:

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی تھیں۔ اسی دوران ایک نابینا صحابی سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے، وہ چونکہ نابینا تھے اس لیے یہ سمجھ کر کہ ان سے کیا پردہ کرنا ہے۔؟ دونوں وہیں بیٹھی رہیں اور پردہ نہ کیا۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ان سے پردہ کرو۔'' سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ ہم کو تو نہیں دیکھ سکتے! پھر پردہ کی کیا ضرورت؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو؟''

اولاد پر خرچ کرنا:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ

سوال کیا: ”یارسول اللہ! کیا مجھے (اپنے شوہر) ابو سلمہ کی اولاد پر خرچ کرنے سے اجر ملے گا حالانکہ وہ میری ہی اولاد ہیں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اُن پر خرچ کرو تم کو اس خرچ پر اجر ملے گا۔“

عورت اور مرد میں فرق؟:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: ”یارسول اللہ! مرد جہاد کرتے ہیں اور عورتیں جہاد میں نہیں جاسکتیں اور عورتوں کو مرد کے مقابلے میں آدھی میراث ملتی ہے۔(اس کا سبب کیا ہے) اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النساء کی آیت نمبر 32 تلاوت فرمائی: وَ لَا تَتَمَنَّوۡا مَا فَضَّلَ اللّٰہُ بِہٖ بَعۡضَکُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ ؕ اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک دوسرے پر فضیلت دی۔

فاطمہ مخزومیہ کا واقعہ:

ایک مرتبہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے قبیلہ بنو مخزوم کی ایک لڑکی فاطمہ نے چوری کر لی۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہا بھی بنو مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں اس لیے آپ سے سفارش کی درخواست کی گئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر محمد کی بیٹی فاطمہ چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹا جاتا۔

صحابہ کرام کا مسائل دریافت کرنا:

علم و عمل اور اخلاص میں باکمال ہونے کی وجہ سے صحابہ اور تابعین کی بہت بڑی جماعت نے آپ سے علم حاصل کیا۔ جب کبھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کسی مسئلے میں مختلف آراء پیش فرماتے تو اس کے بارے حتمی فیصلہ کرانے کے

لیے آپ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے اور مسئلہ کا حل دریافت فرماتے۔

عدت کا مسئلہ:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کے درمیان اس عورت کی عدت کے بارے میں بحث ہوئی جس نے خاوند کی وفات کے چند روز بعد بچے کو جنم دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ زیادہ مدت کو عدت سمجھا جائے گا، جبکہ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بچے کی پیدائش کے بعد عدت پوری ہو گئی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی تائید کی۔ تینوں نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فیصلہ کرنے کو کہا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سبیعہ اسلمیہ کا یہی معاملہ تھا۔ تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ پیدا ہونے کے فوراً بعد ان کو نکاح کی اجازت دے دی تھی۔

صلح حدیبیہ میں دانش مندانہ کردار:

6ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کے لیے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مشرکین مکہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے سخت مزاحمت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ کے مقام پر رکنا پڑا۔ حالات اتنے کشیدہ تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی جنگ کا ارادہ کر لیا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم حتی الامکان جنگ سے بچ کر صلح کی کوشش فرما رہے تھے۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحت و حکمت کے پیش نظر بڑی رعایت کے ساتھ کفارِ مکہ سے صلح فرمائی تھی۔ اس صلح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شرائط قبول فرمالیں جو بظاہر مشرکین کے حق میں فائدہ مند جبکہ مسلمانوں کے حق میں نقصان دہ لگ رہی تھی۔ شرائط صلح میں سے ایک یہ بھی شرط تھی کہ اس سال مسلمان عمرہ نہیں کریں گے آئندہ سال عمرہ کے لیے آسکتے ہیں۔

صلح نامہ سے فارغ ہو کر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: اپنے احرام کھول دو، قربانی کے جانور ذبح کر لو اور اپنے سر منڈ والو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خواہش یہ تھی کہ ہم عمرہ کر کے واپس جائیں۔ اس لیے ذرا تامل کا شکار ہوئے اور اس آس میں تھے کہ شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرہ کی ادائیگی کا حکم مل جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد خیمے میں تشریف لائے اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس معاملے سے آگاہ فرمایا۔

آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''یارسول اللہ! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ سب احرام کھول دیں؟ تو پھر ایسا کریں کہ آپ باہر نکل کر کسی سے کوئی بات نہ کریں اور اپنا جانور ذبح فرما دیں اور بال مونڈنے والے کو بلا کر اپنے بال مونڈوا لیں۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور باہر نکل کر اپنا جانور ذبح کر دیا اور بال منڈوا لیے۔

اس کو دیکھتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وہ آس بھی ختم ہو گئی کہ شاید عمرہ کی ادائیگی کا حکم مل ہی جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی احرام کھول دیے اور اپنے جانور ذبح کر ڈالے اور آپس میں ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔

موئے مبارک سے محبت:

آپ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بال (موئے مبارک) تھے جو آپ نے سنبھال رکھے تھے۔ عثمان بن عبد اللہ بن موہب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے وہ بال دکھائے۔ مہندی اور کتم (سیاہ رنگ دینے والا پودا) لگنے کی وجہ سے ان کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔

خوشبوئے نبوت:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن میں نے اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر رکھا۔ کئی جمعے گزر گئے ،میں کھاتی پیتی اور وضو کے لیے ہاتھ دھوتی ہوں لیکن مشک کی خوشبو میرے ہاتھ سے نہیں گئی۔

وفات:

آپ رضی اللہ عنہا نے امہات المومنین میں سے سب سے آخر میں وفات پائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے (پہلے شوہر سے) دونوں بیٹے عمر اور سلمہ، عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی امیہ اور عبد اللہ بن وہب بن زمعہ رضی اللہ عنہم نے آپ کو قبر (جنت البقیع کے قبرستان) میں اتارا۔ سن وفات بعض نے 53ھ بعض نے 59ھ بعض نے 62ھ لکھا ہے جبکہ بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی وفات 63ھ میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم اورآپ کے گھر والوں سے عقیدت و اطاعت والی محبت نصیب فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 17 مئی، 2021ء

علم دین حاصل کریں

اللہ تعالیٰ اہل علم کے درجات کو بلند فرماتے ہیں۔ مدارس دینیہ کا نیا تعلیمی سال شروع ہو رہا ہے۔ طلباء کرام دور دور سے مدارس کا رخ کر رہے ہیں۔ جہاں ناظرہ و حفظ قرآن کریم، درسِ نظامی (عالم کورس) اور مختلف قسم کے تخصصات میں داخلہ لیں گے۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں چند اہم باتیں ملاحظہ فرمائیں۔

علم دین کی طلب:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 224

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر بنیادی مسائل شریعت کا علم سیکھنا فرض ہے۔

فائدہ: اس سے مراد وہ علم ہے جس سے لا علم رہ کر انسان اپنے ایمان اور آخرت کو حاصل نہ کر سکے اتنا علم ہر مسلمان کے لیے سیکھنا ضروری ہے۔ مثلاً بنیادی عقائد کا علم کہ جس کے بغیر بندہ مومن نہیں بن سکتا ان کا علم اور ان پر صدق دل سے یقین ضروری ہے۔ عبادات معاملات وغیرہ جن کا اسے شرعاً مکلف بنایا گیا ہے ان کا سیکھنا ضروری ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ہر شخص کے لیے عالم و فاضل بننا فرض ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسان کو اسلامی زندگی گزارنے کے لیے جتنے علوم و احکام کی ضرورت ہے اتنا علم حاصل کرنا فرض ہے۔

علم دین کے لیے سفر:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2570

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو طالب علم؛ علم حاصل کرنے کے راستے پر چلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔

فائدہ: حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ علم دین کی طلب کے لیے سفر کی مشکلات برداشت کرنا فضیلت کا باعث ہے۔

بھلائی کا فیصلہ:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَطِيبًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:71

ترجمہ: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے بارے میں بھلائی کا فیصلہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔

علماء حق سے بحث و تکرار:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيَصْرِفَ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ فَهُوَ فِي النَّارِ۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:253

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اس مقصد کے لیے علم حاصل کیا تاکہ بے وقوفوں سے بحث کرے یا علما سے (زیادتی علم کی وجہ سے فخر و مباہات کے طور پر) مقابلہ کرے یا اس کے ذریعے لوگوں کو اپنی شخصیت کی طرف متوجہ کرے ایسا شخص جہنمی ہے۔

مجالس علم کی قدر کریں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا. قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: مَجَالِسُ الْعِلْمِ.

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:11158

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کے باغوں کے پاس سے گزرو تو ان سے خوب نفع حاصل کرو۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کی مجالس۔

علماء کی صحبت:

عَنْ اَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لُقْمَانَ قَالَ لِابْنِهِ: يَا بُنَيَّ عَلَيْكَ بِمُجَالَسَةِ الْعُلَمَاءِ وَاسْتَمِعْ كَلَامَ الْحُكَمَاءِ، فَإِنَّ اللهَ يُحْيِي الْقَلْبَ الْمَيِّتَ بِنُوْرِ الْحِكْمَةِ كَمَا يُحْيِي الْاَرْضَ الْمَيِّتَةَ بِوَابِلِ الْمَطَرِ.

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:7810

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمایا: علماء کے پاس لازمی بیٹھنا اور حکمت والوں کی باتوں کو غور سے سننا کیونکہ اللہ تعالیٰ مردہ دل کو حکمت کے نور سے زندہ فرماتا

ہے جیسے کہ وہ مردہ زمین کو زوردار بارش سے زندگی بخشتا ہے۔

حافظ / قاری / عالم بنیں اور بنائیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ: مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ۔

سنن ابی داود، رقم الحدیث:2882

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ البتہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ مرنے کے باوجود ان کا فائدہ انسان کو پہنچتا ہے۔ صدقہ جاریہ (یعنی ایسا نیک کام جو اس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہے۔ جیسے مسجد کے لیے زمین دینا، دینی ادارہ بنا دینا وغیرہ۔ اسی طرح) ایسا علم بھی انسان کو نفع دیتا ہے کہ جو نافع ہو۔ (جیسے لوگوں کو علم دین پڑھانا اور وہ آگے پڑھاتے رہیں یا دینی کتاب تحریر کرنا جسے بعد میں پڑھا جاتا رہے وغیرہ) اور ایسی نیک اولاد بھی انسان کو مرنے کے بعد فائدہ دیتی ہے جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔

علماء کے لیے طلب مغفرت:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّهُ لَيَسْتَغْفِرُ لِلْعَالِمِ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَ مَنْ فِي الْأَرْضِ حَتَّى الْحِيتَانِ فِي الْبَحْرِ۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:239

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: علماء کے لیے زمین و آسمان کی ہر شے یہاں تک کہ

سمندر کی مچھلیاں بھی اللہ سے مغفرت طلب کرتی ہیں۔

الحمد للہ ! مرکز اھل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا کے تحت درج ذیل شعبہ جات ہیں۔

- شعبہ حفظ و ناظرہ قرآن کریم
- شعبہ کتب (درس نظامی)
- شعبہ تخصص فی التحقیق والدعوۃ برائے فارغ التحصیل علماء کرام
- شعبہ تخصص فی الافتاء برائے علماء کرام
- آن لائن تخصص فی العقائد الاسلامیہ
- آن لائن علم دین کورس (برائے مرد وخواتین)

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں علم دین کا سچا طالب بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 24 مئی، 2021ء

حدیث جبرئیل (حصہ اول)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ایک سورۃ (سورۃ فاتحہ) میں پورے قرآن کریم کا خلاصہ ذکر فرمایا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث مبارک (حدیث جبرئیل) میں تمام احادیث کا خلاصہ ذکر فرمایا ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لاَ یُرٰی عَلَیْہِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلاَ یَعْرِفُہُ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰی جَلَسَ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَأَسْنَدَ رُکْبَتَیْہِ إِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَ وَضَعَ کَفَّیْہِ عَلٰی فَخِذَیْہِ وَ قَالَ یَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِی عَنِ الإِسْلاَمِ قَالَ اَلْإِسْلاَمُ أَنْ تَشْھَدَ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلاَّ اللّٰہُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ وَتُقِیمَ الصَّلاَۃَ وَتُؤْتِیَ الزَّکَاۃَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَیْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَیْہِ سَبِیْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَہُ یَسْأَلُہُ وَ یُصَدِّقُہُ ثُمَّ قَالَ فَأَخْبِرْنِی عَنِ الْإِیمَانِ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلَائِکَتِہِ وَ کُتُبِہِ وَرُسُلِہِ وَ الْیَوْمِ الآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَیْرِہِ وَشَرِّہِ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَأَخْبِرْنِیْ عَنِ الْإِحْسَانِ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَأَنَّکَ تَرَاہُ فَإِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَإِنَّہُ یَرَاکَ قَالَ فَأَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْھَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَأَخْبِرْنِی عَنْ أَمَارَاتِھَا قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأَمَۃُ رَبَّتَھَا وَأَنْ تَرَی الْحُفَاۃَ الْعُرَاۃَ الْعَالَۃَ رِعَاءَ الشَّاءِ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْیَانِ قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِیًّا ثُمَّ قَالَ لِی: یَا عُمَرُ اَ تَدْرِی مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہُ أَعْلَمُ قَالَ: فَإِنَّہُ جِبْرِیلُ أَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِینَکُمْ.

مشکوۃ المصابیح، رقم الحدیث: 2

اُمّ الکتاب و ام السنۃ:

سورۃ الفاتحہ کا ایک نام ہے ”ام الکتاب“ اور اس حدیث جبرائیل کا نام ہے

"ام السنہ"۔ ام الکتاب کا معنی ہے "قران کا خلاصہ" اور ام السنہ کا معنی ہے "احادیث کا خلاصہ"۔ سورۃ فاتحہ میں پورے قرآن کے مضامین اجمال کے ساتھ ہیں اور اس حدیث جبرائیل میں تمام احادیث کے مضامین اجمال کے ساتھ ہیں، اس لیے وہاں پہلی سورۃ "ام الکتاب" تھی اور یہاں پہلی حدیث "ام السنہ" ہے۔

حدیث جبرئیل کا ترجمہ وخلاصہ:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ

ہم ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے۔

إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ

اچانک ہمارے پاس ایک شخص آیا۔

حضرت جبرئیل کی آمد:

عربی زبان میں آنے کو کہتے ہیں "جَآءَ" اور "اَتیٰ" لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "جَآءَ" نہیں فرمایا بلکہ فرمایا "طَلَعَ"، "طَلَعَ" کا معنی "آنا" نہیں ہے، "طَلَعَ" کا معنی "طلوع ہونا" ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "جَآءَ" نہیں فرمایا "طَلَعَ" کیوں فرمایا؟ اس لیے کہ آنے والا بشر نہیں تھا، آنے والا نور تھا، بشر آیا کرتا ہے، نور طلوع ہوا کرتا ہے۔ سورج کے بارے میں یہ نہیں کہتے کہ "جَآءَتِ الشَّمْسُ" کہ سورج آیا ہے بلکہ کہتے ہیں "طَلَعَتِ الشَّمْسُ" سورج طلوع ہوا ہے۔ اس لیے فرمایا: "إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ" ہمارے پاس اچانک ایک شخص آیا۔ اس کی حالت کیا تھی؟

"شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ"

کپڑے اس کے نہایت سفید تھے، بال اس کے نہایت سیاہ تھے۔

لَا یُرٰی عَلَیۡهِ أَثَرُ السَّفَرِ

اس پر سفر کی کوئی علامت اور نشانی نہیں تھی۔

کہ گرد و غبار لگا ہو، بال بکھرے ہوں، کپڑے گندے ہوں، میلے کچیلے ہوں بلکہ سفر کی کوئی نشانی بالکل نہ تھی۔

وَلَا یَعۡرِفُهٗ مِنَّا اَحَدٌ ہم میں سے کوئی بندہ اس کو پہنچانتا بھی نہیں تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا تعجب بتارہے ہیں، جب دیکھتے ہیں علامتِ سفر کو تو کوئی علامت نہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینے کا رہنے والا ہے اور ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا نہیں ہے تو پتا چلتا ہے کہ مدینے کے باہر سے آیا ہے۔ اب شش و پنج میں ہیں کہ یہ بندہ کون ہے؟ مدینہ کا ہے یا باہر سے آنے والا ہے؟ ہم یہ بات ابھی سوچ ہی رہے تھے: حَتّٰی جَلَسَ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھ گیا۔

فَأَسۡنَدَ رُکۡبَتَیۡهِ إِلَی رُکۡبَتَیۡهِ

(دو زانو ہو کر بیٹھا اور) اپنے گھٹنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک گھٹنوں کے ساتھ ملا دیے۔ وَضَعَ کَفَّیۡهِ عَلَی فَخِذَیۡهِ اس نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لیے یا اپنے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رانوں پر رکھ لیے۔

محدثین نے دونوں ترجمے کیے ہیں۔ اگر اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر رکھے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ سائل اسی طرح بیٹھتا ہے کہ اپنے ہاتھ اپنے رانوں پر رکھ کے باادب ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور اگر اپنے ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رانوں مبارک پر رکھے ہیں تو اس کا مطلب و معنی یہ تھا کہ وہ اپنی احتیاج ظاہر کرنا چاہتا ہے جیسے سائل اپنی احتیاج بتانے کے لیے کبھی اپنے ہاتھوں کو دوسرے کے گھٹنے پر رکھتا ہے۔ بہر حال انہوں نے اپنے ہاتھ رانوں پر رکھے اور عرض کیا: یَا مُحَمَّدُ!

یا محمد کہنے کا حکم:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم کہتے ہیں ”یا محمد“ نہ کہیں، یہ خلافِ ادب ہے لیکن حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: ”یا محمد“، تو سوال یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جو ”یا محمد“ کہا ہے یہ خلافِ ادب تو نہیں؟!

اس کا جواب محدثین یہ ذکر فرماتے ہیں کہ یہ جو حکم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ”یا محمد“ نہ کہا کرو یہ حکم اس کو ہے جو معصوم نہیں ہے۔ جبرائیل امین علیہ السلام تو معصوم ہیں، تو یہ حکم ہمیں ہے جو معصوم نہیں ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی معصوم ہیں اور جبرائیل علیہ السلام بھی معصوم ہیں۔ ان احکام کا تعلق جبرائیل سے نہیں بلکہ اس امت کے ساتھ ہے۔

ازواجِ نبی کی خصوصیت:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝۲

سورۃ الحجرات، رقم الآیۃ: 2

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ ان سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں پتا بھی نہ چلے۔

ہمارے اکابر فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام امت کے لیے ہے نبی کی بیویوں کے لیے نہیں ہے۔ وہ امت بھی ہیں، بیوی بھی ہیں، اس لیے جو حق انہیں ہے وہ مجھے اور آپ کو نہیں ہے۔ اس وجہ سے ہم ناراض ہو جائیں کہ ہمیں یہ حق حاصل نہیں ہے اور امی عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں: جب تو ناراض ہوتی

ہے تو مجھے پتا چل جاتا ہے۔ عرض کیا: کیسے ؟ فرمایا: جب آپ خوش ہوں تو کہتی ہو: رب محمد کی قسم! اور جب خوش نہ ہوں تو کہتی ہو: رب ابراہیم کی قسم! میں سمجھ جاتا ہوں کہ آج آپ خوش نہیں۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:5228

ایسا کیوں؟ اس لیے کہ وہ امتی بھی ہے اور بیوی بھی ہے۔ بیوی کا معاملہ الگ ہے، عام بندے کا معاملہ الگ ہے۔

یہ تو مولانا صاحب کا اپنا بیٹا ہے:

آپ کسی عالم کو ملتے ہیں، بڑے کو ملتے ہیں، مصافحہ بھی کرتے ہیں، پیار بھی کرتے ہیں، اب آپ کا بچہ آئے اور سیدھا اس عالم کے کندھے پر چڑھے تو آپ اس کو کہیں گے: ”بیٹا! شرم کر، ایسا نہ کر، یہ مولانا صاحب کی بے ادبی ہے۔“ اگر میرا بیٹا آئے تو پھر؟ وہ میرے کندھے پر چڑھے تو آپ میں سے کسی نے بھی نہیں کہنا کہ یہ بے ادبی ہے، ہر ایک نے یہی کہنا ہے کہ مولانا صاحب کا اپنا بیٹا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بے ادب ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کا تقاضا بہت ضروری ہے۔ باپ بیٹے کا کیا تعلق ہے؟ مرید پیر کا کیا تعلق ہے؟ خاوند بیوی کا کیا تعلق ہے؟ مقتدی امام کا کیا تعلق ہے؟ نبی اور امت کا کیا تعلق ہے؟ نبی کے رشتے داروں کا کیا تعلق ہے؟ یہ تعلق ذہن میں ہوں تو کبھی بھی الجھن پیدا نہیں ہوتی۔

اسلام کیا ہے؟

پھر سوال یہ کیا: أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ؟. مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں کہ اسلام کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں پانچ چیزیں ارشاد فرمائیں: اَلْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا.

اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کر (یہ نہیں فرمایا وَتُصَلِّي الصَّلَاةَ، بلکہ فرمایا وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ. تُصَلِّي الصَّلَاةَ کا معنی ہے نماز پڑھا کر اور تُقِيمَ الصَّلَاةَ کا معنی ہے نماز کی پابندی کیا کر) زکوٰۃ ادا کیا کر، رمضان کا روزہ رکھا کر اور اگر طاقت ہو تو بیت اللہ کا حج ادا کرنا۔

انہوں نے پوچھا اسلام کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی پانچ چیزیں فرمائیں۔ انہیں کہتے ہیں "ارکان اسلام" یعنی کلمہ، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج یہ ارکان اسلام ہیں۔

حج میں استطاعت کی شرط کیوں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کلمہ پڑھنا، نماز ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، روزہ رکھنا اور جب حج کی باری آئی تو فرمایا "طاقت ہو تو حج کرنا۔" سوال یہ ہے کہ کلمہ زبان سے اس وقت پڑھے گا جب استطاعت ہو گی، استطاعت نہ ہو تو نہیں پڑھے گا۔ نماز پڑھنے کی طاقت ہو گی تو پڑھے گا، نہیں ہو گی تو نہیں پڑھے گا۔ زکوٰۃ کی استطاعت ہو گی تو دے گا، نہیں ہو گی تو نہیں دے گا۔ روزہ کی استطاعت و طاقت ہو گی تو رکھے گا، نہیں ہو گی تو نہیں رکھے گا۔

تو کلمے، نماز، روزے، زکوٰۃ ان سب کا تعلق استطاعت سے ہے لیکن صرف حج کے متعلق کیوں فرمایا "إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا" کہ طاقت ہو تو حج کرنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ کا تعلق انسان کی ذات سے ہے، نماز کا تعلق انسان کی ذات سے ہے، روزے کا تعلق انسان کی ذات سے ہے، زکوٰۃ کا تعلق انسان کی ذات سے ہے، حج ایسا فریضہ ہے کہ جب انسان شادی شدہ ہو تو صرف اس کی ذات سے تعلق نہیں ہوتا بلکہ بیوی اور بچوں سے بھی اس کا تعلق ہوتا ہے، نماز میں اپنا مسئلہ ہوتا ہے لیکن حج پر تب

جائے جب اپنے لیے زاد راہ بھی ہو اور گھر میں بیوی بچوں کے لیے کھانے پینے کا سامان بھی ہو۔ اب اگر اپنے پاس ٹکٹ موجود ہے، مکہ مدینہ کے ہوٹل کا کرایہ موجود ہے لیکن بیوی اور بچوں کے پاس کچھ نہیں ہے، یہ وہاں جائے گا تو بیوی بچے مانگتے پھریں گے، اسی لیے فرمایا کہ حج تب کرنا جب اپنی ٹکٹ کے پیسے بھی ہوں، مکہ مدینہ کے ہوٹل کا کرایہ بھی ہو اور بیوی بچوں کا خرچہ بھی دے کر جانا۔ عموماً ہم اپنی ذات کو دیکھتے ہیں لیکن بیوی بچوں کو نہیں دیکھتے، اس لیے اپنا خرچہ ہونا بھی ضروری ہے اور گھر میں بیوی بچوں کا خرچہ ہونا بھی ضروری ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعجب:

یہ بات سن کر اس آنے والے شخص نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں بڑا تعجب ہوا کہ سوال بھی خود کرتا ہے اور صَدَقْتَ کہہ کر تصدیق بھی خود کرتا ہے۔ جب سوال کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مسئلے کا علم نہیں ہے اور جب "صَدَقْتَ" کہتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مسئلے کا علم ہے۔ ہم حیران تھے کہ کیسا آدمی ہے کہ سوال بھی کرتا ہے اور ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق بھی کرتا ہے۔۔

اللہ تعالیٰ ہمیں احادیث مبارکہ پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 31 مئی، 2021ء

حدیث جبرئیل (حصہ دوم)

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن و سنت کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ حدیث جبرئیل یعنی ام السنۃ کے عنوان سے بات چل رہی تھی۔ اسی سلسلے کی دوسری کڑی یہ ہے۔

ایمان کیا ہے؟:

اس آنے والے نے فوراً دوسرا سوال کر دیا:

فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ.

اللہ کے نبی! بتائیں کہ ایمان کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَ تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ.

اللہ کو ماننا، اللہ کے فرشتوں کو ماننا، خدا کی آسمانی کتابوں کو ماننا، اللہ کے رسولوں کو ماننا، آخرت کے دن کو ماننا اور اچھی یا بری تقدیر کو ماننا۔

ایک لطیف نکتہ:

آنے والے شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایمان کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ چیزیں بیان فرمائیں۔

(۱) اللہ کو ماننا، (۲) فرشتوں کو ماننا، (۳) رسولوں کو ماننا، (۴) کتابوں کو ماننا، (۵) قیامت کو ماننا، (۶) تقدیر کو ماننا۔

پہلی پانچ چیزوں پر ایک بار "تُؤْمِنَ" فرمایا، یعنی "أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ" تو ان چیزوں کے لیے ایک بار "تُؤْمِنَ" فرمایا اور جب تقدیر کی باری آئی تو "تُؤْمِنَ" دوبارہ فرمایا، آخر اس کی ضرورت کیوں

پیش آئی ہے؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھ چیزوں کو اکٹھے ذکر فرمادیتے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لانا آسان چیز ہے سمجھنا بھی آسان ہے، فرشتوں پر ایمان لانا یا سمجھنا بھی آسان ہے، انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا یا سمجھنا آسان ہے، آسمانی کتابوں پر ایمان لانا یا سمجھنا آسان ہے، قیامت کے دن پر ایمان لانا اور سمجھنا آسان چیز ہے، تقدیر ایسا مسئلہ ہے کہ جو آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا اس لیے اس پر "تُؤْمِنَ" دوبارہ فرمایا کہ سمجھ میں آئے تب بھی ماننا ہے اور سمجھ میں نہ آئے تب بھی ماننا ہے۔ ایمان کہتے ہی اسے ہیں کہ سمجھ میں آئے تب بھی مانیں اور اگر سمجھ میں نہ آئے تب بھی مانیں، اس لیے "تُؤْمِنَ" دوبارہ فرمایا کہ سمجھ میں نہ آئے تب بھی ماننا ضروری ہے۔

مسئلہ تقدیر کی عام فہم تشریح:

اگر کوئی کہے کہ "اللہ نے جنت اور جہنم انسان کے مقدر میں لکھ دی ہے، جب لکھ دی ہے تو نماز کی ضرورت کیا ہے؟ جنت مقدر میں لکھ دی ہے، اب بندہ نماز پڑھے گا تب بھی جنت میں اور نماز نہ پڑھے گا تب بھی جنت میں۔ ایک آدمی کے مقدر میں اللہ نے جہنم لکھ دی ہے، تو اب بندہ نماز پڑھے تب بھی جہنم میں اور نماز نہ پڑھے تب بھی جہنم میں۔ تو اب نماز پڑھنے کی ضرورت کیا ہے؟" اسی طرح اگر کوئی یوں کہے کہ "تقدیر میں لکھا تھا کہ فلاں بندے نے فلاں کے ہاتھوں قتل ہونا ہے، اب قاتل تو مجبور تھا کہ اس کے ہاتھوں مقتول نے قتل ہونا تھا، اب قاتل کو سزائے موت دینے کا مطلب کیا ہے؟"

مسئلہ تقدیر؛ توضیح بالمثال:

اس پر ایک واقعہ عرض کرتا ہوں ایک شخص روزانہ کسی اور کے انگوروں کے باغ میں جاتا اور وہاں سے انگور چوری کر کے لے جاتا۔ ایک دن مالک نے چوکیدار

سے کہا کہ اس چور کو پکڑو۔ چوکیدار نے محنت کی اور چور کو پکڑ لیا۔ جب چور کو پکڑا تو چور کہنے لگا: دیکھو میں مسلمان ہوں، تم بھی مسلمان ہو میرے مقدر میں خدا نے یہ لکھا ہے کہ میں چوری کر کے انگور کھاؤں تو میں چوری کر کے کھا رہا ہوں، یہ میری مجبوری ہے میں خدا کے لکھے کے خلاف تو نہیں کر سکتا۔ چوکیدار سیدھا سادہ آدمی تھا اس نے اسے چھوڑ دیا۔

مالک نے پوچھا: بھائی! کتنے دن ہو گئے ہیں چور نہیں پکڑا؟ چوکیدار نے کہا: جی رات میں نے پکڑ لیا تھا لیکن پھر چھوڑ دیا۔ مالک نے کہا: چھوڑ کیوں دیا؟ اس نے کہا جی چور نے دلیل اتنی اچھی دی ہے کہ اس کو پکڑنے کا جواز بنتا ہی نہیں تھا۔ اور چور کی ساری بات مالک کو بتا دی۔ مالک نے کہا اب چور آئے تو اسے پکڑ لینا۔ مالک سمجھدار تھا، صبح ایک عالم کے پاس گیا۔ اس نے کہا: مولانا ہمارے ہاں چور آیا تھا اور پڑھا لکھا چور تھا، اس نے دلیل ایسی دی کہ ہمارے چوکیدار نے اس کو چھوڑ دیا۔ مولانا صاحب نے پوچھا کہ اس چور نے کیا بات کی؟ مالک نے کہا جی اس نے یہ بات کی تھی۔ مولانا صاحب نے کہا کہ چور کو پکڑو اور جب پکڑ لو تو مجھے بتانا۔ اب چوکیدار رات کو بیدار رہا۔ چور آیا تو اس نے پکڑ لیا۔ جب چور کو پکڑا تو اس نے کہا جی میرا قصور نہیں ہے میں نے تو خدا کے لکھے ہوئے پر عمل کیا ہے، میں مجبور ہوں۔

اس کو عالم دین کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ چور ہے اور اپنی چوری پر دلیل دیتا ہے کہ میرا قصور نہیں میں نے تو خدا کے لکھے ہوئے پر عمل کیا ہے، میں مجبور ہوں عالم نے کہا: اس نے جس بیل سے انگور توڑے ہیں اسی بیل کے ساتھ اسے باندھو۔ باندھ دیا گیا۔ اب مولانا صاحب نے چوکیدار سے کہا: اس چور کو ڈنڈے سے مارو۔ جب اس نے دو چار ڈنڈے لگائے تو چور چیخ اٹھا کہ مجھے چھوڑ دو۔ عالم نے کہا: نہیں بھائی! تمہارے مقدر میں انگور کھانا بھی لکھا تھا اور تمہارے مقدر میں ڈنڈے کھانا بھی لکھا

تھا۔ جب تک تمہارے مقدر میں مار کھانا لکھا ہے تمہیں مار کھانی پڑے گی۔ عالم نے چوکیدار سے کہا کہ اس کو مارتے رہو، جب اللہ کہیں گے چھوڑ دو پھر چھوڑ دینا۔ اس نے کہا: جی مجھے مسئلہ سمجھ میں آ گیا، آئندہ میں یہاں کبھی نہیں آؤں گا۔

اچھی اور بری تقدیر کا مطلب:

”تقدیر اچھی ہو تب بھی اللہ کی طرف سے ہے اور بری ہو تب بھی اللہ کی طرف سے ہے۔“ سوال یہ ہے کہ تقدیر بری کیسے ہو سکتی ہے؟

اس کو ایک مثال سے سمجھیں کہ ایک آدمی نے کسی کو بے گناہ قتل کر دیا، اس کے خلاف دفعہ 302 کی F I R درج ہوئی، پولیس نے گرفتار کر لیا، عدالت میں پیش کیا، کیس چلتا رہا، عدالت نے اس قاتل کو سزائے موت دے دی۔ یقیناً عدالت کا فیصلہ ٹھیک ہے اور قانون و انصاف کے عین مطابق ہے لیکن اس کے باوجود کوئی شخص قاتل کے باپ کو جا کر اس معاملے کی مبارکباد پیش نہیں کرتا کہ مبارک ہو عدالت نے بالکل صحیح فیصلہ دیا ہے۔ بلکہ لوگ قاتل کے خاندان کے پاس افسوس کے لیے جاتے ہیں حالانکہ عدالت کا فیصلہ بھی ٹھیک ہے کہ قاتل کو سزائے موت ہونی چاہیے لیکن اس فیصلے پر مبارکباد دینے کے بجائے افسوس کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اللہ کا فیصلہ ہمیشہ ٹھیک ہوتا ہے کبھی انسانوں کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے اور کبھی انسانوں کی مرضی کے مطابق نہیں ہوتا۔ فیصلہ خدا کا ہے اگر انسان کی مرضی کے موافق ہو تو اسے ”تقدیرِ خیر“ کہتے ہیں، انسان کے مزاج کے مخالف ہو تو اسے ”تقدیرِ شر“ کہتے ہیں، فیصلہ تو ٹھیک ہے کبھی ہماری خواہش کے موافق ہوتا ہے کبھی ہماری خواہش کے مخالف ہوتا ہے، اسے کہتے ہیں تقدیرِ خیر اور تقدیرِ شر۔

احسان کیا چیز ہے؟

اس آنے والے نے پوچھا: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ.

اللہ کے نبی! بتائیں احسان کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ.

اللہ کی عبادت یوں کرو گویا آپ اللہ کو دیکھ رہے ہیں، اگر یہ مقام حاصل نہ کر سکو تو پھر عبادت یوں کرو کہ خدا آپ کو دیکھ رہا ہے۔

عبادت کی دو قسمیں:

☼ پہلی قسم...... بندہ خدا کو دیکھے، خدا بندے کو دیکھے

☼ دوسری قسم...... بندہ خدا کو نہ دیکھے، صرف خدا بندے کو دیکھے

بندہ خدا کو دیکھے خدا بندے کو دیکھے اس کا نام ہے "عالم مشاہدہ والی عبادت" اور بندہ خدا کو نہ دیکھے خدا بندے کو دیکھے اس کا نام "عالم غیبوبت والی عبادت" ایک دوسرے کو دیکھیں یہ "مشاہدہ" ہے ایک دیکھے دوسرا نہ دیکھے یہ "غیبوبت" ہے۔

خانقاہ؛ عملی تربیت گاہ:

آپ نے خانقاہوں یا مدارس میں یہ جملہ لکھا ہوا دیکھا ہو گا: "اے بندے! یہ احساس پیدا کر کہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے" خانقاہوں میں حدیث مبارک کے دوسرے جملے کا مفہوم لکھا ہوتا ہے۔ پہلے جملے کا مفہوم درج نہیں ہوتا کیونکہ خانقاہوں اور مدارس میں تربیت امتی کی ہونی ہوتی ہے اور پہلے جملے کا حقیقی تعلق بطور خاص نبی کے ساتھ ہوتا ہے اس لیے عام طور پر اسے درج نہیں کیا جاتا۔

مقتول فی اللہ اور مقتول فی سبیل اللہ:

ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہیں۔ احسان کا پہلا درجہ کہ بندہ خدا کو دیکھے اور خدا بندے کو دیکھے، احسان کا دوسرا درجہ کہ خدا بندے کو دیکھے بندہ خدا کو نہ دیکھے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بندہ خدا کو دیکھے خدا بندے کو دیکھے یہ عبادت نبی کی ہے اور بندہ خدا کو نہ

دیکھے خدا بندے کو دیکھے یہ عبادت امتی کی ہے۔

نبی پہ موت آتی ہے، نبی شہید ہوتے ہیں لیکن نبی نے خدا کو دیکھا ہوتا ہے، امتی شہید ہوتا ہے وہ خدا کو نہیں دیکھتا بلکہ خدا کے راستے کو دیکھتا ہے۔ جو خدا کو دیکھے اور قتل ہو جائے اسے "مقتول فی اللہ" کہتے ہیں اور جو خدا کے راستے کو دیکھے اور قتل ہو جائے اسے "مقتول فی سبیل اللہ" کہتے ہیں۔ "أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ" عبادت یوں کر کہ خدا بندے کو دیکھے اور بندہ خدا کو دیکھے، اب یہ قتل ہوا تو "مقتول فی اللہ" ہے۔ "فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ" عبادت یوں کرو کہ خدا آپ کو دیکھے، اب قتل ہوا تو "مقتول فی سبیل اللہ" ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی خدا کو دیکھے خدا نبی کو دیکھے، اس نبی پر موت آئے یہ "مقتول فی اللہ" ہے، شہید خدا کو نہ دیکھے خدا شہید کو دیکھے پھر قتل ہو جائے تو یہ "مقتول فی سبیل اللہ" ہے، تو جس نے راہِ خدا کو دیکھا اور قتل ہو گیا وہ زندہ ہے تو جس نے خود خدا کو دیکھا اور قتل ہو گیا وہ عام شہید سے بڑھ کے زندہ ہے۔ اس لیے لفظ یاد رکھ لو کہ شہید مقتول فی سبیل اللہ ہے اور نبی مقتول فی اللہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں احادیث مبارکہ پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

[signature]

پیر، 7 جون، 2021ء

حدیث جبرئیل (حصہ سوم)

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حدیث جبرئیل یعنی ام السنۃ کا آخری حصہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

قیامت کے بارے سوال:

پھر اس آنے والے نے سوال کیا:

فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ.

اللہ کے رسول! ہمیں بتائیں قیامت کب آئے گی؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ.

اس کا جواب مجھے بھی نہیں آتا، اور آپ کو بھی نہیں آتا۔

قیامت کا حتمی علم:

چاہیے تو یہ تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جواب نہ دیتے، اس لیے کہ جب انہوں نے پوچھا: اسلام کیا ہے؟ فرمایا: پانچ چیزیں، پوچھا: ایمان کیا ہے؟ فرمایا: چھ چیزیں، پوچھا: احسان کیا ہے؟ فرمایا دو چیزیں، پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ آپ فرماتے مجھے نہیں پتا۔ جواب تو یہی بنتا ہے کہ مجھے نہیں پتا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب کیوں دیا؟ اس لیے کہ اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جواب میں فرماتے مجھے نہیں پتا تو کسی کے ذہن میں اشکال آ سکتا تھا کہ جب پوچھا اسلام کیا ہے؟ جواب دیا پانچ چیزیں، ایمان کیا ہے؟ فرمایا چھ چیزیں، تو اس آنے والے شخص نے کہا "صَدَقْتَ" (آپ نے سچ فرمایا) اس سے معلوم ہوتا تھا کہ سوال کرنے والے کو جواب آتا تھا لیکن پوچھ رہا تھا۔ جب سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو اگر حضور

صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے کہ مجھے نہیں پتا تو کسی کے ذہن میں یہ آ سکتا تھا کہ اس سوال کا جواب اس شخص کو پتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پتا، اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کہ قیامت کے آنے کا حتمی علم نہ مجھے اور نہ ہی آپ کو ہے۔

قیامت کی علامات:

آنے والے نے عرض کی:

فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا.

قیامت کی نشانیاں ہی بتادیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نشانیاں بتائیں۔

باندی اپنی مالکہ کو جنے گی:

فرمایا: أَنْ تَلِدَ الأَمَةُ رَبَّتَهَا.

جب وہ دور آجائے کہ باندی اپنی مالکہ کو جنے یعنی بیٹی کی حیثیت مالکہ کی بن جائے اور ماں کی حیثیت باندی کی بن جائے تو سمجھ لینا قیامت آنے لگی ہے۔

علماء نے عجیب نکتہ لکھا ہے کہ یہ کیوں فرمایا کہ جب بیٹی کی حیثیت مالکہ کی اور ماں کی حیثیت باندی کی بن جائے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی تو فرما سکتے تھے کہ جب ایسا دور آجائے کہ باپ ایسے ہو جائے جیسے غلام ہے اور بیٹا ایسے ہو جائے جیسے مالک ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ اور بیٹے کی مثال نہیں دی بلکہ ماں اور بیٹی کی مثال دی ہے یہ سمجھانے کے لیے کہ بیٹا اکثر اوقات گھر سے باہر رہتا ہے، بیٹا طاقت والا ہے، بیٹا کماتا ہے، ہو سکتا ہے زور اور طاقت کے ناز پہ باپ کو غلام بنالے لیکن بیٹی تو گھر میں ہے، صنفِ نازک ہے، کمزور ہے، جب ایسا دور آجائے بیٹیاں کمزور ہونے کے باوجود مالکن بننے کی کوشش کریں تو سمجھو قیامت قریب آرہی ہے۔

چرواہے عمارتیں بنانے لگیں گے:

وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ.

جب دیکھو کہ ایک آدمی کے پاؤں میں جوتے بھی نہیں ہیں، اس کے جسم پر کپڑا بھی نہیں ہے، پیٹ میں روٹی بھی نہیں ہے اور بکریاں چرانے والا ہے جب ایسے آدمی لمبی لمبی عمارتیں کھڑی کریں تو سمجھ لینا قیامت آرہی ہے۔

اُس دور میں یہ بات سمجھنی بڑی مشکل تھی لیکن آج کے دور میں سمجھنی بڑی آسان ہے۔ اُس دور میں سمجھنی بڑی مشکل تھی کہ بکریوں کا چرواہا جس کے پاس کھانے کے لیے روٹی نہیں ہے، پہننے کے لیے کپڑا نہیں ہے، پاؤں میں جوتیاں نہیں ہیں یہ اونچی منزلیں کیسے بنائے گا؟

یہ بات سمجھنی بڑی مشکل تھی لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان ایسا تھا کہ اگر کوئی مثال نظر نہیں آرہی، سمجھنا مشکل ہو رہا ہو لیکن مان تب بھی لیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھیک فرمایا ہے۔

بھکاری اور لاکھوں کا بینک بیلنس:

آدمی کے پاس بظاہر کپڑے بھی نہیں ہیں، پاؤں میں جوتا بھی نہیں ہے، غریب آدمی ہے اور پیٹ پہ ہاتھ رکھ کر دوسروں سے بھیک مانگتا ہے صبح سے شام تک، لگتا ہے پیٹ میں بھی کچھ نہیں ہے لیکن اس کا بینک بیلنس دیکھو تاجر سے زیادہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حق بنتا نہیں ہے لیکن مانگنا پیشہ ہے۔ جب یہ دور آئے تو سمجھیں قیامت آرہی ہے۔ پاؤں سے ننگا ہو گا، کپڑے پھٹے ہوں گے اور اس نے پیٹ پہ ہاتھ رکھا ہو گا کہ صبح سے بھوکا ہوں ابھی تک کھانا نہیں کھایا، بچے بھی بھوک سے مر رہے ہیں، دس روپے دے دو۔ اس کو تیس بندے سو روپے دیں تو تین ہزار بنتے ہیں ایک دن کے، تین ہزار ہوں تو مہینے کے نوے ہزار بنتے ہیں۔ بجلی کا بل بھی نہیں دیتا، دکان

کا کرایہ بھی نہیں دیتا، سامان خرید کر بھی نہیں لاتا، اب اس بندے کو نوے ہزار مہینے کامل جائے تو آپ دیکھیں سال کے بعد اس کے اکاؤنٹ میں دس ساڑھے دس لاکھ روپیہ نکلتا ہے۔ یہ بلڈنگ تو بنا سکتا ہے نا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سمجھائی ہے۔ اُس دور میں اگرچہ سمجھ میں نہیں آتی تھی لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر بھی مان لی ہے۔

ذات کی تبدیلی:

یا یوں سمجھیں کہ آدمی ہوتا قوم کا چرواہا ہے، دیہات میں رہتا تھا لوگ اس کی قوم کو جانتے تھے، شہر میں آیا، بزنس بدل گیا، اب قوم بھی بدل گئی۔

آنے والا کون تھا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا.

جب یہ سوال وجواب ہوئے وہ آدمی چلا گیا تو میں کچھ عرصہ اسی سوچ میں رہا کہ یہ آدمی کون ہوگا؟ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چند دن بعد فرمانے لگے:

يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟

عمر! جانتے ہو یہ سوال کرنے والا کون تھا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتا نہیں تھا کہ یہ سوال کرنے والا کون ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ."

اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔

اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ فرما دیتے کہ مجھے نہیں پتا تو اس سے یہ تو پتا چلتا کہ حضرت عمر کو نہیں پتا لیکن اس جواب سے یہ پتا نہ چلتا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پتا ہے یا نہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سائل کون ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ مجھے نہیں پتا۔ اس جواب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی لاعلمی تو ثابت ہوتی لیکن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم ثابت نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا جملہ بولا جس سے اپنی لاعلمی بھی ثابت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھی۔ عرض کی: ”حضور! آپ کو تو پتا ہے مجھے پتا نہیں تو کیا ہوا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ادب بتایا ہے کہ بڑا جب بات پوچھے تو یوں کہنا چاہیے کہ ”آپ فرمادیں، آپ بہتر سمجھتے ہیں۔“

”اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ أَعْلَمُ“ کہنے کی وجہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات کیوں فرمائی؟ اس کو مثال سے سمجھیں: مثلاً سکول میں چھٹی ہے، آپ مارکیٹ جانے لگے ہیں، بیٹا کہتا ہے کہ میں نے بھی ساتھ جانا ہے، ابو جی! شاپنگ میں نے بھی کرنی ہے۔ آپ بیٹے سے پوچھتے ہیں: جیب میں کچھ پیسے بھی ہیں؟ وہ یہ نہیں کہتا کہ میری جیب میں پیسے نہیں ہیں، کیوں؟ اگر وہ یہ کہہ دے میرے پاس پیسے نہیں ہیں، آپ کہیں گے کہ بیٹا! پھر تو شاپنگ کیسے کرے گا؟ اب لمبا سوال وجواب چلے گا۔ بیٹا یہ نہیں کہتا کہ میری جیب میں پیسے نہیں ہیں، وہ باپ کی جیب پہ ہاتھ رکھ دیتا ہے کہ ابو! میری جیب میں نہیں تو کیا ہوا آپ کی جیب میں تو ہیں آپ کی جیب میں نہ ہوتے تو پھر مسئلہ تھا میری جیب میں نہ ہوں کیا فرق پڑتا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بچہ بتانا چاہتا ہے کہ میری جیب میں ہونے نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا آپ کی جیب میں ہوں تو ہم شاپنگ کرلیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: عمر! جانتے ہو وہ سائل کون تھا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ مجھے نہیں پتا بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: حضور! آپ کو تو پتا ہے ہمیں پتا نہ ہو تو کوئی فرق نہیں پڑتا، ہمیں پتا نہیں ہے تو ہم آپ سے پوچھ لیں گے۔

آنے والا جبرئیل تھا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ۔

یہ جبریل امین تھے، اس لیے آئے تاکہ تمہارا دین تمہیں سکھائیں۔

الفاظِ نبوت پہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور کے پاس نہیں بلکہ صحابہ کے پاس آئے ہیں اسی لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ "أَتَاكُمْ" تمہارے پاس آئے ہیں۔

آمدِ جبرئیل کا مقصد:

يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ"

مجھے سکھانے کے لیے نہیں بلکہ تمہیں سکھانے کے لیے آئے ہیں۔

کیونکہ جبریل معلمِ مصطفیٰ نہیں ہیں، دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کی ذات کے علاوہ کوئی استاذ نہیں، آپ کا استاد خدا ہے جبرئیل نہیں۔ جبریل درمیان میں واسطہ ہے، اگر جبریل کو استاذ مان لیں تو استاذ کا مقام بڑھ جائے گا، شاگرد کا کم ہو جائے گا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام جبریل کے مقام سے بڑھ کر ہے، اس لیے فرمایا:

"يُعَلِّمُكُمْ"

یہ تمہیں سکھانے کے لیے آیا ہے، مجھے سکھانے کے لیے نہیں آیا۔

دینِ محمد؛ صحابہ سے ملے گا:

پھر فرمایا: "دِينَكُمْ"

تمہارا دین، یہ نہیں فرمایا: "دِيْنِيْ" میرا دین...

دو موقعوں پر اللہ نے عجیب لفظ استعمال فرمایا۔

ایک موقع پر فرمایا: لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ

"دِیۡنِ" اصل میں "دِیۡنِیۡ" ہے اور یہاں "ی" گری ہے یہ عربی قاعدے کی وجہ سے ہے یعنی "میرا دین"۔ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ اعلان فرمائیں کہ اے مشرکین مکہ! تمہارا دین تمہارے لیے، میرا دین میرے لیے۔

مکہ میں خدا نے دین کی نسبت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے۔ مدینہ منورہ میں فرمایا: اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ.

[آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا]

اب مدینہ میں دین کی نسبت اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف کی ہے، آخر فرق کیا ہے؟ مکہ میں دین کی نسبت حضور کی طرف کی ہے، مدینہ میں دین کی نسبت صحابہ کی طرف کی ہے، یہ بتانے کے لیے کہ جب دین شروع ہوا تو "دینِ محمد" ہے اور جب دین مکمل ہوا تو یہ دین "دینِ صحابہ" ہے۔

دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ملے گا تو صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے ملے گا، ان کو درمیان سے نکال دو تو دین محمد مل ہی نہیں سکتا۔ اس لیے فرمایا: "یُعَلِّمُکُمۡ دِیۡنَکُمۡ"

جبریل آئے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے، سکھایا بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہے اور یہ دین بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین کی حفاظت کرنی ہے۔

حدیثِ جبرئیل کی جامعیت:

یہ حدیث پورے دین کا خلاصہ ہے۔ دین نام ہے کچھ چیزوں کا:

(۱) ایمانیات (۲) اسلامیات (۳) احسانیات۔

آسان الفاظ میں یوں کہہ لیں کہ دین نام ہے (۱) عقائد کا، (۲) مسائل کا، (۳) تصوف کا۔ ان تین چیزوں کا نام "دین" ہے۔

کیونکہ انسان میں تین چیزیں ہیں:

1: انسان کا جسم ہے 2: جسم میں دل ہے 3: دل میں کیفیت ہے۔

جس کا تعلق انسان کے جسم سے ہے اسے "اسلام" کہتے ہیں، جس کا تعلق انسان کے دل سے ہے اسے "ایمان" کہتے ہیں اور جس کا تعلق دل کی کیفیت سے ہے اسے "احسان" کہتے ہیں۔ پہلا سوال اسلام کے بارے میں تھا جو ظاہرِ بدن سے ہے، پھر سوال ایمان کے بارے میں تھا جو قلبِ بدن سے ہے، پھر تصوف کے بارے میں تھا جو انسان کی قلبی کیفیات سے ہے۔

دین تین چیزوں کا نام ہے:

☼ "عقائد" اسے ایمان کہتے ہیں۔

☼ "مسائل" اسے اسلام کہتے ہیں۔

☼ "اخلاق" اسے احسان کہتے ہیں۔

❖ اگر کسی نے ایمان پڑھنا ہو یعنی عقیدہ سیکھنا ہو یہ ملتا ہے "متکلم" سے۔

❖ اگر مسائل پوچھنے ہوں یہ ملتے ہیں "فقیہ" اور "مفتی" سے۔

❖ اگر کسی نے احسان یعنی تصوف سیکھنا ہو تو یہ ملتا ہے "شیخ طریقت" سے۔

☼ جس علم میں عقیدہ ہو اسے "علم کلام" کہتے ہیں۔

☼ جس میں مسائل ہوں اسے "علم فقہ" کہتے ہیں۔

☼ جس میں اخلاق ہوں اسے "علم تصوف" کہتے ہیں۔

دیوبند کا اعزاز:

الحمدللہ! دیوبند کے پاس "متکلم" بھی ہیں، دیوبند کے پاس "فقیہ" بھی ہیں، دیوبند کے پاس خانقاہ و طریقت کے "شیخ" بھی ہیں۔ عقیدہ چاہیے "علم الکلام" بھی ہے، مسائل چاہییں "علم الفقہ" بھی ہے، طریقت چاہیے "علم التصوف" بھی ہے۔ یہ

سب کچھ دیوبند والوں کے پاس موجود ہے۔ اس لیے میرا موقف یہ ہے کہ آپ جرات سے کہا کریں کہ ہم دیوبندی ہیں، اس میں جھجکنا نہیں چاہیے۔

جب کسی سے اس کی قوم کے بارے میں پوچھیں کہ آپ کون ہیں؟ تو کہتے ہیں: گوندل، آپ کون ہیں: شیخ۔ یہ ساری قومیں بتاتے جارہے ہیں اور جب مسلک کی باری آتی ہے تو کہتے ہیں: دیوبند نہ کہنا! عجیب بات ہے! شیخ الہند دیوبند، مولانا تھانوی دیوبند، حضرت مدنی دیوبند، مولانا الیاس دہلوی دیوبند، عطاء اللہ شاہ بخاری دیوبند، شیخ زکریا دیوبند، قاری طیب دیوبند، مفتی محمود دیوبند، اب تک تجھے جو کچھ ملا وہ دیوبند سے ملا ہے، مسجد دیوبند کی، مقتدی دیوبند کا، مفتی دیوبند کا، خطیب دیوبند کا۔

اپنی مسجد میں اپنا مسلک بیان کریں:

مسجد کس کی ہے؟ دیوبند کی۔ جب مسجد اپنی ہے تو ہم اس میں اپنی بات تو کہہ سکتے ہیں۔ قوم اس لیے ضعف الاعتقادی کا شکار ہو رہی ہے کہ ہم نہ تو انہیں اپنے عقائد بتاتے ہیں، نہ اپنے اکابر کے اتباعِ سنت کے واقعات بتاتے ہیں اور نہ ہی مسائل بتاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ اہل حق کو تنقیدی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ شاید ان میں کمی ہے، بحمد اللہ دیوبند میں کمی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ پورے دین پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 14 جون، 2021ء

بیعتِ رضوان

اللہ تعالیٰ اُن اہلِ ایمان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے راضی ہوئے جب وہ ایک درخت کے نیچے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ (اخلاص اور پختہ عزم) تھا وہ بھی اللہ کے علم میں تھا۔

مذکورہ بالا مفہوم قرآنی میں جس بیعت کا تذکرہ ہے اسے بیعت رضوان کہتے ہیں۔ بیعت رضوان ماہ ذوالقعدہ سن 6 ہجری میں وقوع پذیر ہوئی۔ موقع کی مناسبت سے اختصار و جامعیت کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

مقام حدیبیہ:

حدیبیہ؛ مکہ مکرمہ سے تقریباً 24 کلو میٹر کے فاصلے پر واقعہ ایک بستی کا نام ہے پہلے یہاں ایک کنواں ہوا کرتا تھا جسے ”حدیبیہ“ کہا جاتا تھا، بعد میں اسی کنویں کی وجہ سے اس علاقے کا نام بھی ”حدیبیہ“ معروف ہو گیا۔ اس کا اکثر حصہ حدود حرم میں ہے اور بعض حصہ حل (حدود حرم سے خارج) ہے۔

نبی کریم ﷺ کا خواب مبارک:

6 ہجری میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے ہمراہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور کعبۃ اللہ کا طواف کیا، اس کے بعد کسی نے سر کے بال منڈوائے اور کسی نے کتروائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مبارک خواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا سب نہایت خوش ہوئے۔

مکہ مکرمہ کی جانب سفر کا آغاز:

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی سال یکم ذوالقعدہ بروز پیر مدینہ منورہ سے عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کا سفر شروع کیا۔ صحیح روایات کی بنیاد پر آپ کے ہمراہ

جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بروایت براء بن عازب رضی اللہ عنہ 1400 جبکہ بروایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ 1500 ہے۔

مقام ذوالحلیفہ پر:

مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر سب نے احرام باندھا، اس مبارک قافلے کے پاس اللہ کے نام پر ذبح کیے جانے والے جانور بھی موجود تھے جنہیں ایک خاص علامت لگا کر ساتھ لایا جاتا تھا۔ بُسر بن سفیان رضی اللہ عنہ کو قریش مکہ کی خبر معلوم کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ مسلمانوں کا ارادہ چونکہ صرف عمرہ کا تھا، جنگ کا نہیں تھا اس لیے اسلحہ وغیرہ ساتھ نہیں تھا صرف اتنے ہتھیار ساتھ تھے جو عام سفر میں جان و مال کی حفاظت کے لیے ساتھ رکھے جاتے تھے۔

مقام غدیر اشطاط پر:

غدیر اشطاط پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع موصول ہوئی کہ قریش مکہ نے آپ کی اطلاع ملتے ہی ایک بڑا لشکر جمع کیا ہے اور جنگ کی تیاری شروع کر دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خالد بن ولید (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) دو سو سواروں کے ساتھ لے کر مقام غمیم میں پہنچ گئے لہٰذا اس راستے سے ہٹ کر دائیں جانب کا راستہ اختیار کرو۔

قصواء (اونٹنی) کا معاملہ:

اہل اسلام کا یہ قافلہ حدیبیہ پہنچا، یہاں سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی (قَصواء) کو مکہ مکرمہ کی طرف موڑنا چاہا تو اونٹنی وہیں پر بیٹھ گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو اٹھانے کے لیے حَلْ حَلْ (اونٹنی کو اٹھانے کی آواز) کہا لیکن اونٹنی اپنی جگہ سے نہ اٹھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے خَلَاتِ الْقَصْوَاءُ

خَلَاتِ الْقَصْوَاءُ۔ قصواء بیٹھ گئی یا یوں کہا کہ قصواء اَڑ گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قصواء نہ اپنی مرضی سے بیٹھی ہے اور نہ ہی اس طرح اَڑ جانا اس کی عادت ہے بلکہ جس اللہ نے ہاتھیوں کو مکہ داخل ہونے سے روکا تھا (واقعہ اصحاب فیل کی طرف اشارہ تھا) اسی اللہ نے اسے بھی روک دیا ہے۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی چاہت:

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ (قدرت) میری جان ہے اگر قریش مکہ مجھ سے کسی ایسی بات کا مطالبہ کریں جس میں وہ شعائر اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرمت وعزت والی چیزوں) کی تعظیم ہو گی تو میں اسے ضرور منظور کر لوں گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو اٹھایا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

حدیبیہ کا آخری کنارہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزید آگے کی طرف بڑھے اور حدیبیہ کے آخری کنارے پر ایک ندی کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ شدید گرمی کا موسم، پیاس کی شدت اور پانی کی قلت تھی۔ ندی / کنویں میں پانی کم مقدار میں تھا جو تھوڑی ہی دیر میں ختم ہو گیا۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معجزہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ترکش سے ایک تیر نکالا اور فرمایا کہ اسے پانی والی جگہ پر گاڑو۔ ایسا کیا گیا، وہاں سے خوب پانی نکلنے لگا جیسے چشمہ ابل پڑا ہو۔ پورا لشکر اس سے سیراب ہوا، ان کی واپسی تک یہی حال رہا۔

اہل مکہ کے نام پیغام اور ان کا رویہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کو

ایک اونٹ پر سوار کر کے قریش مکہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ہم صرف عمرہ کرنے کی غرض سے آئے ہیں جنگ و قتال کے لیے نہیں۔ قریش مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کے اونٹ کو ذبح کر ڈالا اور قاصد کو بھی قتل کرنا چاہا لیکن کچھ لوگوں نے بیچ میں پڑ کر بیچ بچاؤ کرا دیا۔ حضرت خراش رضی اللہ عنہ واپس حدیبیہ پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری صورتحال سے آگاہ فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کے پاس قاصد بنا کر بھیجنے کا ارادہ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ساری صورتحال اور منشائے نبوت کو ملحوظ رکھ کر) اپنی رائے پیش کی کہ مجھے نہ بھیجیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا۔

سفیر نبوت مکہ کی جانب:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر اور قاصد بنا کر بھیجا کہ آپ جا کر ابو سفیان اور قریش مکہ والوں کو سمجھائیں کہ ہم لڑنے کی نیت سے نہیں آئے بلکہ بیت اللہ کا طواف کر کے واپس چلے جائیں گے۔ مزید یہ کہ جو مسلمان مکہ مکرمہ میں اپنے اسلام کا اظہار و اعلان نہیں کر سکتے انہیں یہ خوشخبری سنا دو کہ ہمت و حوصلہ سے کام لیں، گھبرائیں نہیں عنقریب اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائیں گے اور اپنے دین کو غلبہ عطا فرمائیں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے اور اپنے ایک عزیز ابان بن سعید (بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ رضی اللہ عنہ) کی پناہ لی۔ قریش مکہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا اور مکہ میں موجود مسلمانوں کو صبر و ہمت سے کام لینے کا کہا اور فتح و نصرت کی خوشخبری سنائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قریش مکہ کو بہت سمجھایا کہ ہم

صرف عمرہ کی غرض سے آئے ہیں لڑنے کے لیے نہیں لیکن انہوں نے اس بات کو نہ مانا اور طے شدہ فیصلہ سنایا کہ اس سال تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی صورت مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عمرہ کی پیش کش:

ابوسفیان (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) نے کہا: عثمان (رضی اللہ عنہ) اگر آپ چاہو تو میں تمہیں طواف کی اجازت دے سکتا ہوں لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو طواف کی اجازت نہیں دیں گے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر میں ہر گز طواف نہیں کروں گا۔

واقف رموز و اسرار شریعت:

کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مزاج شریعت سے واقف تھے، آپ بخوبی جانتے تھے کہ اللہ کے ہاں وہی عبادت قبول ہوتی ہے جس میں منشائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہو۔ اور یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء یہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام عازمین بیت اللہ کا طواف کریں، عمرہ کریں۔ اب ان میں سے صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عمرہ کریں اور باقیوں کو اجازت نہ ہو تو منشائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے اس لیے فرمایا کہ میں اکیلے عمرہ نہیں کر سکتا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غیرت محبت:

دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مکہ کے قریب عمرہ سے روک دیا جائے اور میں بیت اللہ کا طواف کروں، ملتزم سے چمٹ کر دعائیں مانگوں، حجر اسود کے بوسے لوں، مقام ابراہیم پر نوافل ادا کروں، صفا اور مروہ کی سعی کروں

الغرض تمام افعال عمرہ ادا کروں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی غیرت محبت نے اس کو گوارہ نہ کیا کہ رسول اللہ کا قرب چھوڑ کر بیت اللہ کا قرب حاصل کرلوں۔

شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی افواہ:

آپ رضی اللہ عنہ کے اس جواب پر ابو سفیان نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہمراہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قید کر دیا۔ کسی نے یہ غلط خبر اڑا دی کہ کفار مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہمراہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا ہے۔

بیعت رضوان:

اس خبر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید صدمہ پہنچا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور میدانِ حدیبیہ میں موجود ایک ببول (کیکر) کے درخت کے نیچے تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے موت کی بیعت لی۔ سب سے پہلے ابو سنان اسدی رضی اللہ عنہ بیعت کی۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾

سورۃ الفتح، رقم الآیۃ: 18

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے راضی ہوئے جب وہ ایک درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ (اخلاص و پختہ عزم) تھا وہ بھی اللہ کے علم میں تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینت (اطمینان کی سب سے اعلیٰ کیفیت) نازل فرمائی اور ان کو (بطور) انعام کے ایک قریبی فتح (فتح خیبر) عطا فرمائی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لے رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے ایک ہاتھ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔ اسی بیعت کو "بیعتِ رضوان" کہتے ہیں لیکن بعد میں پتہ چلا کہ شہادت عثمان والی خبر سچی نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کفار کے کچھ لوگوں کو قید کر لو، مسلمانوں نے کفار کے چند لوگوں کو قید کر لیا۔ تب کافروں نے مجبور ہو کر حضرت عثمان اور ان کے ہمراہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رہا کیا اور اس کے بدلے اپنے لوگوں کو رہا کروایا۔

شجرہ رضوان:

فائدہ: مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی رحمہ اللہ معارف القرآن میں شجرہ رضوان سے متعلق فرماتے ہیں۔

شجرہ، جس کا ذکر اس آیت میں آیا ہے ایک ببول کا درخت تھا اور مشہور یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد کچھ لوگ وہاں چل کر جاتے اور اس درخت کے نیچے نمازیں پڑھتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خطرہ ہوا کہ کہیں آئندہ آنے والے جہلاء اسی درخت کی پرستش نہ شروع کر دیں جیسے پچھلی امتوں میں اس طرح کے واقعات ہوئے ہیں اس لئے اس درخت کو کٹوا دیا۔

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

مگر صحیحین میں ہے کہ حضرت طارق بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کے لئے گیا تو راستے میں میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جو ایک مقام پر جمع تھے اور نماز پڑھ رہے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کون سی مسجد ہے انہوں نے کہا کہ یہ وہ درخت ہے جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت رضوان لی تھی، میں اس کے بعد حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوا اور اس واقعہ کی خبر ان کو دی، انہوں نے فرمایا کہ میرے والد ان لوگوں میں سے تھے جو اس بیعت رضوان میں شریک ہوئے انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ ہم جب اگلے سال

مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو ہم نے وہ درخت تلاش کیا ہمیں بھول ہو گئی اس کا پتہ نہیں لگا۔ پھر سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جو خود اس بیعت میں شریک تھے ان کو تو پتہ نہیں لگا تمہیں وہ معلوم ہو گیا عجیب بات ہے کیا تم ان سے زیادہ واقف ہو (روح المعانی)

اس سے معلوم ہوا کہ بعد میں لوگوں نے محض اپنے تخمینہ اور اندازہ سے کسی درخت کو متعین کر لیا اور اس کے نیچے حاضر ہونا اور نمازیں پڑھنا شروع کر دیا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ بھی معلوم تھا کہ یہ وہ درخت نہیں پھر خطرہ ابتلائے شرک کا لاحق ہو گیا اس لئے اس کو قطع کرا دیا ہو۔ کیا بعید ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پورے دین پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

[signature]

پیر، 21 جون، 2021ء

صُلح حدیبیہ

اللہ تعالیٰ نے صلح میں خیر رکھی ہے۔ذیل میں اس صلح کے حوالے سے جانتے ہیں، جسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔

بیعت رضوان کے قریش پر اثرات:

قریشِ مکہ کو جب اس بات کا علم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے اپنے ہمراہ آئے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت علی الموت لی ہے تو وہ بہت زیادہ خوف زدہ ہوئے اور صلح کے لیے مجبوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قاصدوں کو بھیجنا شروع کیا۔

بدیل بن ورقاء خزاعی کی حاضری:

قبیلہ خزاعہ جو ابھی تک مسلمان نہ ہوا تھا لیکن شروع سے مسلمانوں کا خیر خواہ اور راز دار رہا تھا، مشرکین مکہ کی اسلام دشمن سازشوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باخبر رکھا کرتا تھا۔اسی قبیلہ کے سردار بدیل بن ورقاء خزاعی اپنے قبیلے کے چند اشخاص کو لے کر پہنچا اور خدمت اقدس میں عرض کی: قریش نے مکہ کے قریب حدیبیہ کے پاس پانی کے چشموں پر اپنے بڑے لشکر کو جمع کر لیا تاکہ آپ کو بیت اللہ سے روک سکیں اور اگر مزاحمت ہو تو طویل عرصے تک جنگ کرنے کے لیے اپنے ساتھ دودھ والی اونٹیاں بھی لے آئے ہیں۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اُصولی موقف:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں۔ کچھ عرصے سے جاری لڑائیوں نے قریش کو کمزور کر دیا ہے اگر وہ چاہیں تو میں ان کے لیے صلح کی ایک مدت مقرر کر دیتا ہوں اور وہ اس مدت میں میرے اور دوسرے لوگوں

کے درمیان رکاوٹ نہ ڈالیں۔ اگر اللہ کے فضل سے میں غالب آ جاؤں تو پھر ان کو اختیار ہے اگر خوشی سے میرے دین میں داخل ہونا چاہیں، تو ہو جائیں جیسا کہ ان کے علاوہ دوسرے لوگ داخل ہو رہے ہیں فی الحال کچھ عرصے کے لیے آرام کریں اور اگر اس دوران کوئی اور مجھ پر غالب آجائے تو پھر ان کی مراد پوری ہو جائے گی۔ لیکن اتنی بات ضرور ذہن میں رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کو غالب فرمائیں گے۔ اور اس نے جو دین کے ظہور، غلبہ اور فتح و نصرت کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا اور اگر قریش میری بات نہیں مانتے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ضرور ان سے جہاد و قتال کروں گا (ان کی گردنیں کاٹتا رہوں گا) یہاں تک کہ (اس مقابلے میں) میری گردن بھی کٹ جائے۔

بدیل بن ورقاء کی واپسی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ باتیں سن کر بدیل بن ورقاء واپس قریش کے پاس گئے اور ان سے کہا: ہم اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے کچھ باتیں سن کر آ رہے ہیں اگر آپ لوگ چاہتے ہیں تو میں وہ باتیں آپ کو سنا دوں؟ اس پر کچھ احمق و نادان لوگوں نے کہا کہ ہمیں اس کی باتیں سننے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی ہم اس کی باتیں سننا پسند کرتے ہیں۔ مگر قریش کے چند سمجھ دار لوگوں نے کہا کہ ہاں آپ ہمیں وہ باتیں سنائیں جو آپ سن کر آ رہے ہیں۔

قریش مکہ سے بات چیت:

بدیل بن ورقاء نے کہا: اے قریش! آپ لوگ جلد باز ہو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے لڑنے کے لیے نہیں بلکہ صرف عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں۔ (تم سے دب کر نہیں بلکہ تمہاری خیر خواہی کے طور پر) تم سے صلح کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ قریش مکہ نے جواب دیا کہ بے شک وہ عمرے کے ارادے سے آئے ہیں، لڑائی کے

لیے نہیں پھر بھی وہ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔

عروہ بن مسعود ثقفی (رضی اللہ عنہ) کی گفتگو:

اس موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی (بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ رضی اللہ عنہ) نے کھڑے ہو کر کہا: کیا تم میرے لیے اولاد کی طرح (خیر خواہ) نہیں؟ اور میں تمہارے لیے باپ کی طرح (شفقت کرنے والا) نہیں؟ لوگوں نے کہا کہ بے شک کیوں نہیں۔ عروہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: کیا آپ لوگ میرے ساتھ کسی قسم کی کوئی بد گمانی رکھتے ہو؟ لوگوں نے جواب میں کہا: ہر گز نہیں۔ عروہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہاری بھلائی کی بات کی ہے۔ میرے نزدیک اس کی (معقول) بات کو ضرور قبول کر لینا چاہیے۔ اور مجھے (اپنی نمائندگی اور ترجمانی کی) اجازت دو تاکہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مل کر اس بارے میں گفتگو کر سکوں۔ قریشیوں نے جواب دیا کہ بہتر ہے آپ ان سے مل کر گفتگو کر لیں۔

عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی بارگاہ نبوی میں حاضری:

عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وہی گفتگو فرمائی جو اس سے پہلے بدیل سے فرما چکے تھے۔ عروہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے کبھی یہ بات سنی ہے کہ کسی کو اس کی قوم نے ہلاک کیا ہو؟ اگر دوسری صورت پیش آگئی یعنی قریش کو آپ پر غلبہ ہوا تو میں دیکھ رہا ہوں کہ مختلف قوموں کے لوگ جو ابھی تو آپ کے ساتھ ہیں وہ اس وقت آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عروہ (رضی اللہ عنہ) سے مکالمہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف

فرماتے تھے جب عروہ (رضی اللہ عنہ) نے یہ بات کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عروہ! (رضی اللہ عنہ) (تم کیسی بات کر رہے ہو بھلا) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے ؟ عروہ (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اللہ کی قسم! اگر مجھ پر آپ کا احسان نہ ہوتا جس کا میں ابھی تک بدلہ نہیں چکا پایا تو میں آپ کی بات کا ضرور جواب دیتا۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کر دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ کا عروہ (رضی اللہ عنہ) کو روکنا:

عروہ (رضی اللہ عنہ) گفتگو کے دوران بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (جو رشتے میں عروہ کے بھتیجے تھے) ایک خَود (جنگی ٹوپی) پہنے اور ننگی تلوار لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ ہونے کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ بارگاہ نبوی میں اپنے چچا کی اس حرکت کو گوارا نہ کرتے ہوئے فرمایا: عروہ (رضی اللہ عنہ!) اپنے ہاتھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک داڑھی سے دور کرو، مشرک اس قابل نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ بھی لگا سکے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے چونکہ خَود (جنگی ٹوپی) پہن کر اپنے منہ کو چھپایا ہوا تھا اس لیے عروہ (رضی اللہ عنہ) آپ کو پہچان نہ سکا اور غصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یہ کون ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) ہے۔

عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) واپس آئے:

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَا ۔ إِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَيْنَيْهِ قَالَ: فَوَاللهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ

بِهَا وَجْهَهُ وَ جِلْدَهُ وَإِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا أَمْرَهُ وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهِ وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يُحِدُّوْنَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهُ. فَرَجَعَ عُرْوَةُ إِلٰى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: أَيْ قَوْمِ وَاللهِ لَقَدْ وَفَدْتُّ عَلَى الْمُلُوْكِ وَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ وَ كِسْرٰى وَ النَّجَاشِيِّ وَاللهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدًا وَاللهِ إِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ وَ إِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا أَمْرَهُ وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهِ وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يُحِدُّوْنَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَه۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:2732

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ عروہ بن مسعود (قبول اسلام سے پہلے قریش مکہ کی طرف سے نمائندہ بن کر آئے تو) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جائزہ لیتے رہے اور قریش مکہ سے کہنے لگے: اے قوم! اللہ ربّ العزت کی قسم! میں (بڑے بڑے) بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر و کسری اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں۔ لیکن خدا کی قسم! میں نے کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی اس درجہ تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب وہ لُعابِ دہن زمین پر ڈالنا چاہتے ہیں تو ان کا لعاب دہن کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے، جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے، جب وہ وضو فرماتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ ان کے وضو کا استعمال شدہ پانی حاصل کرنے کی سعادت حاصل کرنے لیے ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو

جائیں گے وہ ان کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو آہستہ رکھتے ہیں اور انتہا درجہ تعظیم کی وجہ سے وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتے۔

حلیس بن علقمہ کنانی کی آمد:

عروہ بن مسعود کی گفتگو سننے کے بعد حبشیوں کے سردار حلیس بن علقمہ کنانی نے قریش مکہ سے کہا کہ مجھے اجازت دیں میں مل کر آتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلیس کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو۔ آنے والا شخص ان لوگوں میں سے ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ حلیس قربانی کے اونٹوں کو کھڑا دیکھ کر راستے سے ہی واپس ہو گیا اور قریش سے جا کر کہنے لگا: رب کعبہ کی قسم! یہ لوگ صرف عمرہ کرنے کے آئے ہیں انہیں بیت اللہ سے نہیں روکا جا سکتا۔ قریش نے اس سے کہا: بیٹھ جا! تو جنگل کا رہنے والا ہے تجھے معاملات کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

حلیس بن علقمہ کی قریش مکہ کو دھمکی:

حلیس کو غصہ آیا، کہا: اے قریش! خدا کی قسم! ہم نے تمہارے ساتھ اس لیے عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ جو شخص محض بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے، اس کو بیت اللہ سے روکا جائے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں حلیس کی جان ہے اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بیت اللہ کی زیارت سے روکو گے تو میں اپنے قبیلے والے تمام حبشیوں کو لے کر تم سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔ قریش نے کہا: اچھا آپ ناراض نہ ہوں بیٹھئے! ہم ذرا اس معاملے پر اچھی طرح غور کر لیں۔

مکرز بن حفص کی آمد:

اس کے بعد مکرز بن حفص اٹھا اور کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو کر

آتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکرز کو آتا ہوا دیکھ کر فرمایا: یہ برا شخص ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ اسی مکرز نے کچھ دن پہلے پچاس آدمیوں کو ساتھ لا کر آپ پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس کے ساتھی گرفتار ہو گئے تھے جبکہ یہ بچ نکلا تھا۔

سہیل بن عمرو کی آمد:

مکرز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ قریش نے سہیل بن عمرو کو بھیج دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا ارادہ صلح کرنے کا ہے اس لیے "سُہیل" کو بھیجا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نیک فالی:

سُہیل چونکہ تصغیر کا صیغہ ہے جو تقلیل پر دلالت کرتا ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نیک فالی لی کہ اب معاملہ میں کچھ نرمی کی امید ہے سہیل نے کہا کہ ہمارے درمیان معاہدہ تحریری طور پر آجائے۔

معاہدہ کی تحریر لکھی جانے لگی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور فرمایا، لکھو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سہیل نے کہا: رحمٰن کیا ہے؟ میں نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ (قدیم دستور کے مطابق) بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ لکھا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ علی! یہی لکھ دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا: هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ کی طرف سے ہے۔

"رسول اللہ" کے الفاظ پر اعتراض:

اس پر سہیل نے اعتراض کرتے ہوئے کہا یہی تو جھگڑا ہے اگر ہم آپ کو اللہ

کا رسول مانتے تو بیت اللہ آنے سے کیوں روکتے؟ اور جنگ کیوں کرتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگرچہ تم جھٹلاتے رہو لیکن صحیح بات یہی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ سہیل نے کہا کہ محمد بن عبد اللہ لکھا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! پہلا لکھا ہوا مٹا دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مؤدِّبانہ انکار:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ محبت کی دونوں رمزوں سے آشنا تھے کہ کبھی محبت کا تقاضا الامر فوق الادب ہے کہ حکم کا درجہ ادب سے زیادہ ہوتا ہے اور کبھی محبت کا تقاضا الادب فوق الامر ہوتا ہے یعنی حکم کے باوجود ادب کی انتہا کو فوقیت دی جائے۔ اس لیے نے نہایت مودبانہ لہجے میں عرض کی: بھلا میں کیسے مٹا سکتا ہوں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے وہ جگہ بتاؤ جہاں رسول اللہ لکھا ہے میں خود مٹا دیتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انگلی رکھ کر وہ جگہ بتلا دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھوں سے اس لفظ کو مٹا دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو محمد بن عبد اللہ لکھنے کا حکم دیا۔

صلح نامے کی شرائط:

فریقین کی رضامندی سے درج ذیل شرائط پر ایک ”عہد نامہ“ مرتب ہوا۔

1: دس سال تک فریقین کے درمیان کوئی لڑائی نہیں ہوگی۔

2: اگر کوئی شخص اپنے وارثوں کی اجازت کے بغیر مسلمان ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گا آپ اسے واپس کریں گے۔

3: جو شخص مسلمانوں میں سے قریش کے پاس آئے گا اسے نہیں لوٹایا جائے گا

4: اس سال آپ عمرہ کیے بغیر ہی واپس جائیں اور آئندہ سال آکر عمرہ ادا کریں

5: مسلمان صرف تین دن مکہ میں ٹھہر سکتے ہیں اور اپنے ہتھیاروں کو نیاموں

میں بند رکھنے کے پابند ہوں گے۔

جس وقت یہ عہد نامہ مرتب ہو رہا تھا اس وقت متحدہ قبائل کو مکمل طور پر یہ اختیار دیا گیا کہ وہ جس کسی کے عہد میں شامل ہونا چاہیں، ہو جائیں۔ قبیلہ بنو خزاعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جبکہ قبیلہ بنو بکر قریش کے عہد میں شامل ہوا۔

ابو جندل رضی اللہ عنہ کی مکہ سے حدیبیہ آمد:

ابھی صلح نامہ لکھا ہی جا رہا تھا کہ سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندل رضی اللہ عنہ (جو اس واقعے سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے) پاؤں میں بیڑیاں ڈالے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ سہیل بن عمرو نے ان کو دیکھتے ہی کہا کہ یہ پہلا شخص ہے جو عہد نامے کے مطابق واپس ہونا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی صلح نامہ مکمل لکھا نہیں گیا (لکھے جانے اور اس پر فریقین کے دستخط ہونے کے بعد نافذ العمل ہونا چاہیے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار سہیل بن عمرو سے فرمایا، لیکن سہیل نے اسے تسلیم نہ کیا۔ آخر کار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل رضی اللہ عنہ کو سہیل کے حوالے کر دیا۔

ابو جندل رضی اللہ عنہ کو تسلی:

ابو جندل رضی اللہ عنہ نے آہ بھری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: يَا اَبَا جُنْدَل اِصْبِرْ وَاحْتَسِبْ .. اِنَّ اللہَ جَاعِلٌ لَّكَ فَرَجًا وَمَخْرَجًا۔ ابو جندل! صبر سے کام لو اور اللہ سے اچھی امید رکھو ہم وعدہ خلافی کرنے والے لوگ نہیں بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کا راستہ نکالیں گے۔

حالات کا گہرا اثر:

مدینہ طیبہ سے عمرہ کا (اس سال نامکمل) سفر، راستہ میں رکاوٹیں، صلح نامے

میں بظاہر کفار کے حق میں نرم شرائط ، ان کی قید سے نکل کر آنے والے مظلوم مسلمان کی واپسی وغیرہ۔ ان تمام باتوں کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر گہرا اثر پڑا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اظہارِ تعجب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ اللہ تعالیٰ کے برحق نبی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالکل برحق نبی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کی: کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس وقت کے موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے) عرض کی: (جب آپ برحق نبی ہیں، ہم حق پر ہیں تو)ہم یہ سب کیوں برداشت کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کا رسول اور برحق نبی ہوں، اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا وہ ذات ہماری مدد فرمائے گی۔

جوابِ صدیقی فنافی الرسول کا آئینہ دار:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھ کر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور اپنے وہی سوالات دہرائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے سوالوں کے من و عن وہی جواب دیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے تھے۔

فائدہ: ان تمام حالات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ مبارک ظاہری اسباب پر تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ اقدس بذریعہ وحی مسبب الاسباب کے حکم اور حکمتوں پر تھی۔ فنافی الرسول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قلب مبارک پر قلب نبوت کے اثرات پڑ رہے تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کا جواب لفظ بلفظ وہی تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آس:

صلح نامہ سے فارغ ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: اپنے احرام کھول دو، قربانی کے جانور ذبح کر لو اور اپنے سر منڈوالو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خواہش یہ تھی کہ ہم عمرہ کر کے واپس جائیں۔ اس آس میں تھے کہ شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرہ کی ادائیگی کا حکم مل جائے اس لیے تامل سے کام لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد خیمے میں تشریف لائے اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس معاملے سے آگاہ فرمایا۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دانشمندانہ کردار:

آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ”یارسول اللہ! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ سب احرام کھول دیں؟ تو پھر ایسا کریں کہ آپ باہر نکل کر کسی سے کوئی بات نہ کریں اور اپنا جانور ذبح فرما دیں اور بال مونڈنے والے کو بلا کر اپنے بال مونڈوالیں۔“ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور باہر نکل کر اپنا جانور ذبح کر دیا اور بال منڈوالیے۔ اس کو دیکھتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وہ آس بھی ختم ہو گئی کہ شاید عمرہ کی ادائیگی کا حکم مل ہی جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی احرام کھول دیے اور اپنے جانور ذبح کر ڈالے اور آپس میں ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔

احرام کھول کر جانور ذبح کر دیے:

مسلمانوں نے قربانی کے جانوروں کو اسی مقام پر ذبح کیا اور احرام کھول دیا۔ مسلمان کچھ اور سوچ کر سفر کے لیے نکلے تھے لیکن معاملہ بالکل برعکس ظاہر ہوا تو بے انتہا صدمے سے دوچار ہوئے، حدیبیہ سے واپسی پر مکہ و مدینہ کے درمیانی جگہ پہنچے تو

سورۃ فتح کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو کھلی اور واضح فتح عطا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور وحی الٰہی سنائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ظاہری طور پر جس صلح کو شکست سمجھے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ اسے حقیقی و باطنی طور فتح مبین قرار دیا۔ حالات کے تناظر میں بعض نے ازراہ تعجب عرض کی: کیا یہ بھی فتح کہلاتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ عظیم الشان فتح ہے۔

صلح حدیبیہ کے فوائد و ثمرات:

- وہ دوریاں دور ہوئیں جن کے ہوتے ہوئے آپس میں مل جل نہیں سکتے تھے۔
- جو لوگ اپنا اسلام ظاہر نہیں کر سکتے تھے وہ اعلانیہ طور پر اپنا اسلام ظاہر کرنے اور اس پر عمل کرنے لگے۔
- یہ اسی صلح کے ثمرہ تھا کہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک کے مختصر عرصے میں اتنی کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے کہ ابتداء بعثت سے لے کر اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

[signature]

پیر، 28 جون، 2021ء

اللہ کو راضی کریں

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾

سورۃ التوبۃ، رقم الآیات: 71، 72

ترجمہ: ایمان والے مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں۔ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں، نماز کو پابندی سے ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرتے ہیں۔ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ ضرور رحمت فرمائیں گے یقیناً اللہ تعالیٰ (ہر معاملے میں) غالب ہیں اور (ہر معاملے میں) حکمت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی ان باغات میں یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے (اہل ایمان سے) پاکیزہ مکانات کا (بھی) وعدہ فرمایا جو سدا بہار باغات میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے (ہمیشہ کی) رضا کا وعدہ ہے جو اللہ کی طرف سے سب سے بڑی نعمت ہے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

جامع اور مختصر نصیحت:

عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قَالَ: كَتَبَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى

عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنِ اكْتُبِي إِلَيَّ كِتَابًا تُوصِينِي فِيهِ وَلَا تُكْثِرِي عَلَيَّ فَكَتَبَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا إِلَى مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: سَلَامٌ عَلَيْكَ. أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنِ الْتَمَسَ رِضَاءَ اللهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَاءَ النَّاسِ بِسَخَطِ اللهِ وَكَلَهُ اللهُ إِلَى النَّاسِ. وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ.

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2414

ترجمہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک خط تحریر فرمایا اور اس میں لکھا کہ مجھے کوئی مختصر سی نصیحت لکھ بھیجیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں لکھا: آپ پر سلامتی ہو(یہ بھی سلام کرنے کے الفاظ ہیں) میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کو راضی کرنے کے لیے لوگوں کی ناراضگی مول لے گا اللہ رب العزت اسے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اور جو شخص لوگوں کو راضی کرنے کے لیے اللہ کو ناراض کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا معاملہ لوگوں پر چھوڑ دے گا۔(یعنی اس کی مدد و نصرت نہیں فرمائے گا)والسلام۔

لطائف و معارف:

1: انسان جس قدر بڑے مقام تک پہنچ جائے اسے نصیحت کی ضرورت رہتی ہے۔ جیسا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمل سے معلوم ہوتا ہے باوجودیکہ جلیل القدر صحابی رسول ہیں، کاتب وحی ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ دنیاوی جاہ و منصب اور عہدہ کے اعتبار سے اس مقام پر ہیں کہ آج کا کوئی حکمران ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی خود کو نصیحت کا محتاج سمجھتے ہیں۔ جب اس قدر دینی و دنیاوی جلالت شان والا شخص

نصیحت سے خود کو بے نیاز نہیں سمجھتا تو ہمیں ان سے بڑھ کر نصیحت کی ضرورت ہے۔

2: جس طرح مرد نصیحت کر سکتے ہیں اسی طرح نیک خواتین بھی نصیحت کر سکتی ہیں بشرطیکہ فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

3: نصیحت حاصل کرنے کے ممکنہ جائز وسائل کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔ اولاً تو بندہ خود کسی کی خدمت میں حاضر ہو کر نصیحت حاصل کرے تاہم اگر خود جانے میں کوئی دینی یا دنیاوی عذر ہو تو خط و کتابت کے ذریعے بھی یہ کام کیا جاسکتا ہے۔

4: نصیحت لینے والا مختصر نصیحت کی خواہش رکھتا ہے تو مختصر نصیحت کرنی چاہیے

5: نصیحت میں اپنی بات بھی کہی جا سکتی ہے لیکن اپنے سے بڑے کی بات کہہ دینا زیادہ مفید ہوتا ہے۔

6: نصیحت لکھنے کی ضرورت پیش آئے تو ابتداء و انتہا میں سلام لکھنا چاہیے۔

7: اگر اپنے سے بڑے کی نصیحت کی کوئی بات خود سنی ہوئی ہو تو اسے نقل کرتے وقت اس کا تذکرہ کر دینا بات میں مزید پختگی کا باعث بنتا ہے۔

8: نصیحت عمومی طرز کی ہو، سننے اور سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

9: نصیحت جامعیت کی حامل ہو جس کا فائدہ دنیا و آخرت کو محیط ہو۔

10: نصیحت میں اصل فکرِ آخرت کی طرف توجہ دلانا مقصود ہو۔

خالق کی نافرمانی سے بچو:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ.

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: 381

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مخلوق کی ایسی فرمانبرداری نہ کرو جس سے خالق کی نافرمانی ہوتی ہو۔

مخلوق کو راضی رکھنے کی دھن:

آج کا مسلمان ہر موقع پر مخلوق کو راضی کرنے کی فکر میں ہوتا ہے لیکن خالق کو راضی کرنے کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ خوشیوں کی تقریبات میں وہ تمام کام کیے جاتے ہیں جن سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے اور جن کے کرنے سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض تو ایسے بڑے گناہ کیے جاتے ہیں جن پر سخت عذاب کی وعیدیں موجود ہیں۔ یہ سب کام محض لوگوں کو راضی اور ان کے سامنے اپنی ناک رکھنے کے لیے کیے جاتے ہیں۔ یہی حال غم کے مواقع پر ہوتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی جاتی ہے اور وہ رسومات ادا کی جاتی ہیں جن کا شریعت اسلامیہ میں کوئی ثبوت نہیں۔ یہ بھی محض لوگوں کی ناراضگی اور ان کی باتوں سے بچنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اسی بات سے حدیث مبارک میں سختی سے منع کیا گیا ہے کہ مخلوق کو راضی رکھنے کے لیے خالق کو ناراض کرنے والے کام کرنا (عقلاً اور شرعاً) کسی طور پر درست نہیں۔

جنت سے بڑی نعمت:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَقُولُونَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ فَيَقُولُ هَلْ رَضِيتُمْ ؟ فَيَقُولُونَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضَى وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ فَيَقُولُ أَنَا أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالُوا يَا رَبِّ وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذَلِكَ فَيَقُولُ أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:6549

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت کو بلائیں گے تو تمام جنتی لبیک کہہ کر بارگاہ عالی میں حاضر ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کہ کیا تم (جنت کی ان نعمتوں سے) خوش ہو؟ وہ عرض کریں گے کہ کیوں نہیں آپ کی طرف سے ہمیں وہ نعمتیں عطا ہوئی ہیں جو آپ کی مخلوق میں ہمارے سوا کسی کو نہیں ملیں۔ اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ کیا میں تمہیں موجودہ نعمتوں سے بھی زیادہ بڑی اور فضلیت والی نعمت عطا کروں؟ جنتی سوچیں گے کہ ان نعمتوں سے بہتر بھلا اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے؟ اللہ رب العزت ان سے فرمائیں گے: میں تم کو اپنی ہمیشہ کی رضا اور خوشنودی سے نوازتا ہوں میں تم سے اتنا راضی ہو چکا ہوں کہ اب کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔

لطائف و معارف:

1: اللہ تعالیٰ اہل جنت کو شرف ہمکلامی سے نوازیں گے۔

2: اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرف ہمکلامی سے بے حد خوش ہوں گے اور لبیک کہہ کر اپنی سعادت مندی کا اظہار کریں گے۔

3: شوق دلانے کے لیے بھی سوالیہ طرز گفتگو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

4: جو نعمت مل چکی ہو اسے اپنے حق میں بڑا سمجھنا چاہیے۔

5: جنت سے بڑی نعمت اللہ کی رضا ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 5 جولائی، 2021ء

نماز عید الاضحیٰ اور قربانی کے احکام

اللہ تعالیٰ ہمیں عید کی خوشیاں عطا فرمائے اور ہماری قربانیوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

تکبیرات تشریق کے چند اہم مسائل:

مسئلہ 1: تکبیر تشریق ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے بعض لوگ تین دفعہ پڑھنے کو ضروری سمجھتے ہیں جو غلط ہے۔

مسئلہ 2: تکبیراتِ تشریق شہری، دیہاتی، مقیم، مسافر، مرد، عورت سب پر واجب ہیں۔

مسئلہ 3: تکبیرات تشریق قدرے بلند آواز سے پڑھنی چاہیے بعض لوگ آہستہ پڑھ لیتے ہیں۔ ضرور پڑھنی چاہیے اور مناسب بلند آواز میں پڑھنی چاہیے۔

مسئلہ 4: تکبیرات تشریق نو ذوالحج کی نماز فجر سے لے کر تیرہ ذوالحج کی عصر تک پڑھنا واجب ہے خواہ نماز باجماعت پڑھی جائے یا بغیر جماعت کے پڑھی جائے۔

مسئلہ 5: اگر کسی کی باجماعت نماز رہ جائے یا جماعت سے کچھ رکعات رہ جائیں تو ان کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ نماز مکمل کرنے کے بعد بلند آواز سے تکبیرات کہیں۔ عموماً لوگ اس میں جھجک کا مظاہرہ کرتے ہیں اور تکبیرات کو آہستہ پڑھتے ہیں یہ کوئی جھجک والی بات نہیں۔

مسئلہ 6: کوئی تکبیرات کہنا بھول گیا تو اگر نماز کے منافی کوئی کام نہیں کیا تو یاد آنے پر تکبیرات کہہ لینی چاہئیں اور اگر نماز کے منافی کوئی کام کر لیا مثلاً وضو توڑ دیا، باتیں کر لیں، مسجد سے نکل گیا، یا کسی کھلے میدان میں نماز پڑھی اور صفوں سے باہر نکل آیا تو تکبیرات فوت ہو گئیں، اب واجب ادا نہیں ہو گا، اس پر استغفار ضروری ہے۔

مسئلہ 7: ایام تشریق کی کوئی فوت شدہ نماز اسی سال ایام تشریق میں قضاء کرے تو اس کے بعد بھی تکبیرات تشریق کہنا واجب ہے۔

مسئلہ 8: اگر ایام تشریق سے پہلے کی کوئی نماز ایام تشریق میں قضا کرے یا ایام تشریق کی کوئی فوت شدہ نماز ایام تشریق کے بعد قضا کرے تو تکبیرات نہ کہے۔

مسئلہ 9: نماز عید کے بعد بھی تکبیر تشریق کہنی چاہیے۔

مسئلہ 10: نماز عید کے لیے عید گاہ یا جہاں نماز عید ادا کرنی ہے اس کی طرف جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر کہنا مستحب ہے۔

لاک ڈاؤن میں نماز عید کا حکم:

نماز عید ادا کرنے کے لیے اصل حکم یہی ہے کہ کوئی عذر نہ ہو تو نماز کھلے میدان میں ہی ادا کی جائے۔ موجودہ حالات میں اگر حکومت کی جانب سے کھلے میدان اور عام مساجد میں نمازِ عید پڑھنے پر پابندی ہو تو نمازِ عید گھروں میں ادا کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ ایک بلڈنگ یا محلہ کے چند افراد ایک گھر میں جمع ہو کر عید کی نماز ادا کر سکتے ہیں۔ اگر حکومت کی جانب سے گھر کے افراد کے علاوہ باقی افراد کا اس گھر میں جمع ہونا ممنوع ہو تو باقی لوگ اس جماعت میں شرکت نہ کریں بلکہ گھر کے افراد ہی نماز ادا کر لیں۔

عام حالات میں خواتین کے لیے نماز عید کی ادائیگی کے لیے گھر سے باہر جانا مناسب نہیں ہے البتہ ان حالات میں گھر میں نمازِ عید ادا کرنے کی صورت میں خواتین بھی نماز عید کی جماعت میں شریک ہونا چاہیں تو ہو سکتی ہیں۔ مردوں میں کوئی نامحرم ہو تو مردوں اور عورتوں کی صفوں کے درمیان کپڑا لٹکا دیا جائے تاکہ پردہ قائم رہے اور اگر مرد سارے محرم ہو تو پردہ لٹکانے کی ضرورت نہیں بلکہ مردوں کی صفوں کے پیچھے خواتین کا صف بنانا ہی کافی ہے۔ بچوں کو مَردوں والی صف میں اور بچیوں کو خواتین والی صف میں کھڑا کریں۔

نوٹ: بڑے اجتماعات پر پابندی کی صورت میں نمازِ عید کے لیے بھی بہتر اور افضل یہی ہے کہ امام کے علاوہ تین افراد ہوں۔ تاہم موجودہ لاک ڈاؤن میں اگر چار افراد جمع نہ ہو سکیں تو امام ایک فرد کے ساتھ بھی نماز عید پڑھا سکتا ہے۔

نمازِ عید کا طریقہ:

پہلی رکعت میں ثناء پڑھنے کے بعد تین زائد تکبیرات اس طرح کہیں کہ ہاتھ اٹھائیں پھر چھوڑ دیں، پھر ہاتھ اٹھائیں پھر چھوڑ دیں، پھر ہاتھ اٹھائیں اور باندھ لیں۔ امام صاحب اعوذ باللہ، بسم اللہ، فاتحہ اور اس کے بعد والی سورت پڑھے گا۔ مقتدی خاموش رہیں۔ اس کے بعد رکوع، قومہ، دو سجدے کر کے قیام کریں۔ دوسری رکعت میں امام صاحب بسم اللہ، فاتحہ اور اس کے بعد والی سورت پڑھے گا۔ مقتدی خاموش رہیں گے۔ قرأت کے بعد تین زائد تکبیریں اس طرح کہیں کہ ہاتھ اٹھائیں پھر چھوڑ دیں، پھر ہاتھ اٹھائیں پھر چھوڑ دیں، پھر ہاتھ اٹھائیں پھر چھوڑ دیں اور پھر رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے جائیں۔ پھر قومہ، دو سجدے کر کے تشہد بیٹھیں اور آخر میں سلام پھر دیں گے۔

نمازِ عید میں اذان اور اقامت نہیں ہوتی۔ دو رکعت نماز پہلے ادا کی جاتی ہے اور خطبہ بعد میں دیا جاتا ہے۔ اس لیے مذکورہ طریقہ کے مطابق دو رکعت نماز عید ادا کر لی جائے اور اس کے بعد عید کا خطبہ پڑھا جائے۔ خطبہ کے بعد ملک و ملت کی ترقی اور اس کورونا وباء کے خاتمہ کے لیے دعاؤں کا اہتمام کیا جائے۔

عید الاضحیٰ کا پہلا خطبہ:

اَللّٰہُ أَكْبَرُ، اَللّٰہُ أَكْبَرُ، اَللّٰہُ أَكْبَرُ، اَللّٰہُ أَكْبَرُ، اَللّٰہُ أَكْبَرُ، اَللّٰہُ أَكْبَرُ، اَللّٰہُ أَكْبَرُ، اَللّٰہُ أَكْبَرُ، اَللّٰہُ أَكْبَرُ، اَللّٰہُ أَكْبَرُ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ مَنْسَكًا لِّیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِیْمَةِ الْأَنْعَامِ، وَعَلَّمَ التَّوْحِیْدَ وَأَمَرَ بِالْإِسْلَامِ، اَللّٰہُ أَكْبَرُ اَللّٰہُ

أَكْبَرُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَنَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِىْ هَدَانَا إِلٰى دَارِ السَّلَامِ اَللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

أَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: "مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ." اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ بَارَكَ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَإِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ أَسْتَغْفِرُ اللهَ لِيْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاسْتَغْفِرُوْهُ إِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ.

عید الاضحیٰ کا دوسرا خطبہ:

اَللهُ أَكْبَرُ، اَللهُ أَكْبَرُ، اَللهُ أَكْبَرُ، اَللهُ أَكْبَرُ، اَللهُ أَكْبَرُ، اَللهُ أَكْبَرُ، اَللهُ أَكْبَرُ، اَللهُ أَكْبَرُ، اَللّٰه أَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا۔ اَللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اَللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿إِنَّ اللهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ۔ اَللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْحَمُ أُمَّتِيْ بِأُمَّتِيْ أَبُوْبَكْرٍ،

وَأَشَدُّهُم فِيْ أَمْرِ اللهِ عُمَرُ وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ، وَأَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ، وَفَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَحَمْزَةُ أَسَدُ اللهِ وَأَسَدُ رَسُوْلِهٖ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ. اَللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ. فَاذْكُرُوا اللهَ يَذْكُرْكُمْ وَادْعُوْهُ يَسْتَجِبْ لَكُمْ وَلَذِكْرُ اللهِ تَعَالٰى أَعْلٰى وَأَوْلٰى وَأَعَزُّ وَأَجَلُّ وَأَتَمُّ وَأَهَمُّ وَأَعْظَمُ وَأَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ اَللهُ أَكْبَرُ، اَللهُ أَكْبَرُ.

نمازِ عید کے بعد مصافحہ و معانقہ:

عید کی نماز کے بعد مصافحہ و معانقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر محض عید کی خوشی اور مسرت کی وجہ سے آپس میں معانقہ و مصافحہ کیا جائے اور اس کو عید کی سنت نہ سمجھا جائے بلکہ محض محبت اور تعلق کا اظہار مقصود ہو تو درست ہے۔ ایسی صورت میں مصافحہ و معانقہ مباح اور جائز ہو گا۔ البتہ مصافحہ و معانقہ کو کسی دن مثلاً جمعہ یا عیدین کے ساتھ خاص کرنا اور اسے بطور خاص اس دن کی سنت سمجھ کر کرنا صحیح نہیں

عید کی مبارک باد دینا:

عید کے اس موقع پر ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد دینا مستحب عمل ہے۔ عید کی مبارک باد دیتے ہوئے ایک دوسرے کو "تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَ مِنْكَ" (اللہ تمہارے اور ہمارے نیک اعمال قبول فرمائے) کے الفاظ کہنے چاہییں اور انہی الفاظ کی عادت ڈالنی چاہیے کیونکہ یہ الفاظ حدیث مبارک سے ثابت ہیں۔

نمازِ عید سے پہلے قربانی جائز نہیں:

جہاں عید کی نماز ہوتی ہو وہاں قربانی کا وقت نمازِ عید کے بعد شروع ہوتا

ہے۔ چنانچہ شہر یا قصبے میں ایک جگہ بھی نمازِ عید ہو جائے تو قربانی کی جاسکتی ہے خواہ قربانی کرنے والے نے خود نمازِ عید نہ پڑھی ہو۔ اگر کسی جگہ پر حکومتی پابندی کی وجہ بڑے اجتماعات نہ ہوئے ہوں اور مساجد میں بھی نمازِ عید نہ ہو رہی ہو تو مذکورہ طریقے کے مطابق نمازِ عید پڑھ کر قربانی کرلی جائے۔ نمازِ عید کا وقت سورج نکلنے کے تقریباً پندرہ منٹ بعد شروع ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ جہاں عید کی نماز ہوتی ہو وہاں نمازِ عید سے پہلے قربانی کرنا دُرست نہیں۔ اگر کسی نے نمازِ عید سے پہلے جانور ذبح کرلیا تو یہ گوشت کا جانور رہوا، قربانی نہیں ہوگی۔

جہاں نمازِ عید نہ ہوتی ہو وہاں قربانی کا حکم:

کوئی ایسی بستی ہے جہاں جمعہ و عیدین کی نماز نہیں ہوتی تو وہاں پر 10 ذوالحجہ کی صبح صادق کے بعد قربانی کی جاسکتی ہے اگرچہ شہر میں ابھی عید کی نماز ادا نہ ہوئی ہو۔ البتہ بہتر یہی ہے کہ دیہات اور بستی میں سورج نکلنے کے بعد قربانی کی جائے۔

قربانی کا وقت:

قربانی کا وقت دسویں تاریخ سے لے کر بارھویں تاریخ کی شام تک ہے۔ بارھویں تاریخ کا سورج غروب ہو جانے کے بعد قربانی درست نہیں۔ دس اور گیارہ کی درمیانی رات، اسی طرح گیارہ اور بارہ کی درمیانی رات میں بھی قربانی کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

اتوار، 18 جولائی، 2021ء

جامع ترین حدیث قدسی

اللہ تعالیٰ کا پیغام ہم تک دو اہم اور مبارک طریقوں سے پہنچا ہے ایک وحی متلو (قرآن کریم) کی صورت میں اور دوسرا وحی غیر متلو (احادیث قدسیہ و نبویہ) کی صورت میں۔

وحی مَتْلُوّ کی تعریف:

وحی متلو اسے کہتے ہیں جس کی نماز میں بطورِ قراءۃِ قرآن تلاوت کی جا سکے۔

وحی غیر مَتْلُوّ کی تعریف:

وحی غیر متلو اسے کہتے ہیں کہ جس کی نماز میں بطورِ قراءۃِ قرآن تلاوت نہ کی جائے۔ جیسے احادیثِ مبارکہ

حدیثِ قدسی کی تعریف:

امام ابو الحسن نور الدین علی بن سلطان، المعروف بہ مُلّا علی القاری الھروی الحنفی رحمہ اللہ (م:1014ھ) نقل فرماتے ہیں:

هُوَ الْحَدِيثُ الَّذِي يُسْنِدُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى اللهِ فَيَرْوِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَنَّهُ كَلَامُ اللهِ تَعَالٰى۔

الاحادیث القدسیۃ الاربعینیۃ لملا علی القاری تحت تعریف الحدیث القدسی اصطلاحاً

ترجمہ: حدیثِ قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائیں اور اس حدیث کو یہ کہہ کر ذکر فرمائیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے (لیکن وہ حدیث قرآن کریم میں انہی الفاظ کے ساتھ مذکور نہ ہو)

ایک جامع ترین حدیث قدسی:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا رَوَى عَنِ اللهِ

تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَه۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:4674

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (حدیث قدسی کو ذکر کرتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندو! میں نے اپنے لیے ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور اس کو تمہارے مابین بھی حرام قرار دیا ہے اس لیے آپس میں ظلم نہ کیا کرو۔ میرے بندو! (میں نے اپنے علم ازلی کے مطابق ازل سے ہی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ میرا یہ بندہ اپنے اختیار سے ایمان کو قبول کرے گا اور میں اس کو دولت ایمان عطا کروں گا اس لیے) میری (توفیق) ہدایت کے بغیر تم سب گمراہ ہو سوائے اس شخص کے جس کے بارے میں اپنی طرف سے ہدایت کا فیصلہ ظاہر کر دوں۔ اس لیے تم مجھ سے (صدق دل سے) ہدایت (کی دعا)

مانگو میں تمہیں (قبول) ہدایت (کی توفیق) دوں گا۔ میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس شخص کے جس کو میں کھلاؤں تم مجھ سے ہی روزی مانگو میں ہی تمہیں کھلاؤں پلاؤں گا۔ میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس شخص کے جس کو میں پہناؤں تم مجھ سے لباس مانگو میں ہی تمہیں لباس دوں گا۔ میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں تمہارے گناہوں کو معاف کرتا ہوں تم مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو میں تمہیں معاف کروں گا۔ میرے بندو! تم مجھے کسی صورت نہ نقصان دے سکتے ہو اور نہ ہی نفع۔ اے میرے بندو! اگر تم میں سے اگلے پچھلے انسان اور جنات مل کر بھی کسی نیک دل شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح ہو جاؤ تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی اضافہ نہیں ہو گا۔ میرے بندو! اگر تم میں سے اگلے پچھلے انسان اور جنات مل کر بھی کسی برے دل والے شخص (شیطان) کی طرح ہو جاؤ تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔ میرے بندو! اگر تم میں سے اگلے پچھلے انسان اور جنات مل کر ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کی مراد کو پورا کروں تو اس سے میرے خزانے میں کوئی کمی نہیں آئے گی جیسے کہ سمندر میں سوئی داخل کر کے نکال لینے سے اس کے پانی میں کمی نہیں آتی۔ میرے بندو! میں تمہارے اعمال کو (اعمال نامے کی صورت میں) اچھی طرح محفوظ رکھتا ہوں تاکہ میں تمہیں ان کی مکمل جزا و سزا دوں اس لیے جس کو خیر کی توفیق نصیب ہو جائے اس کو (مجھ) اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور جو اس کے علاوہ کسی اور جذبے کو اپنے دل میں پائے اسے چاہیے کہ وہ (تقدیر کو برا کہنے کی بجائے) اپنے آپ کو ملامت کرے۔

حدیث قدسی اور قرآن کریم میں فرق:

قرآن کریم اور حدیثِ قدسی میں متعدد وجوہ سے فرق ہوتا ہے۔ جن میں چند کا تذکرہ ذیل میں کیا جارہا ہے۔

:1 قرآن کریم میں الفاظ اور پیغام دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں جبکہ حدیثِ قدسی میں پیغام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور الفاظ کا انتخاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتا ہے۔

:2 قرآن کریم قطعی ہے اس کے لیے سند کی ضرورت نہیں جبکہ حدیثِ قدسی میں صحت وعدم صحت کا فیصلہ سند دیکھنے کے بعد کیا جاتا ہے۔

:3 قرآن کریم کی نماز میں بطور قراءت تلاوت کی جاتی ہے جبکہ حدیثِ قدسی کی نماز میں بطور قراءت تلاوت نہیں کی جاسکتی۔

:4 قرآن کریم کو بغیر طہارت کے چھونا جائز نہیں جبکہ حدیثِ قدسی کو بغیر طہارت کے چھونا جائز تو ہے لیکن خلافِ ادب ہے۔

:5 قرآن کریم کا منکر کافر ہو جاتا ہے جبکہ حدیثِ قدسی کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی ایسی حدیثِ قدسی کا انکار کرے جو متواتر ہو تو اب اس کا منکر بھی کافر ہو جائے گا۔

ظلم حرام ہے:

حدیث مبارک کے پہلے جملے میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ

اے میرے بندو! میں نے اپنے لیے ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور اس کو تمہارے مابین بھی حرام قرار دیا ہے اس لیے آپس میں ظلم نہ کیا کرو۔

اس جملے میں اللہ تعالیٰ کی صفت العدل کا بیان ہے۔ العدل کا معنیٰ یہ ہے کہ وہی ذات ہے جو عدل فرمانے والی ہے۔ جب خود عدل فرماتے ہیں تو اپنے بندوں کو بھی عدل کا حکم دیتے ہیں۔ جب اس نے خالق اور قادر مطلق ہونے کے باوجود ظلم کو اپنے حق میں حرام قرار دیا ہے تو مخلوق کے لیے ظلم کو حرام قرار دینا عقل وانصاف کے عین مطابق ہے۔

ہدایت کی دعا مانگو:

حدیث مبارک کے دوسرے جملے میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ

اے میرے بندو! میری (توفیق) ہدایت کے بغیر تم سب گمراہ ہو سوائے اس شخص کے جس کے بارے میں اپنی طرف سے ہدایت کا فیصلہ ظاہر کر دوں۔ اس لیے تم مجھ سے (صدق دل سے) ہدایت (کی دعا) مانگو میں تمہیں (قبول) ہدایت (کی توفیق) دوں گا۔

اس جملے میں اللہ تعالیٰ کی دو صفات الھادی اور المجیب کا بیان ہے ۔ الھادی کا معنیٰ یہ ہے کہ وہی ذات ہدایت کی توفیق عطا فرمانے والی ہے اور المجیب کا معنیٰ یہ ہے کہ وہی ذات ہدایت کی دعا کو بندے کے حق میں قبول فرمانے والی ہے۔

روزی کی دعا مانگو:

حدیث مبارک کے تیسرے جملے میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ

اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس شخص کے جس کو میں کھلاؤں تم مجھ سے ہی روزی مانگو میں ہی تمہیں کھلاؤں پلاؤں گا۔

اس جملے میں اللہ تعالیٰ کی صفت الرزاق کا بیان ہے۔الرزاق کا معنیٰ یہ ہے کہ وہی ذات تمام مخلوق کو پیدا فرما کر ان کی روزی کا بندوبست فرمانے والی ہے۔ اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آتی۔

لباس کی دعا مانگو:

حدیث مبارک کے چوتھے جملے میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ

اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس شخص کے جس کو میں پہناؤں تم مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں لباس دوں گا۔

اس جملے میں صفت الوھاب کا بیان ہے۔ الوھاب کا معنٰی یہ ہے کہ وہی ذات ہے جو چیزیں ہبہ (بغیر قیمت کے عطا) کرنے والی ہے۔

گناہوں کی معافی مانگو:

حدیث مبارک کے پانچویں جملے میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ

اے میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں تمہارے گناہوں کو معاف کرتا رہتا ہوں تم مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو میں تمہیں معاف کروں گا۔

اس جملے میں اللہ تعالیٰ کی صفت الغفار کا بیان ہے۔ الغفار کا معنٰی یہ ہے کہ وہی ذات ہے جو اپنی مخلوق کے گناہوں کو معاف کرنے والی ہے۔

بارگاہ صمدیت پاک ہے:

حدیث مبارک کے چھٹے جملے میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ

اے میرے بندو! تم مجھے کسی صورت میں نہ نقصان دے سکتے ہو اور نہ ہی نفع دے سکتے ہو۔

اس جملے میں اللہ تعالیٰ کی صفت الصمد کا بیان ہے۔ الصمد کا معنٰی یہ ہے کہ وہ ذات جو اپنے کاموں میں کسی کی محتاج نہ ہو اور تمام مخلوق اپنے کاموں میں اس کی محتاج ہو۔ ہماری اطاعت سے اسے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ہماری نافرمانی سے اس ذات کو کوئی نقصان پہنچتا ہے۔

اللہ کی بادشاہت میں اضافہ نہیں ہوتا:

حدیث مبارک کے ساتویں جملے میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ میرے بندو! اگر تم میں سے اگلے پچھلے انسان اور جنات مل کر بھی کسی نیک دل شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح ہو جاؤ تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی اضافہ نہیں ہو گا۔

اس جملے میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اتنی کامل بلکہ اکمل درجے کی ہے کہ اس میں اضافہ ممکن نہیں۔ فرض کریں کہ اگر اضافہ کو ممکن مان لیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ پہلے اس میں کمی تھی اس اضافے نے اسے مکمل کیا۔ حالانکہ یہ بات اللہ کی ذات اور صفات سے بعید ہے کیونکہ اللہ کی ذات بھی اکمل اور صفات بھی اکمل ہیں۔

اللہ کی بادشاہت میں کمی نہیں ہوتی:

حدیث مبارک کے آٹھویں جملے میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ

اے میرے بندو! اگر تم میں سے اگلے پچھلے انسان اور جنات مل کر بھی کسی برے دل والے شخص (شیطان) کی طرح ہو جاؤ تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔

اس جملے میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ اللہ کی بادشاہت میں کمی ممکن نہیں۔ فرض کریں کہ اگر ان میں کمی کو ممکن مان لیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ اللہ ذات اور صفات میں تغیرات کو قبول کرتی ہیں اور حادث ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات دونوں اعتبار سے قدیم ہیں۔ قدیم کا معنیٰ یہ ہے کہ جس پر کبھی عدم (یعنی کسی زمانے میں نہ ہونا) نہ گزرا ہو۔

اللہ کے خزانوں میں کمی نہیں آتی:

حدیث مبارک کے نویں جملے میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ میرے بندو! اگر تم میں سے اگلے پچھلے انسان اور جنات مل کر ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کی مراد کو پورا کروں تو اس سے میرے خزانے میں کوئی کمی نہیں آئے گی جیسے کہ سمندر میں سوئی داخل کر کے نکال لینے سے اس کے پانی میں کمی نہیں آتی۔

اس جملے میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ تمام مخلوقات کی مرادیں پوری کرنے

والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اس کے خزانوں کی وسعت اور کثرت اس قدر ہے کہ تمام مخلوقات کو مل جانے کے باوجود بھی ان میں کمی نہیں آتی۔

عقیدہ آخرت برحق ہے:

حدیث مبارک کے دسویں جملے میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ میرے بندو! میں تمہارے اعمال کو (اعمال نامے کی صورت میں) اچھی طرح محفوظ رکھتا ہوں تاکہ میں تمہیں ان کی مکمل جزا و سزا دوں اس لیے جس کو خیر کی توفیق نصیب ہو جائے اس کو (مجھ) اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور جو اس کے علاوہ کسی اور جذبے کو اپنے دل میں پائے اسے چاہیے کہ وہ (تقدیر کو برا کہنے کی بجائے) اپنے آپ کو ملامت کرے۔

اس جملے میں یہ بات بتائی جارہی ہے کہ آخرت کا عقیدہ برحق ہے جس میں تمام انس و جن اللہ کے حضور پیش ہوں گے ان کے اعمال ناموں میں اعمال خیر و شر محفوظ ہوں گے اور اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں گے۔ دنیا میں اللہ نے ایمان کے قبول کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا ہے اگر کوئی اپنے اختیار سے اسے قبول کرتا ہے تو اسے اس پر شکر کرنا چاہیے کہ قبول ایمان کا سبب اللہ کی طرف سے ملنے والی توفیق ہے اور اگر کوئی اپنے اختیار سے ایمان قبول نہیں کرتا تو وہ تقدیر کو برا نہ کہے بلکہ اپنے آپ کو قصوروار سمجھے کیونکہ اس کے سامنے (خیر اور شر، حق اور باطل، جنت اور جہنم کے) دونوں راستے واضح کر دیے گئے تھے اس نے اپنے اختیار سے ان میں سے شر، باطل اور جہنم کو اپنے لیے چن لیا ہے۔

اللہ کریم عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

جمعرات، 02 اگست، 2021ء

اعدل الاصحاب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ غلام جن کی حکمرانی انسانوں، جانوروں، درندوں حتیٰ کہ آفتاب کی تمازتوں، ہوا کی لہروں، پانی کی موجوں، زمین کی دھڑکنوں اور آگ کے شعلوں نے بسر و چشم قبول کی۔ جسے دنیا اعدل الاصحاب، مراد نبوی، امیر المومنین، فاروق اعظم اور مسند خلافت راشدہ کے دوسرے تاجدار کی حیثیت سے یاد کرتی ہے۔

نام و نسب:

آپ کا نام عمر، کنیت: ابو حفص، جبکہ معروف لقب: فاروق اعظم ہے۔ امام ابن عبد البر مالکی نے الاستیعاب میں آپ رضی اللہ عنہ کا نسب اس طرح بیان کیا ہے: عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العُزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قُرط بن رزاح بن عدی بن کعب القرشی العدوی۔ آٹھویں پشت میں آپ کا سلسلہ نسب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔

ولادت:

طبقات ابن سعد میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد ہوئی۔

حلیہ، وضع قطع:

آپ رضی اللہ عنہ کے سیرت نگاروں نے حلیہ یوں بیان کیا ہے: سرخی مائل سفید رنگت، خوبرو، بارعب، دراز قد، داڑھی مبارک قدرتی طور پر ہلکی جبکہ مونچھیں قدرے گھنی تھیں۔ جسمانی طور پر آپ رضی اللہ عنہ طاقتور پہلوان، چاق و چوبند، مستعد اور انتہائی باہمت انسان تھے۔

خاندانی اوصاف:

انسان کے کردار و عمل میں خاندانی اوصاف کو بہت اہمیت حاصل ہے، آپ رضی اللہ عنہ کے خاندان میں بطور خاص چار چیزیں بہت معروف تھیں۔

نسّاب: یعنی علم الانساب کے ماہر تھے۔ آپ کے والد اس فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے، اس لیے آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کے اخلاقی حیثیتوں کو عام لوگوں کی نسبت زیادہ جانتے تھے۔

سفارت: یہ ملکی عہدہ آپ کے خاندان میں چلا آرہا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے بارہا سفارتی امور کے منتظم اعلیٰ کی حیثیت سے سفر فرمائے۔

خطابت: آپ فصیح و بلیغ جامع اور معنی خیز گفتگو کرنے والے پُرجوش خطیب، بے مثل ادیب تھے۔ آپ کی باتوں میں حکمت و دانائی چھلکتی تھی۔

شجاعت: خداداد جسمانی طاقت کے باعث آپ کو پہلوانی میں ممتاز مقام حاصل تھا۔

عمر رضی اللہ عنہ کی ابتدائی عمر:

آپ رضی اللہ عنہ بچپن ہی بے باک، نڈر، شجاع، دلیر اور حق گو تھے۔ کچھ بڑے ہوئے تو لکھنا پڑھنا سیکھا۔ اس کے ساتھ ساتھ عرب کے دستور کے مطابق سپہ گری، گھڑ سواری، شمشیر زنی اور دوسری جنگی و عسکری مہارتوں میں درجہ کمال تک پہنچے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا ذریعہ معاش تجارت تھا جس کے لیے آپ رضی اللہ عنہ دور دراز کے سفر بھی کیے۔

قبولِ اسلام:

دین اسلام کی عزت اور مشن نبوت کے فروغ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دل میں نیک جذبات ہمیشہ موجزن رہتے۔ اسی خواہش کی تکمیل

کے لیے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ملائم و نازک رحمت والے ہاتھ اٹھے، قلبی جذبات کا ارتعاش ہونٹوں تک پہنچا تو ان الفاظ نے جنم لیا:

اَللّٰھُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ۔ اے اللہ اسلام کو عمر بن خطاب کے ذریعے عزتیں عطا فرما۔ بیت اللہ کو بسانے والے کی یہ صدا بیت اللہ کے جلال کے جلو میں بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت کے لیے جا پہنچی۔ قدرت نے مراد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تکمیل میں عمر کو اسلام کی دولت سے نواز دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ چالیسویں نمبر پر اسلام لائے۔

عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام؛ اسلام کی عزت:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: اللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ

المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث:4484

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔

عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے آسمانوں میں خوشیاں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ الله عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ أَتَى جِبْرِيلُ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ لَقَدِ اسْتَبْشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ عُمَرَ۔

صحیح ابن حبان، رقم الحدیث:6883

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عمر (رضی اللہ عنہ) ایمان لائے تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم! عمر (رضی اللہ عنہ) کے اسلام لانے پر اہلِ آسمان (یعنی فرشتوں) نے بھی خوشی منائی ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ... اس امت کے محدث:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهُ قَدْ كَانَ فِيمَا مَضَى قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ وَإِنَّهُ إِنْ كَانَ فِي أُمَّتِي هَذِهِ مِنْهُمْ فَإِنَّهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3469

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم سے پہلی امتوں میں مُحَدَّثْ ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں بھی کوئی مُحَدَّثْ ہے تو عمر ہے۔

نوٹ: مُحَدَّثْ کا معنی ہوتا ہے صاحبِ الہام۔ یعنی جس کے دل میں حق بات منجانب اللہ ڈالی جاتی ہو۔

عمر رضی اللہ عنہ... بولتے بھی حق سوچتے بھی حق ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:3682

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حق بات کا الہام عمر کے دل پر اور اس کا اظہار عمر کی زبان پر فرمایا۔

عمر رضی اللہ عنہ... سراپا خیر و برکت:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّ إِسْلَامَ عُمَرَ كَانَ فَتْحًا وَإِنَّ هِجْرَتَهُ

كَانَتْ نَصْرًا وَإِنَّ إِمَارَتَهُ كَانَتْ رَحْمَةً وَاللهِ مَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نُصَلِّيَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ ظَاهِرِينَ حَتَّى أَسْلَمَ عُمَرُ۔

المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحدیث:8806

ترجمہ: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر (رضی اللہ عنہ) کا قبول اسلام ہمارے لئے ایک فتح تھی اور ان کی امارت ایک رحمت تھی، خدا کی قسم ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے، یہاں تک کہ عمر (رضی اللہ عنہ) اسلام لائے۔ پھر ہم نے بیت اللہ میں نماز پڑھی۔

عمر رضی اللہ عنہ... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وزیر:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا لَهُ وَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ وَوَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ وَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:3680

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لئے دو وزیر اہل آسمان میں سے اور دو وزیر اہل زمین میں سے ہوتے ہیں۔ میرے دو وزیر اہل آسمان میں سے جبرئیل و میکائیل جبکہ اہل زمین میں سے میرے دو وزیر ابو بکر و عمر ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ... جنتی ہیں:

عن أَنَس رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ: مَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا الْيَوْمَ؟ قَالَ عُمَرُ: أَنَا، قَالَ: فَمَنْ تَصَدَّقَ الْيَوْمَ؟ قَالَ عُمَرُ: أَنَا قَالَ: فَمَنْ عَادَ مَرِيضًا؟ قَالَ عُمَرُ: أَنَا، قَالَ: فَمَنْ شَيَّعَ جِنَازَةً؟ قَالَ عُمَرُ:

أَنَا، قَالَ: «وَجَبَتْ لَكَ» يَعْنِي الْجَنَّةَ

فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل، رقم الحدیث: 585

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے پوچھا: آج کس نے جنازہ پڑھا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج کس نے کسی مریض کی تیمارداری کی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج کس نے صدقہ کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کون روزے سے رہا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہو گئی، واجب ہو گئی۔ (عمر کے لئے جنت واجب ہو گئی)

عمر رضی اللہ عنہ کے نمایاں کارنامے:

آپ کی کل مدت خلافت دس سال چھ ماہ دس دن ہے۔ اس مختصر سی مدت میں جہاں ہر طرف سے اسلام کے دشمن اکٹھے ہو کر شمع اسلام کو گل کرنے کے تانے بانے بن رہے تھے وہاں پر ان اسلام دشمن لوگوں کے لیے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دعائے نبوی کی تاثیر بن کر اسلام کی عزت میں مزید اضافہ فرما رہے تھے۔ آپ کی حکمت عملی، مومنانہ فراست، انتظامی صلاحیتیں، عدل و انصاف، رعایا پروری، خدا ترسی اور عدیم المثال طرز حکومت کے باعث 22 لاکھ 51 ہزار 30 مربع میل زمین پر اسلامی خلافت کا پرچم لہراتا رہا۔

- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی توجہ جمع و ترتیب قرآن کی طرف کرائی جس کی بدولت قرآن کریم کو ترتیب سے جمع کیا گیا۔
- مفتوحہ ممالک میں قرآن کریم کی تعلیم کے لیے مکاتب و مدارس قائم کیے۔

- قاری صاحبان اور ائمہ مساجد کی تنخواہیں مقرر فرمائیں۔
- اسلامی تقویم کا آغاز ہجرت نبوی سے شروع فرمایا، ابتدا محرم سے فرمائی۔
- مسجد حرام اور مسجد نبوی کی توسیع فرمائی۔
- عرب و عجم کے سنگم پر شہر کوفہ کو آباد فرمایا۔
- بیت المال تعمیر کرائے۔
- یہودیوں کو جزیرہ عرب سے دیس نکالا دیا۔
- دریائے نیل کے نام خط جاری فرمایا۔
- قیصر و کسری جیسی سپر پاور طاقتوں کے غرور کو خاک میں ملایا۔
- 900 جامع مساجد اور 4000 عام مساجد تعمیر ہوئیں۔

عمر رضی اللہ عنہ کی اہم فتوحات:

آپ کے زمانہ خلافت میں 3600 علاقے فتح ہوئے۔ چند اہم فتوحات کا تذکرہ ذیل میں کیا جارہا ہے۔

- 14 ہجری میں دمشق، بصرہ، بعلبک کے علاقے فتح کئے۔
- 15 ہجری میں شرق، اُردن، یرموک، قادسیہ کے عظیم الشان معرکے ہوئے۔
- 16 ہجری میں اہواز، مدائن اور ایران کے کئی علاقے فتح ہوئے نیز اسی سال عراق کو اسلامی حکومت میں شامل کیا گیا۔
- 16 ہجری کے اواخر میں تکیت، انطاکیہ، حلب کی فتوحات کے بعد بغیر جنگ بیت المقدس قبضہ میں آگیا۔
- 18 ہجری میں آپ نے نیشاپور، الجزیرہ
- 19 ہجری میں قیساریہ
- 20 ہجری میں مصر

- 21 ہجری میں اسکندریہ اور نہاوند کو فتح کیا۔

عمر رضی اللہ عنہ کی عوامی خدمات:

بحیثیت خلیفۃ المسلمین آپ رضی اللہ عنہ نے

- تمام مفتوحہ علاقوں کا دورہ کیا۔
- ان علاقوں میں کھلی کچہریاں لگوائیں، فوری انصاف کو یقینی بنایا۔
- عوام الناس کی شکایات کو دور کرنے کے لیے احکامات جاری کئے۔
- عوام کے دکھ اور مسائل کو سمجھنے کے لیے راتوں کو گلی محلوں کے گشت کیے۔
- روٹی کپڑا اور مکان جیسی بنیادی ضرورتوں کو عوام کی دہلیز تک پہنچایا۔
- رعایا پروری کے لئے رات اور دن کا آرام چھوڑ دیا۔
- زمانہ قحط میں رعایا پروری کی ایسی مثال قائم کی کہ ان کے دُکھ درد میں برابر کے شریک رہنے کے لیے اپنی خوراک میں اس قدر سادگی اختیار کی کہ گھی اور زیتون کا استعمال تک چھوڑ دیا۔

عمر رضی اللہ عنہ کا طرز حکمرانی قابل تقلید:

برسہا برس سے مالی وسائل کی وسعتوں کے باوجود آج کی ترقی یافتہ حکومتیں ایسی طرز حکومت کی مثال پیش کرنے سے عاجز و بے بس ہیں جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نامساعد حالات میں قائم فرمائی، آپ کی نافذ کردہ اصلاحات، طے کردہ قواعد و ضوابط، مقرر کردہ اصول ہائے جہانبانی آج کے حکمرانوں بالخصوص مسلم دنیا کے حکمرانوں کے لیے دعوت فکر ہیں۔ اگر عدل و انصاف، رعایا پروری، معاشرتی تعمیر و ترقی، اخلاقی تہذیب و تمدن، معاشی استحکام اور قیام امن چاہتے ہیں تو ان کو خلافتِ فاروقی سے رہنمائی لینی ہوگی۔

شہادت:

26 ذوالحج ابولوئولوئ فیروز نامی مجوسی نے آپ رضی اللہ عنہ کو حالت نماز میں خنجر کے پے در پے وار کر کے شدید زخمی کر دیا۔ تین دن اسی حالت میں رہے بالآخر یکم محرم الحرام کو شہید ہو گئے اور نبی و صدیق سے رفاقت نبھانے روضہ اطہر علی صاحبہا الف الف تحیۃ و سلام میں آرام پذیر ہوئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 09 اگست، 2021ء

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی مبارک زندگی

اللہ تعالیٰ نے جن طبقات پر اپنا خصوصی انعام فرمایا ہے وہ چار ہیں۔

اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا ﴿۶۹﴾

سورۃ النساء، رقم الآیۃ: 69

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے انبیاء، صحابہ، شہداء اور اولیاء پر اپنا (خصوصی) انعام فرمایا۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما ایسے صحابی ہیں جو مقام ولایت کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہو کر راہ حق میں شہید ہوئے ہیں۔ یعنی آپ رضی اللہ عنہ صحابی بھی ہیں، شہید بھی اور ولی بھی ہیں۔ ہمیں حکم ہے کہ ہم انہی انعام یافتہ لوگوں کی اتباع کریں۔ اتباع کے لیے ضروری ہے کہ انسان ان کی سیرت سے واقف ہو۔ اسی نیک مقصد کے لیے سیدنا حُسین بن علی رضی اللہ عنہما کی حَسین زندگی کے چند گوشے پیش خدمت ہیں۔

ولادت باسعادت:

شعبان المعظم کے پانچویں روز خانوادہِ نبوت میں جگر گوشہِ رسول حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کی گود میں ایسے لَعل نے جنم لیا جو صبر واستقلال، عزیمت وشجاعت، ہمت وجوانمردی، بصیرت وفراست کا استعارہ بن گیا۔ جسے دنیا نواسہِ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مبارک نام سے یاد کرتی ہے۔

تحنیک (گھٹی):

ولادت باسعادت کے بعد جب آپ کو اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ بے پناہ

محبت کا اظہار فرمایا، دہن مبارک سے کھجور چبا کر تحنیک فرمائی اور برکت کے لیے اپنے لعابِ دہن کو نواسے کے منہ میں ڈالا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک میں نبی و علی کا لہو پہلے سے گردش کر رہا تھا اب گھٹی بھی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک کی مل گئی۔

نام مبارک:

نام مبارک "حسین" بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تجویز کردہ ہے۔

ساتویں دن:

ساتویں دن سر کے بال بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتروائے، بالوں کی تعداد کے برابر چاندی بھی آپ ہی نے خیرات کی، عقیقہ بھی آپ نے ہی کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کا ختنہ کیا گیا۔

حلیہ مبارک:

سیرت نگاروں اور تاریخ نویسوں نے محدثین کی تحقیق کو مدار بنا کر آپ رضی اللہ عنہ کے حلیہ مبارک کا یوں نقشہ کھینچا ہے: آپ انتہائی خوبصورت، ذہانت و ذکاوت آپ کے چہرے پر جھلکتی ہوئی، قوت و شجاعت کے پیکر اور غیر معمولی خوبیوں کے مالک تھے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کان جسد الحسین یشبه جسد رسول الله صلی الله علیه وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔

مشابہت نبی و علی:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: الحَسَنُ أَشْبَهُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ إِلَى الرَّأْسِ، وَالْحُسَيْنُ أَشْبَهُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَا كَانَ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ

جامع الترمذی، رقم الحدیث:3779

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک اوپر والے نصف حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے ملتا جلتا تھا جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نیچے والے نصف حصے کی ساخت پر داخت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے مشابہ تھی۔

مشابہت کے اثرات:

اس مشابہت کا اثر فقط جسم کے ظاہری اعضاء تک ہی محدود نہ تھا بلکہ روحانی طور پر بھی اس کے گہرے اثرات پائے جاتے تھے۔ آپ کا چال چلن، گفتار رفتار، جلوت خلوت، قول و عمل، ایثار و ہمدردی، عادات واطوار، خوش خلقی، حسن سلوک، مروت رواداری، شجاعت و عزیمت، دوراندیشی و فراست، حکمت و دانائی، علم و تقویٰ، زہد وورع، خشیت وللٰہیت، محبت و معرفتِ خداوندی الغرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ و عمدہ اوصاف کا کامل مظہر تھے۔

دامن رحمت میں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آپ رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت تھی جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مقامات پر اظہار بھی فرمایا۔

صحیح مسلم میں ام المومنین زوجہ رسول سیدہ عائشہ صدیقہ بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز صبح سویرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اونی منقش چادر اوڑھے ہوئے تشریف لائے۔ اتفاق سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی وہاں آ نکلے آپ نے ان کو اپنی چادر میں لے لیا پھر یکے بعد دیگرے حضرت حسین، حضرت فاطمہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بھی تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ان سب کو اپنی چادر میں جمع فرما لیا اور آیت مبارکہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا تلاوت فرمائی۔

اللہ تعالی کو یہ منظور ہے کہ اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والو! تم کو معصیت ونافرمانی کی گندگی سے دور رکھے اور تم کو ظاہراً وباطناً عقیدۃً وعملاً وخلقاً پاک صاف رکھے۔

اہل بیت کا مفہوم:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لفظ اہل بیت کے دو مفہوم ہیں ایک ازواج دوسرے عترت۔ خصوصیت قرائن سے کسی مقام پر ایک مفہوم مراد ہوتا ہے کہیں دوسرا اور کہیں عام بھی ہو سکتا ہے۔

جنتی پھول:

عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ كُنْتُ شَاهِدًا لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَسَأَلَهُ رَجُلٌ عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتَ فَقَالَ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ انْظُرُوا إِلَى هَذَا يَسْأَلُنِي عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5994

ترجمہ: ابن ابی نعم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے ان سے (حالت احرام میں) مچھر مارنے کے بارے میں پوچھا (کہ اس حالت میں مچھر کو مارنے سے کفارہ دینا پڑے گا یا نہیں) آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اس نے بتایا کہ عراق۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے دیکھو یہ مجھ سے مچھر کے مارنے کا حکم پوچھ رہا ہے حالانکہ عراقیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے (حضرت حسین رضی

اللہ عنہ) کو شہید کر دیا تھا۔ میں نے خود اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حسن وحسین دنیا میں میرے مہکتے ہوئے پھول ہیں۔

جنت کی سرداری:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الحَسَنُ وَالحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الجَنَّةِ.

جامع الترمذی، رقم الحدیث:3768

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن وحسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

سینہ رسول ﷺ پر:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ أَهْلِ بَيْتِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الحَسَنُ وَالحُسَيْنُ وَكَانَ يَقُولُ لِفَاطِمَةَ ادْعِي لِيَ ابْنَيَّ، فَيَشُمُّهُمَا وَيَضُمُّهُمَا إِلَيْهِ

جامع الترمذی، رقم الحدیث:3772

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے گھر والوں کے افراد (بچوں میں سے) کون سب سے زیادہ پیارا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لاڈلی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے: حسنین کو میرے پاس بھیجو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محبت میں ان کے سر مبارک کو سونگھتے اور انہیں اپنے سینے سے لگاتے۔

حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کو اٹھالیا:

عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الحَسَنُ وَالحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ المِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ اللَّهُ {إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَة۔ نَظَرْتُ إِلَى هَذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:3774

ترجمہ: حضرت ابوبریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اسی دوران حسن اور حسین (جو ابھی کم عمر بچے تھے) سرخ رنگ کی قمیصیں زیب تن کیے ہوئے (بچوں کی طرح) گرتے پڑتے ہوئے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر منبر سے نیچے تشریف لائے اور اپنی بات کو وہیں چھوڑ دیا اور دونوں (شہزادوں) کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھالیا اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور اولاد تمہارے لیے باعث آزمائش ہیں۔ میں نے ان دونوں کو ان کی قمیصوں میں گرتے پڑتے دیکھا تو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اپنی گفتگو وہیں چھوڑ دی اور انہیں اٹھالیا۔

محبت حسین رضی اللہ عنہ محبت الہی کا ذریعہ:

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: طَرَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي بَعْضِ الحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَى شَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ، فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِي. قُلْتُ: مَا هَذَا الَّذِي أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ؟ فَكَشَفَهُ فَإِذَا حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَى وَرِكَيْهِ فَقَالَ: هَذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِيَ، اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا

جامع الترمذی، رقم الحدیث:3769

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ایک رات کسی

کام کی غرض سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور اپنی چادر میں کوئی چیز لپیٹے ہوئے تھے اس وقت مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر میں کیا لپیٹا ہوا ہے جب میرا کام ہو گیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ نے کیا چیز چادر میں لپیٹی ہوئی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کو ہٹایا تو میں نے دیکھا کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کولہوں سے چمٹے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں حسن و حسین سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان سے محبت فرمائیں اور اس شخص سے محبت فرمائیں جو ان سے محبت کرتا ہے۔

اللہ کا محبوب:

عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، أَحَبَّ اللَّهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 3775

ترجمہ: حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسین میری اولاد ہے اور میرا حسین سے خصوصی تعلق ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت فرماتے ہیں جو حسین سے دعویٰ محبت میں عملاً سچا ہو۔

جنتی نوجوانوں کے سردار:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: حسن و حسین نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث پاک کی مراد یہ ہے کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ان تمام لوگوں میں افضل ہیں جو عالم شباب (جوانی) میں انتقال کر گئے اس سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی جوانی

میں دنیا سے کوچ فرما گئے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جیسے نوجوان مروت اور جوانی والے کام سرانجام دیتے ہیں ایسے ہی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے کارنامے سر انجام دیے ہیں۔

اسلام کی تعلیم اعتدال:

اسلام کی تعلیم میں نہ افراط نہ تفریط بلکہ اعتدال ہی اعتدال ہے، بعض لوگوں کو حدیث مذکورہ بالا سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ شاید حسنین کریمین کا مقام، مرتبہ اور درجہ خلفاء راشدین (ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم) سے زیادہ ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں۔

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی جنت کے سردار:

جامع الترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء و رسل کے علاوہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ان تمام اولین و آخرین جنتی لوگوں کے سردار ہیں جو بڑی عمر میں انتقال کر گئے اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی بڑی عمر میں دار فانی سے کوچ کر گئے تھے اس لحاظ سے حضرات شیخین (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بھی سردار ہوئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضلیت:

مرقاۃ شرح مشکاۃ میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا جنت میں خاص دوست ہو گا اور میرے مخصوص دوست حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ مبارک کا صحیح معنیٰ یہ ہے کہ دیگر مخصوص

رفقاء کرام کی صف میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی شامل ہوں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں حضرت بریدہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل فرمائی ہے کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کے والد ان سے بھی زیادہ فضیلت والے ہیں۔

فرقِ مراتب:

ان روایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ خلفاء راشدین کا مقام و مرتبہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے بھی بلند ہے۔ دینِ اسلام میں فرق مراتب انبیاء و رسل علیہم السلام کے مابین بھی ملحوظ ہے اور حضرات صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان بھی مسلمہ حقیقت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 16 اگست، 2021ء

اسلام میں سلام کی اہمیت (حصہ اول)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے حقوق بیان فرمائے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَقُولُ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَ عِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث:1240

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (ایک) مسلمان کے (دوسرے) مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازے میں شریک ہونا، (اس کی طرف سے ملنے والی) دعوت کو قبول کرنا اور چھینک کے جواب میں یَرْحَمُكَ اللهُ کہنا۔

مختلف قوموں کا طریقہ ملاقات:

اقوام عالم میں ملاقات کا طریقہ پایا جاتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ حياك الله، أنعِمْ صباحا، صباح الخير، مساء الخير وغیرہ جیسے الفاظ کہتے تھے۔ یہودی لوگ ملاقات کے وقت ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ ملاقات کے وقت ہتھیلیوں سے اشارہ کرتے ہیں۔ ہندو لوگ ملاقات کے وقت اپنے ہاتھوں کو جوڑ کر پیشانی کی طرف لاتے ہیں اور "نمستے" کہتے ہیں۔ سکھ لوگ ملاقات کے وقت "ست سری آکال" کچھ "صبح بخیر" اور "شب بخیر" کے الفاظ کہتے ہیں۔ جبکہ بعض لوگ

صبح کے وقت : **good morning**

دوپہر کے وقت: **good evening**

رات کے وقت: **good night**

غیر مسلموں کی مشابہت سے بچو:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لاَ تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَلاَ بِالنَّصَارَىٰ فَإِنَّ تَسْلِيمَ الْيَهُودِ الإِشَارَةُ بِالأَصَابِعِ وَتَسْلِيمَ النَّصَارَىٰ الإِشَارَةُ بِالأَكُفِّ.

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2695

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اغیار (مسلمانوں کے طریقے سے الگ) کی مشابہت اختیار کرتا ہے اس کا ہمارے ساتھ تعلق نہیں ہے، یہودیوں اور عیسائیوں کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ یہودی انگلیوں کے اشارے سے سلام کرتے ہیں جبکہ عیسائی ہتھیلیوں کے اشارے سے سلام کرتے ہیں۔

اسلام میں ملاقات کا طریقہ اور الفاظ:

اسلام ہمیں مذکورہ بالا طریقوں اور الفاظ کے بجائے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا معنیٰ ہے تم پر اللہ کی طرف سے ہر قسم کے مصائب سے (محفوظ رہنے کے لیے) سلامتی ہو۔ تم پر اللہ کی رحمت ہو اور اللہ کی طرف سے برکات نازل ہوں۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ملائکہ کا سلام وجواب:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللهُ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ طُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا فَلَمَّا خَلَقَهُ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلَى أُولَئِكَ النَّفَرِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوسٍ فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّونَكَ فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوا السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 6227

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر (جس ڈھانچے اور قالب میں ان کو ڈھالنا تھا) پیدا فرمایا ان کی قد کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی۔ جب آپ کو تخلیق فرما لیا تو آپ سے فرمایا آپ ملائکہ کی جماعت کے پاس تشریف لے جائیں جو (منتظر) بیٹھے ہیں اور انہیں جا کر سلام کریں۔ اور ان کے جواب کو اچھی طرح سنیں۔ یہی آپ کا اور آپ کی ذریت (اولاد) کا طریقہ ملاقات ہو گا۔ آدم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: السلام علیکم تو ملائکہ نے جواب میں علیك السلام ورحمة الله کہا۔

سلام پھیلاؤ:

عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنۡهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفۡسِي بِيَدِهِ لاَ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ حَتَّى تُؤۡمِنُوا وَلاَ تُؤۡمِنُوا حَتّٰى تَحَابُّوا أَلاَ أَدُلُّكُمۡ عَلٰى أَمۡرٍ إِذَا أَنۡتُمۡ فَعَلۡتُمُوهُ تَحَابَبۡتُمۡ أَفۡشُوا السَّلاَمَ بَيۡنَكُمۡ.

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2688

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ایمان قبول کیے بغیر تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے اور اس وقت تک تم کامل مومن نہیں ہو سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ میں وہ بات بتاتا ہوں جس پر عمل کر لینے سے تم میں باہمی طور پر محبت پیدا ہو گی۔ اور وہ یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کو خوب پھیلاؤ۔

گفتگو سے پہلے سلام:

عَنۡ جَابِرِ بۡنِ عَبۡدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنۡهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: السَّلاَمُ قَبۡلَ الۡكَلاَمِ.

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2699

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گفتگو کرنے سے پہلے سلام کرو۔

سلام میں ابتداء:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ الرَّجُلاَنِ يَلْتَقِيَانِ أَيُّهُمَا يَبْدَأُ بِالسَّلاَمِ؟ فَقَالَ: أَوْلاَهُمَا بِاللهِ.

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2694

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا جب دو شخص آپس میں ملیں تو سلام کی ابتداء کون کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے جو اللہ (کی رحمت) کے زیادہ قریب ہو وہ ابتداء کرے۔

کون کس کو سلام کرے؟

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي، وَالمَاشِي عَلَى القَاعِدِ، وَالقَلِيلُ عَلَى الكَثِيرِ، وَزَادَ ابْنُ الْمُثَنَّى فِي حَدِيثِهِ، وَيُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الكَبِيرِ

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2704

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار شخص پیدل آدمی کو، پیدل شخص بیٹھے ہوئے کو، تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ امام ابن المثنیٰ رحمہ اللہ نے ایک حدیث ذکر کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ساتھ نقل کیا ہے کہ چھوٹے بڑوں کو سلام کریں۔

بچوں کو سلام:

عَنْ سَيَّارٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ رَحِمَهُ اللهُ فَمَرَّ عَلَى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ ثَابِتٌ رَحِمَهُ اللهُ: كُنْتُ مَعَ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

فَمَرَّ عَلَى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ عَلَى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ.

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2696

ترجمہ: حضرت سیار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں ثابت بُنانی رحمہ اللہ کے ساتھ جارہا تھا جب آپ بچوں کے قریب سے گزرے تو آپ نے انہیں سلام کیا۔ پھر فرمانے لگے کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ جارہا تھا جب حضرت انس بچوں کے قریب سے گزرے تو آپ نے انہیں سلام کیا۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ جب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے قریب سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سلام فرمایا۔

سلام میں 10، 20، 30 نیکیاں:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلاً جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَشْرٌ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عِشْرُونَ. ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثُونَ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2689

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں السلام علیکم کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے سلام کا جواب دے کر فرمایا) دس۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے سلام کا جواب دے کر فرمایا) بیس۔ پھر اور شخص آیا اور اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے (اس کے سلام کا جواب دے کر فرمایا) تیس۔

سلام کی خصوصیات:

- لفظ "سلام" اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ایک ہے۔
- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے معنی میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں صرف اظہارِ محبت ہی نہیں بلکہ محبت کے حق کی ادائیگی بھی پائی جاتی ہے۔
- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ صرف زندگی کی دعا نہیں بلکہ سلامتی والی، رحمت والی اور برکت والی زندگی کی دعا ہے۔
- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے میں چھوٹوں سے شفقت اور بڑوں کی تعظیم کا درس ملتا ہے۔
- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دوسرے مسلمان کو اس بات کی یقین دہانی کرانا ہے کہ آپ کو میری زبان اور دیگر اعضاء سے تکلیف نہیں پہنچے گی۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 23 اگست، 2021ء

اسلام میں سلام کی اہمیت (حصہ دوم)

اللہ تعالیٰ کی ذات سلامتی نازل فرمانے والی ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں سلامتی کی دعائیں کریں یعنی سلام پھیلائیں۔

گھر والوں کو سلام کریں:

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ

سورۃ النور، رقم الآیۃ: 61

ترجمہ: جب تم گھروں میں جاو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو کیونکہ یہ ملاقات کے وقت کی وہ بابرکت دعا ہے جس کا حکم اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بُنَيَّ إِذَا دَخَلْتَ عَلٰى أَهْلِكَ فَسَلِّمْ يَكُونُ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلٰى أَهْلِ بَيْتِكَ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2698

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹے! جب آپ گھر والوں کے پاس جائیں تو انہیں سلام کیا کرو۔ یہ عمل آپ کے لیے اور آپ کے گھر والوں کے لیے برکت کا باعث ہے۔

خالی گھر میں داخل ہوتے وقت:

عَنْ نَافِعٍ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِذَا دَخَلَ الْبَيْتَ غَيْرَ الْمَسْكُونِ فَلْيَقُلِ: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ۔

الادب المفرد للبخاری، رقم الحدیث: 1055

ترجمہ: حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

نے فرمایا: جب کوئی شخص خالی گھر میں داخل ہونے لگے تو یوں سلام کرے: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو۔

مصافحہ کی فضیلت:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلاَّ غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَفْتَرِقَا۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2727

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بھی دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے الگ ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔

مسنون مصافحہ دونوں ہاتھوں سے سلام کرنا ہے:

قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَّمَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ وَكَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ۔

صحیح البخاری، باب المصافحۃ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد (التحیات) اس حالت میں سکھلائی کہ میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کے درمیان تھا۔

صحیح البخاری کا ترجمۃ الباب:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں ثابت کیا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق مصافحہ کے ساتھ ہے۔ اس کے متصل بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک اور باب قائم فرمایا: "بَابُ الْأَخْذِ بِالْيَدَيْنِ" [مصافحہ کرتے وقت دو ہاتھوں سے پکڑنے کا باب] اور اسی حدیث کو دوبارہ اس باب میں ذکر فرمایا ہے۔

جس سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا ثابت ہے۔ مزید یہ کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے اس طرح کیا جائے کہ ہاتھوں کو پکڑا جائے نہ یہ کہ آدمی اپنے ہاتھ دوسرے کے ہاتھ پر رکھ دے۔ لفظ "اخذ" کا یہی مفہوم ہے۔

حدیث ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے غلط استدلال:

بعض لوگ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو سنت سمجھتے ہیں کہ اور یہ کہتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقط ایک ہتھیلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی۔ تو ظاہر ہے کہ اس دلیل سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے والوں کا دعویٰ کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا۔

تین جوابات:

1: حدیث مبارک سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تو دو ہاتھ تھے، لہذا ہمیں سنت نبویہ اختیار کرنی چاہیے۔

2: جب دو ہاتھوں سے مصافحہ کیا جائے تو درمیان میں ایک ہاتھ آتا ہے، دوسرا باہر کی جانب رہتا ہے، اس لیے دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے والا کہہ سکتا ہے کہ میرا ہاتھ اس کے دو ہاتھوں کے درمیان تھا، یہی بات حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

لہذا اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا مگر یہ ہرگز ثابت نہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا صرف ایک ہاتھ تھا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہاتھ ہوں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک ہاتھ ہو؟ کیونکہ بڑے چھوٹے کے حوالے سے

بھی اس صورت کو دیکھا جائے تو بڑی بے ادبی ہے کہ بڑا آدمی دو ہاتھ سے مصافحہ کرے اور چھوٹا ایک ہاتھ سے اور یہاں تو امتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے!

3: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ کا ذکر کیوں فرما رہے ہیں تو یہ اس وجہ سے نہیں کہ انہوں نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا تھا بلکہ اس وجہ سے کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کرتے وقت آپ کا جو ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہاتھوں کے درمیان آیا تھا آپ بطورِ اظہارِ مسرت کے اپنے اس ہاتھ کی خصوصیت بتا رہے ہیں کہ میرا یہ ہاتھ اتنا خوش نصیب ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہاتھوں کے درمیان آیا ہے۔

نامحرم سے ہاتھ ملانا جائز نہیں:

عَنْ عُرْوَةَ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهٰذِهِ الْآيَةِ بِقَوْلِ اللهِ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ- إِلٰى قَوْلِهِ- [غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ] قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ أَقَرَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ قَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَايَعْتُكِ كَلَامًا وَلَا وَاللهِ مَا مَسَّتْ يَدُهُ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ مَا يُبَايِعُهُنَّ إِلَّا بِقَوْلِهِ قَدْ بَايَعْتُكِ عَلٰى ذٰلِكِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:4891

ترجمہ: زوجہ رسول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو عورتیں آتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا امتحان اس آیت کے مطابق لیتے ﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ﴾ [اے پیغمبر! جب تمہارے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ خدا کے ساتھ

نہ تو شرک کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھ لائیں گی اور نہ نیک کاموں میں تمہاری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے لئے خدا سے بخشش مانگو۔ بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے]

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو عورتیں یہ شرائط قبول کر لیتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے کہ میں نے تم سے زبانی بیعت کرلی۔ بخدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ بیعت لیتے وقت کسی عورت کے ہاتھ سے مس (ٹچ) نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو بیعت کے وقت صرف زبان سے بیعت فرماتے تھے۔

سلام کے بجائے دیگر الفاظ استعمال کرنا:

آج کل سلام کی جگہ مختلف الفاظ استعمال کیے جارہے ہیں۔ کبھی "ہیلو" کبھی "ہائے" اور کبھی سلام کے بجائے اس کا مخفف A O A لکھتے ہیں۔ جواب میں W S لکھتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ "سلام ہو گیا" کبھی "اسلام و علیکم" لکھتے ہیں۔

یہ سب طریقے درست نہیں۔ مکمل سلام لکھنا اور بولنا چاہیے۔ یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جب گفتگو ختم ہونے لگے تب بھی سلام کرنا چاہیے۔ اس وقت کچھ لوگ مختلف قسم کے الفاظ بولتے ہیں۔ مثلاً: اللہ حافظ، خدا حافظ، رب راکھا، اپنا خیال رکھنا وغیرہ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دعائیہ الفاظ ہیں، لیکن سلام کا متبادل نہیں ہیں۔ اس لیے ان الفاظ کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر اپنی بات کو ختم کرنا چاہیے۔

جن لوگوں کو سلام کرنا جائز نہیں:

1: کافر (جو شخص اللہ، انبیاء و رسل، آسمانی کتابوں، ملائکہ، بعث بعد الموت، جنت و جہنم پر ایمان نہ لاتا ہو)

2: مشرک (جو شخص بظاہر اللہ کو ماننے کا مدعی ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات خاصہ میں کسی کو بھی شریک کرتا ہو)

3: مرتد (جو شخص دعویٰ اسلام کے بعد دین کے تمام مسلمہ عقائد یا ان میں سے کسی بنیادی عقیدہ کا انکار کرنے والا ہو)

4: غیر مسلم (جو شخص دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا پیروکار ہو، جیسے یہودی، عیسائی وغیرہ)

5: ملحد (جو شخص دین کے ثابت شدہ عقائد و مسائل کا شرعی معنیٰ بیان کرنے کے بجائے من گھڑت مطلب بیان کرے)

6: مبتدع (جو شخص غیر ثابت شدہ چیزوں کو بھی دین میں ثابت مانے)

7: زندیق (ایسا کافر جو مدعی اسلام ہو)

8: علانیہ فاسق

9: (بلا ضرورت شدیدہ) غیر محرم لوگ

10: فتنہ باز

فائدہ: جو اسلام کے مُسلّمات کے منکر یا ان کا غلط معنیٰ و مفہوم بیان کرتے ہیں انہیں ابتداء سلام کرنا کسی صورت جائز نہیں۔ صرف السلام علی من اتبع الھدیٰ کے الفاظ کہہ لیے جائیں اگر وہ سلام کہہ لیں تو جواب میں وعلیك کہہ دینا چاہیے۔

جن مواقع پر سلام کرنا مکروہ ہے:

1: جب کوئی تلاوت کر رہا ہو۔

2: جب کوئی ذکر کر رہا ہو۔

3: جب کوئی اذان دے رہا ہو۔

4: جب کوئی اقامت کہہ رہا ہو۔

5: جب کوئی نماز پڑھ رہا ہو۔

6: جب کوئی دینی باتیں پڑھ یا سُن رہا ہو۔

7: جب کوئی جمعہ یا عیدین کے خطبے دے رہا ہو یا سن رہا ہو۔

8: جب کوئی شخص کھانا کھا رہا ہو۔

9: جب کوئی شخص نہا رہا ہو یا قضاء حاجت میں مشغول ہو۔

10: جب کسی شخص کا ستر کھلا ہوا ہو۔

11: جب کوئی شخص جماع میں مشغول ہو۔

12: جب کوئی شخص سو رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ساری زندگی احکام شریعت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 06 ستمبر، 2021ء

بیماری اور تیمار داری

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے انعامات میں سے ایک انسان کا جسم بھی ہے۔ یہ ایک عظیم امانت ہے اس کا انسان پر حق ہے کہ اس کو تندرست رکھے اور بوقت ضرورت اسے راحت دے۔

جسم کا حق ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔۔ إِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:1975

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے (اور میرے واسطے سے اپنی پوری امت کو) فرمایا کہ آپ کے جسم کا آپ پر حق ہے۔

معلوم ہوا کہ اپنے جسم کو بیماریوں سے دور اور چاق و چوبند رکھنا جہاں طبی نقطہ نظر سے ضروری ہے وہاں اسلامی نقطہ نظر سے اس سے بڑھ کر ضروری ہے لیکن ماحولیاتی آلودگیوں یا قدرتی وباؤں، حفظانِ صحت کے اصولوں سے ہٹ کر غیر معیاری خوراک اور مضر صحت اشیاء سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے امراض لاحق ہوتے ہیں اور انسان بیمار پڑ جاتا ہے۔ اس موقع پر سب سے پہلے تو مریض کو انتہائی صبر سے کام لینا چاہیے۔

مریض صبر سے کام لے:

عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ وَالصُّنَابِحِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰى رَجُلٍ مَرِيضٍ يَعُودَانِه. فَقَالَا لَهُ: كَيْفَ أَصْبَحْتَ؟ قَالَ: أَصْبَحْتُ بِنِعْمَةٍ. فَقَالَ لَهُ شَدَّادٌ: أَبْشِرْ بِكَفَّارَاتِ السَّيِّئَاتِ وَحَطِّ الْخَطَايَا، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: إِنِّي إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنًا فَحَمِدَنِي عَلَى مَا ابْتَلَيْتُهُ، فَإِنَّهُ يَقُومُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِكَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ مِنَ الْخَطَايَا، وَيَقُولُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: أَنَا قَيَّدْتُ عَبْدِي وَابْتَلَيْتُهُ، فَأَجْرُوا لَهُ كَمَا كُنْتُمْ تُجْرُونَ لَهُ وَهُوَ صَحِيحٌ

مسند احمد، رقم الحدیث:17118

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس اور حضرت صُنابحی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ یہ دونوں ایک مریض شخص کے پاس عیادت کے لیے گئے۔ انہوں نے مریض سے حال احوال پوچھا۔ مریض نے کہا کہ میں نے (مرض کی تکلیف کے باوجود صبر و شکر کی) نعمت کے ساتھ صبح کی۔ حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں اس مرض کے باعث گناہوں کے مٹنے اور خطاؤں کے دور ہونے والی خوشخبری سے خوش ہونا چاہیے۔ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے بندوں میں سے کسی کو (بیماری میں) مبتلا کرتا ہوں اور وہ بندہ اس پر (صبر سے کام لیتے ہوئے) میری تعریف کرتا ہے تو وہ اپنے بستر علالت سے ایسا (گناہوں سے پاک صاف ہو کر) اٹھتا ہے جیسا کہ وہ اس دن گناہوں سے پاک صاف تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں: میں نے اپنے بندے کو بیماری والی پریشانی میں ڈالا ہے، لہٰذا تم (اس کے نامہ اعمال میں) وہ (تمام نیک) اعمال لکھنا برابر جاری رکھو جو تم اس کے زمانہ تندرستی میں لکھا کرتے تھے۔

بیماری بھی ایک نعمت ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:5645

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس شخص کو بھلائی پہنچانے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے اس کے (حصول کے لئے) مصیبت میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔

بخار کو برا نہ کہو:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى أُمِّ السَّائِبِ أَوْ أُمِّ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ: مَا لَكِ؟ يَا أُمَّ السَّائِبِ أَوْ يَا أُمَّ الْمُسَيَّبِ تُزَفْزِفِينَ؟ قَالَتْ: الْحُمَّى، لاَ بَارَكَ اللهُ فِيهَا فَقَالَ لاَ تَسُبِّي الْحُمَّى فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:6662

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سائب رضی اللہ عنہا کے پاس تیمار داری کی غرض سے تشریف لے گئے (وہ اس وقت بخار کی شدت کی وجہ سے کانپ رہی تھیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حالت دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو کیا ہوا جو کانپ رہی ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ بخار ہے اللہ اس میں برکت نہ دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخار کو برا مت کہو کیونکہ بخار بنی آدم کے گناہوں کو اسی طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل (زنگ) کو صاف کر دیتی ہے۔

بیماری سے گناہ معاف:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوعَكُ فَمَسِسْتُهُ بِيَدِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَجَلْ إِنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلاَنِ مِنْكُمْ قَالَ فَقُلْتُ: ذٰلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ أَجَلْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى مِنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ إِلاَّ حَطَّ اللهُ بِهِ سَيِّئَاتِهِ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:6651

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار تھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا ہاتھ پھیر کر عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو بہت سخت بخار ہوتا ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں مجھے دو آدمیوں کے برابر بخار آتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی: یہ اس وجہ سے کہ آپ کو دوگنا ثواب ملے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ایسے ہی ہے! اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کو بیماری کی وجہ سے یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کے گناہ (اسی طرح) دور کر دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتے جھاڑتا ہے۔

مریض یہ دعا مانگے:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنِ اشْتَكَى مِنْكُمْ شَيْئًا أَوِ اشْتَكَاهُ أَخٌ لَهُ فَلْيَقُلْ رَبَّنَا اللهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ أَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْأَرْضِ اغْفِرْ لَنَا حُوبَنَا وَخَطَايَانَا أَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِينَ أَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلَى هَذَا الْوَجَعِ فَيَبْرَأَ

سنن ابی داود، رقم الحدیث:3394

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے جس شخص کو کوئی بیماری ہو یا اس کا کوئی بھائی بیمار ہو تو اسے چاہیے کہ یہ دعا مانگے۔ اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے وہ ایسی ذات ہے جو آسمان میں (بھی) موجود ہے۔ اے اللہ آپ کا نام پاک ہے، آپ کا اختیار آسمان وزمین (دونوں) میں ہے، جیسی آپ کی رحمت آسمان میں ہے ویسی ہی اپنی رحمت زمین پر نازل فرمائیں۔ آپ ہمارے چھوٹے اور بڑے گناہوں کو بخش دیں۔ آپ پاکیزہ لوگوں کے پروردگار ہیں۔ آپ اپنی رحمت میں سے (جو ہر چیز پر پھیلی ہوئی ہے خاص صحت والی رحمت) نازل فرما دیں اور اس بیماری سے اپنی شفا عنایت فرما دیں (اس دعا کے پڑھنے سے ان شاء اللہ بیمار) شفایاب ہو جائے گا۔

تیمار داری کی فضیلت:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُودُكَ؟ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:6648

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے: ابن آدم میں مریض تھا تو نے میری تیمارداری کیوں نہ کی؟ بندہ کہے گا: الٰہی! میں آپ کی عیادت کیسے کرتا آپ تو رب العالمین ہیں (بیمار ہونے سے پاک ہیں) جواب آئے گا کہ میرا فلاں بندہ مریض تھا تو نے اس کی تیمارداری نہیں کی اگر تو اس کی تیمارداری کرتا تو مجھے اسی کے پاس پاتا۔

تیمار داری کا مستحب طریقہ اور فائدہ:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ وَعَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ مَسِيرَةَ سَبْعِينَ خَرِيفًا۔

فتح الودود فی شرح سنن ابی داود، رقم الحدیث:3097

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اچھی طرح وضو کر کے ثواب کی نیت سے مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے جائے تو اس کو جہنم سے ستر سال کی مسافت کے برابر دور کر دیا جاتا ہے۔

تیماردار کے لیے 70 ہزار فرشتوں کی دعا:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِمًا غُدْوَةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمْسِيَ، وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:969

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو مسلمان (کسی بیمار) مسلمان کی دن کے پہلے حصہ میں تیمار داری کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے شام ہونے تک رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور جو مسلمان دن کے آخری حصہ میں تیمارداری کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے صبح ہونے تک رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور جنت میں اس کے لئے ایک باغ مقرر کر دیا جاتا ہے۔

تیمارداریوں دعا دے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَعُودُ مَرِيضًا لَمْ يَحْضُرْ أَجَلُهُ فَيَقُولُ سَبْعَ مَرَّاتٍ:

أَسْأَلُ اللهَ العَظِيْمَ رَبَّ العَرْشِ العَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ إِلَّا عُوفِيَ

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2083

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مسلمان بندہ کسی مریض شخص کی تیمارداری کرنے جائے اور اس کے پاس سات مرتبہ یوں دعا کرے: اَسئَلُ اللهَ العَظِیمَ رَبَّ العَرشِ العَظِیمِ اَن یَّشفِیکَ۔ اگر اس کی موت کا وقت نہ آیا ہو تو اس دعا سے اسے عافیت مل جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 13 ستمبر، 2021ء

جنازے کے احکام و مسائل

اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمان بنایا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے باہمی حقوق کو ذکر فرمایا۔ ان میں ایک حق مرنے کے بعد اس کا جنازہ ادا کرنا ہے۔

جنازہ جلدی لے چلیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرِعُوا بِالْجِنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا وَإِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:1315

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنازہ جلدی لے کر چلو! کیونکہ اگر وہ نیک بندے کا ہے تو اس کے لیے بھلائی ہے لہٰذا اسے بھلائی کی طرف جلدی پہنچاؤ اور اگر وہ ایسا نہیں یعنی برے شخص کا ہے تو اسے اپنی گردنوں سے جلدی اتارو۔

میت باتیں کرتی ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وُضِعَتِ الْجِنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُونِي وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:1314

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کی تجہیز و تکفین کر لی جاتی ہے اور لوگ اسے اپنے

کندھوں پر اٹھاتے ہیں اگر وہ میت نیک بخت ہوتی ہے تو وہ لوگوں سے کہتی ہے کہ مجھے میری منزل کی طرف جلدی لے چلو! اور اگر وہ میت بد بخت ہوتی ہے تو کہتی ہے ہائے افسوس! مجھے کہاں لیے جا رہے ہو؟ میت کی اس آواز کو انسانوں کے علاوہ باقی مخلوقات سنتی ہیں اگر انسان بھی اس آواز کو سن لیں تو بے ہوش ہو کر گر پڑیں یا مر جائیں۔

جنازے اور تدفین میں شرکت کا ثواب:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهَا وَيَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيرَاطَيْنِ كُلُّ قِيرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيرَاطٍ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:47

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کے جنازے میں ایمان کی حالت میں اور ثواب کے حصول کی خاطر شریک ہوتا ہے اور جنازے کے ساتھ ساتھ اس وقت تک رہتا ہے یہاں تک کہ اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے اور اس کے بعد اس کی تدفین کے عمل میں شریک ہوتا ہے تو اس کو دو قیراط ثواب ملتا ہے اور ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے اور جو شخص صرف جنازے میں شریک ہوتا ہے اور تدفین میں شرکت نہیں کر سکتا تو اسے ایک قیراط ثواب ملتا ہے۔

شرکاء جنازہ کی میت کے حق میں دعا کی قبولیت:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ مَاتَ ابْنٌ لَهُ بِقُدَيْدٍ أَوْ بِعُسْفَانَ فَقَالَ: يَا كُرَيْبُ! أُنْظُرْ مَا اجْتَمَعَ لَهُ مِنَ النَّاسِ قَالَ: فَخَرَجْتُ فَإِذَا نَاسٌ قَدِ اجْتَمَعُوا لَهُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: تَقُولُ هُمْ أَرْبَعُونَ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ:

أَخْرِجُوهُ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلاً لاَ يُشْرِكُونَ بِاللهِ شَيْئًا إِلاَّ شَفَّعَهُمُ اللهُ فِيهِ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:2157

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت کریب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب مقام قُدید یا مقام عسفان میں ان کے بیٹے کا انتقال ہوا تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کریب! دیکھو کتنے لوگ جنازے کے لیے جمع ہو گئے ہیں؟ حضرت کریب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں دیکھنے کے لیے گیا تو کافی لوگ جمع ہو چکے تھے میں نے واپس اطلاع کی کہ بہت لوگ جمع ہو چکے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ کا کیا اندازہ ہے کہ ان لوگوں کی تعداد چالیس ہو گی؟ حضرت کریب رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میت کو نماز جنازہ کے لیے لے چلو! کیونکہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کوئی مسلمان وفات پا جائے اور اس کے جنازے میں ایسے چالیس افراد شریک ہو جائیں جن کے عقائد ٹھیک ہوں(شرک نہ کرتے ہوں)تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ایسے لوگوں کی شفاعت کو قبول فرماتے ہیں۔یعنی میت کی بخشش فرما دیتے ہیں۔

فوت شدہ لوگوں کی برائی بیان نہ کرو:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:1393

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: فوت شدہ لوگوں کی برائی بیان نہ کرو کیونکہ انہوں نے جو کچھ (اپنی آخرت کے لیے) آگے بھیجا تھا وہ انہوں نے پالیا۔

فوت شدہ لوگوں کی نیکیوں کا تذکرہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اُذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِئِهِمْ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:1019

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے فوت شدہ لوگوں کی نیکیوں ہی کا تذکرہ کیا کرو اور ان کی برائیوں کے تذکرہ سے بچتے رہو۔

غیر مسلم کا جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا:

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ جَالِسًا فَمُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَامَ النَّاسُ حَتَّى جَاوَزَتِ الْجَنَازَةُ فَقَالَ الْحَسَنُ: إِنَّمَا مُرَّ بِجَنَازَةِ يَهُودِيٍّ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى طَرِيقِهَا جَالِسًا فَكَرِهَ أَنْ تَعْلُوَ رَأْسَهُ جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ فَقَامَ۔

سنن النسائی، رقم الحدیث:1927

ترجمہ: حضرت جعفر بن محمد (جعفر صادق) رحمہ اللہ اپنے والد (محمد باقر) رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے ان کے سامنے سے جنازہ گزرا تو چند لوگ اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے (جنہیں جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونے والے حکم کے منسوخ ہونے کا علم نہیں تھا) اور اس وقت تک کھڑے رہے جب تک کہ جنازہ گزر نہیں گیا۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا کہ ایک راستے پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما

تھے وہاں سے یہودی کا جنازہ گزرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ناپسند سمجھا کہ یہودی کا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے اوپر سے گزرے اس لیے اس سے بچنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔

حدیث مبارک کا صحیح مفہوم:

بعض لوگ حدیث کا مفہوم بگاڑ کر اس طرح پیش کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کا جنازہ دیکھ کر بھی کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ حالانکہ حدیث کا صحیح مفہوم یہی ہے جو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ناپسند سمجھتے تھے کہ کسی یہودی کا جنازہ آپ کے سر مبارک کے اوپر سے گزرے اس لیے آپ کھڑے ہوئے تھے۔

نماز جنازہ کا طریقہ:

سب سے پہلے جنازہ کو سامنے رکھ دیا جائے اس کے بعد امام جنازہ کے سینہ کے سامنے کھڑا ہو اور باقی لوگ صفیں بنا کر کھڑے ہوں۔ صفوں میں طاق عدد کو لازم قرار دینا درست نہیں بہتر یہ ہے کہ کم از کم تین صفیں بنائی جائیں۔ امام صاحب صفیں درست کروا لیں۔ اس کے بعد امام صاحب چار تکبیر کہے اور مقتدی بھی چار تکبیریں کہیں۔ تفصیل یہ ہے کہ پہلی تکبیر کہتے ہوئے امام اور مقتدی دونوں کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اس کے بعد ہاتھ باندھ لیں اور اس میں ثنا پڑھیں۔

اس کے بعد امام اور مقتدی بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیر کہیں اور اس تکبیر کے بعد درود شریف پڑھیں جیسے نماز میں درود ابراہیمی پڑھا جاتا ہے۔ تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کریں اور چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دیں۔

بالغ مرد / عورت کے لیے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا وَ

ذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِه عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَه مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيْمَانِ.

نابالغ لڑکے کے لیے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْه لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْه لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا۔

نابالغ لڑکی کے لیے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا أَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً.

فائدہ: تکبیرات امام اور مقتدی دونوں کے لیے کہنا ضروری ہیں۔ بعض لوگ جب کسی امام کی اقتداء میں پڑھتے ہیں تو ثناء، درود اور دعا تو پڑھتے ہیں لیکن تکبیرات نہیں پڑھتے۔ اس طرح کرنے سے جنازہ ادا نہیں ہوتا۔

نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ:

احناف کے ہاں نماز جنازہ میں بطور تلاوت تکبیر اولیٰ کے بعد سورۃ الفاتحہ پڑھنا مسنون نہیں۔ ہاں اگر بطور دعا پڑھ لے تو اس کی گنجائش ہے۔

امام محمد بن عبد الواحد ابن ھمام رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 861ھ) فرماتے ہیں:

لا يقرأ الفاتحة إلا أن يقرأ بنية الثناء

شرح فتح القدیر ج2 ص125

ترجمہ: سورۃ فاتحہ کو ثناء کی نیت سے پڑھنا جائز ہے بطور قراءت پڑھنا مکروہ ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَلَاةِ الْجِنَازَةِ هَلْ يُقْرَأُ فِيْهَا فَقَالَ لَمْ يُوَقِّتْ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلًا وَلَا قِرَاءَةً وفی رِوَايَةٍ دُعَاءً وَلَا قِرَاءَةً۔

بدائع الصنائع بیان کیفیۃ الصلاۃ علی الجنازۃ، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: 9487

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے نماز جنازہ میں قراءت کے متعلق سوال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے کوئی خاص کلام اور قراءت مقرر نہیں فرمائی ایک روایت میں ہے کہ کوئی مخصوص دعا اور قراءت مقرر نہیں فرمائی۔

ترک فاتحہ کی دلیل:

امام ابن وھب رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کا عمل ترکِ فاتحہ کا نقل کیا ہے:

قال ابن وهب رحمه الله عن رجال من أهل العلم عن عمر بن الخطاب وعلى بن أبي طالب وعبد الله بن عمر وفضالة بن عبيد وأبي هريرة وجابر بن عبد الله وواثلة بن الأسقع والقاسم بن محمد وسالم بن عبد الله وابن المسيب وربيعة وعطاء بن أبي رباح ويحيى بن سعيد رضى الله عنهم: أنهم لم يكونوا يقرءون فى الصلاة على الميت.

المدونۃ الکبریٰ ج 1 ص 251 ما جاء فی القراءۃ علی الجنائز

ترجمہ: امام ابن وہب رحمہ اللہ بہت سے اہل علم سے نقل کرتے ہیں حضرت عمر حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت فضالہ بن عبید، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت واثلہ بن اسقع، حضرت قاسم بن محمد، حضرت سالم بن عبد اللہ، حضرت ابن مسیب، حضرت ربیعہ، حضرت عطاء بن ابی رباح اور حضرت یحیٰ بن سعید رضی اللہ عنہم نماز جنازہ میں قراءت نہیں کرتے تھے۔

اہل بدعت کی اقتداء جائز نہیں:

اہلِ بدعت کے غلط معتقدات و نظریات کے پیش نظر ان کے پیچھے نماز جنازہ جائز ہی نہیں ہے۔

دعا بعد الجنازہ:

نماز جنازہ خود دعا ہے، اس لیے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کو ضروری قرار دینا بدعت ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔

امام ملا علی قاری رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1014ھ) فرماتے ہیں:

ولا یدعو للمیت بعد صلاۃ الجنازۃ لأنہ یشبہ الزیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ.

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح لعلی القاری: ج4 ص149

ترجمہ: نماز جنازہ پڑھنے کے بعد میت کے لیے دعا نہ کریں کیونکہ یہ نماز جنازہ میں اضافہ کرنے کے مترادف ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 20 ستمبر، 2021ء

دعوت قبول کریں

اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمان بنایا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے باہمی حقوق کو ذکر فرمایا۔ ان میں ایک حق یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو دعوت دے تو اسے قبول کیا جائے۔

باہمی بھائی چارگی کی ضرورت:

آج ہمارا معاشرہ نفسانفسی اور خود غرضی کا بری طرح شکار ہے۔ باہمی محبتیں، باہمی قربتیں اور ہمدردیاں ختم ہوتی جارہی ہیں۔ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونا مٹتا جارہا ہے۔ ایسے وقت میں اس بات کی ضرورت پہلے سے اور زیادہ ہو جاتی ہے کہ باہمی بھائی چارگی کی فضا کو قائم کیا جائے اور اس کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق قرار دیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی دعوت کو قبول کریں۔

دینی اور دنیاوی امور میں دعوت:

دعوتوں کی تقریبات ہماری معاشرتی زندگی کا حصہ ہیں۔ اسلام اس عمل کی نہ صرف یہ کہ ترغیب دیتا ہے بلکہ اسے پسندیدہ عمل قرار دیتا ہے۔ دعوت خواہ کھانے پینے کی ہو، عقد نکاح میں شمولیت کی، ولیمے کی ہو، عقیقے کی ہو، صلاح مشورے کی ہو، دینی ہو یا شرعاً جائز دنیاوی تقریب کی ہو، اس کو قبول کرنا چاہیے۔ یہ عمل باہمی محبت اور باہمی اعتماد کو بڑھانے والا ہے۔

دعوت قبول کریں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ قِيلَ مَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ

عَلَيْهِ وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللَّهَ فَسَمِّتْهُ وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:4023

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر 6 حق ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حقوق کے بارے میں پوچھا گیا کہ کون کون سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی مسلمان سے ملاقات کرو تو اسے سلام کرو، جب وہ دعوت دے اسے قبول کرو، جب وہ نصیحت حاصل کرنا چاہے تو اسے نصیحت کرو، جب وہ چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہے تو جواب میں یرحمك اللہ کہو، جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو اور جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو۔

روزہ کی حالت میں دعوت:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ فَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ وَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ. قَالَ هِشَامٌ وَالصَّلَاةُ الدُّعَاءُ.

سنن ابی داود، رقم الحدیث:2462

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ قبول کرے۔ اگر روزہ دار نہ ہو تو دعوت کھالے اور اگر روزہ دار ہو تو دعوت دینے والے کو دعا دے۔

فائدہ: حضرت ہشام رحمہ اللہ فَلْيُصَلِّ کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہاں صلوٰۃ کا لغوی معنی دعا دینا مراد ہے۔

میں روزے سے ہوں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ

سنن ابی داود، رقم الحدیث:2463

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ روزہ دار ہو تو دعوت دینے والے کو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔

دعوت قبول نہ کرنا گناہ ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُدْعَى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:5177

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے بدترین ولیمہ وہ ہے جس میں صرف مالداروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو نہ بلایا جائے۔ اور جس شخص نے دعوت کے قبول کرنے کو چھوڑ دیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

چند باتیں ملحوظ رہیں:

1: دعوت صحیح العقیدہ مسلمان کی طرف سے ہونی چاہیے کیونکہ حدیث مبارک میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ فرمایا ہے۔ اگر غیر مسلم ہے تو اس کی دعوت میں شریک ہونے کی فقہاء کرام رحمہم اللہ نے چند شرائط ذکر فرمائی ہیں۔

- اس نے غیر اللہ کے نام پر نہ کی ہو۔ جیسے: بتوں کے نام پر۔
- شرعاً حرام چیز کی دعوت نہ کی ہو۔ جیسے: خنزیر اور شراب وغیرہ۔
- شرعاً حرام چیز کی ملاوٹ نہ ہو۔
- غیر شرعی رسومات نہ پائی جائیں۔
- غیر مسلموں کے کسی مذہبی تہوار سے تعلق نہ رکھتی ہو۔
- شریک ہونے سے ان کے باطل نظریات کو تقویت نہ ملے۔

فائدہ: اگر مذکورہ شرائط پائی جائیں تب گنجائش موجود ہے تاہم احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ قبول نہ کرے۔

:2 دعوت دینے والے کی کل کمائی یا اس کمائی کا اکثر حصہ حرام نہ ہو۔ یعنی سودی کاروبار یا کسی بھی ناجائز ذریعہ آمدن نہ ہو۔

:3 دعوت کسی ایسی جگہ نہ ہو جہاں منکرات (غیر شرعی کام) ہو رہے ہوں۔ اگر ان غیر شرعی کاموں کو ختم کرنے کی قدرت موجود ہو تو وہاں ضرور جانا چاہیے۔ شریعت کے دو حکموں پر عمل ہو جائے گا۔ ایک منکرات کو ختم کرنا اور دوسرا دعوت قبول کرنا۔ اور اگر منکرات کو ختم کرانے کی قدرت نہ ہو تو وہاں نہیں جانا چاہیے۔

:4 دعوت میں شریک ہونے سے فرائض اور واجبات نہ چھوٹیں۔ اگر ایسی دعوت ہے جس میں شریک ہونے سے فرائض اور واجبات چھوٹ جاتے ہوں تو ایسی دعوت میں شریک ہونا جائز نہیں۔

:5 دعوت دینے والا جتنے افراد کی دعوت دے اتنے ہی شریک ہوں اگر زیادہ شریک کرنا ہوں تو دعوت دینے والے کو پہلے اطلاع دینا ضروری ہے۔

:6 دعوت دینے والے کو تکلفات کا پابند نہ بنایا جائے۔ البتہ اگر دعوت قبول کرنے والا مریض ہے تو وہ اپنی پرہیز کے متعلق آگاہ کر دے۔

7: دعوت دینے والے پر بوجھ نہ بنا جائے۔

8: دعوت میں بنی ہوئی اشیاء پر اعتراضات نہ کیا جائے۔

9: دعوت کھلانے والے کی مناسب انداز میں دل جوئی کی جائے۔

10: دعوت کھلانے والے کو درج ذیل دعا دی جائے۔

اللّٰهُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِي وَاسْقِ مَنْ سَقَانِي

مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث:1256

ترجمہ: اے اللہ! جس نے مجھے کھانا کھلایا آپ اس کو کھلائیے، اور جس نے مجھے پلایا آپ اس کو پلائیے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 27 ستمبر، 2021ء

ہجرت مدینہ منورہ (حصہ اول)

اللہ تعالیٰ کے محب اور محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قلبی قوت دور دور سے لوگوں کو اسلام کی طرف کھینچ رہی تھی انہی میں مدینہ منورہ کے کچھ لوگ بیعت عقبہ کے موقع پر مسلمان ہوئے، مکہ میں اہل اسلام پر مشرکین کے مظالم دیکھے تو ان کے دل بھر آئے چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو اپنے ہاں مدینہ آنے کی دعوت دی۔

ہجرت مدینہ سے متعلق خواب مبارک:

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلِي إِلَى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوْ هَجَرُ فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَثْرِبُ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3622

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ مکہ سے ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جو بکثرت کھجوروں والی ہے۔ پہلے میرا خیال یہ تھا کہ اس سرزمین سے مراد یمامہ یا ہجر کا علاقہ ہو گا لیکن درحقیقت یہ مدینہ منورہ کی بابرکت سرزمین تھی۔

اس خواب کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اللہ رب العزت کی طرف سے مجھے یہ بات بتلائی گئی ہے کہ اہل ایمان کا دار الہجرت یثرب ہو گا لہذا کوئی جانا چاہے تو جا سکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے پہلے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے عازم مدینہ ہوئے۔ عشق بلاخیز کے اس قافلہ سخت

جاں میں وہ بھی تھے جو نادار و غربت کے مارے ہوئے تھے اور وہ بھی تھے جو مکہ میں صاحبِ ثروت، کاروباری اور جائیدادوں کے مالک تھے، مگر اب ان کے مال و متاع، باغات، جائیداد اور سامان تجارت پر مشرکین مکہ نے قبضہ جما لیا تھا، یہ لٹے پٹے لوگ اپنے جسم پر ایک لباس کے علاوہ کسی چیز کے مالک نہ تھے۔

دارالندوہ میں اجلاس:

مشرکین مکہ نے جب یہ دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل محنت سے اللہ تعالیٰ آئے دن اہل اسلام کی تعداد میں اضافہ فرما رہے ہیں، نہ صرف مکہ بلکہ مکہ سے باہر دوسرے شہروں سے بھی لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کا ایک وفد یثرب (مدینہ منورہ) پہنچ کر تبلیغ اسلام کے فریضے کو دل و جان سے نبھا رہے ہیں اور اس کے مثبت اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور مدینہ کے لوگوں کی دعوت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عنقریب مدینہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس ساری صورتحال پر غور و فکر کرنے اور اس کا کوئی حل نکالنے کے لیے دارالندوہ جو کہ درحقیقت قصی بن کلاب کا مکان تھا، وہاں ایک اہم اجلاس رکھا۔ اس میں درج ذیل افراد شامل تھے:

ابولہب بن عبد المطلب، ابوجہل عمرو بن ہشام، ابوسفیان بن حرب، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، امیہ بن خلف، منبہ بن حجاج، نضر بن حارث، حکیم بن حزام، ابوالبختری، جبیر بن مطعم، حارث بن عامر، زمعہ بن اسود اور طعیمہ بن عدی۔

شرکاء اجلاس کی آراء:

شرکاء میں سے ایک نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ تم لوگ اس بات کو کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت کے افراد دن بدن بڑھ رہے ہیں، مکہ کے علاوہ عرب کے دوسرے علاقوں کے لوگ بھی ان کی دعوت پر لبیک کہہ رہے ہیں۔ اس ترقی کا لازمی نتیجہ یہی ہو گا کہ یہ لوگ کسی دن ہمارے اوپر

غلبہ پا کر ہمارے آبائی دین کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے اور انتقامی کارروائی کرتے ہوئے ہمیں مار ڈالیں گے۔ اس لیے کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جائے تاکہ ہمیں کل کوئی برا دن نہ دیکھنا پڑے۔ یہ یقینی بات ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عروج ہمارے زوال کو مستلزم ہے۔

دوسرے نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قید کر لیا جائے اور ان پر پہرہ دیا جائے اور ان سے وہی سلوک کیا جائے جو ماضی میں شعراء (زُہیر اور نابغہ) کے ساتھ کیا گیا تھا۔ قید ہی کی حالت میں ان کا دَم نکل جائے۔

تیسرے نے کہا: یہ تدبیر ٹھیک نہیں اس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب اور محبین ہر طرف سے جمع ہوں گے اور ہم پر حملہ کر دیں گے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھڑا لے جائیں گے۔

چوتھے نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیس نکالا دیا جائے اس کے لیے جلا وطنی کی سزا کافی رہے گی۔ اس کے بعد ہمیں ہر طرح سے چین اور اطمینان ملے گا اور جو لوگ اس کا کلمہ پڑھ چکے ہیں وہ بھی دوبارہ ہمارے پاس کر مل جائیں گے۔

پانچویں نے کہا: یہ رائے پہلی رائے سے زیادہ کمزور ہے۔ کیا تمہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حسن اخلاق اور خوش کلامی کا اندازہ نہیں ہے جس سے ایک مرتبہ بات کر لیتے ہیں اسے اپنا بنا لیتے ہیں۔ اگر ان کو نکالا گیا تو وہ اپنی خوش کلامی کے زور سے دوسرے قبائل کو اپنا اطاعت گزار بنالیں اور انہیں اپنے ساتھ لے کر تم پر حملہ کریں گے اور اپنے گھوڑوں کی سموں سے تمہارا ایسا حال کریں گے کہ تمہارا نام و نشان بھی مٹ جائے گا۔ اس لیے کوئی ایسی تدبیر ہونی چاہیے جو ہر لحاظ سے کارگر اور کامیاب ہو۔

ابو جہل کا مشورہ:

ابو جہل نے کہا: اے سرداران قریش! میرے دماغ میں ایک ایسی تدبیر آ

رہی ہے جو کسی اور کو نہ سوجھی ہوگی میری رائے میں اس سے بہتر تدبیر عملاً ممکن ہی نہیں۔ اتنی بات کہہ کر ابو جہل نے توقف کیا تو باقی لوگ اس سے کہنے لگے: اے ابو الحکم !وہ تدبیر اور تجویز جلدی بتاؤ!ابو جہل نے کہا: ہم تمام قبائل قریش میں سے ایک ایک شخص کا انتخاب کریں اور جس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رات کو سورہے ہوں رات کی تاریکی میں ان کے مکان کا محاصرہ کریں، جب وہ صبح نماز فجر کے لیے گھر سے نکلیں گے تو تمام لوگ ان پر اکٹھا حملہ کریں۔ اسی میں ان کا کام تمام کر دیں۔ قبیلہ بنوہاشم تمام قبائل سے لڑ کر انتقام نہیں لے سکے گا اور آخر کار خون بہا لینے پر راضی ہو جائے گا اور ہم آسانی سے خون بہا ادا کر کے اپنی جان چھڑا لیں گے۔

یہی وہ صورت ہے جس کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نجات مل سکتی ہے۔اس تجویز کو سب لوگوں نے سراہا اور اس پر اتفاق کیا۔

ہجرت کا حکم:

مشرکین مکہ کے اس گھناؤنے فیصلے سے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ کو (بحکم خدا) مطلع کیا کہ آج ہی رات آپ یہاں سے یثرب کی طرف روانہ ہوں اور خواجہ عبدالمطلب کی بھتیجی رفیقہ بنت صیفی رضی اللہ عنہا نے بھی اس اجلاس اور اس میں ہونے والی مشاورت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خواب کے ذریعے ہجرت کا حکم مل چکا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنے صحابہ واہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو وقتاً فوقتاً مدینہ منورہ بھیجا تاکہ سب کے اکٹھے جانے سے کوئی پریشانی نہ ہو۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت فرمائی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف آوری:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت (گرمی سے بچاؤ کے لیے) سر پر چادر

ڈالے ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لکڑی کے ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مانگی تو تخت سے اتر کر کھڑے ہو گئے اور عرض کی کہ تشریف لائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اہم مشورہ کرنا ہے لوگوں کو ہٹا دو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے گھر والوں کے علاوہ کوئی نہیں ہیں آپ بے فکر ہو کر ارشاد فرمائیں۔

ہم ساتھ چلیں گے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اب مجھے بھی ہجرت کرنے کا حکم مل چکا ہے اور میں نے آج ہی رات یثرب جانا ہے۔“ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا مجھے بھی ساتھ چلنے کی سعادت نصیب ہو گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ میرے ساتھ ہی چلیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خوشی سے رو پڑے۔

خوشی کے آنسو:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سے پہلے مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ خوشی کے بھی آنسو ہوتے ہیں۔ اپنے والد کو خوشی سے اشک بار ہوتا ہوا دیکھا تو اس بات کا یقین ہوا کہ خوشی کے بھی آنسو ہوتے ہیں۔

سفر کی تیاریاں:

حضرت عائشہ اور آپ کی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہما سامانِ سفر تیار کرنے میں مصروف ہو گئیں۔ ایک برتن میں کھانا دوسرے میں پانی رکھا۔ اب دونوں کو ایک جگہ اکٹھا باندھنے کے لیے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو جب کوئی چیز نہ ملی تو

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عرض کی: ابو جان! کھانے اور پانی کے برتنوں کو اکٹھے باندھنے کے لیے مجھے اپنے نِطاق کے علاوہ کوئی چیز نہیں مل رہی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نِطاق کے دو ٹکڑے کر دو اور اس میں اس کو اچھی طرح باندھ دو! حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے نِطاق کو لمبائی میں چیرا اور اس کے دو حصے کر دیے ایک سے پانی کا برتن جبکہ دوسرے سے کھانے کے برتن کو اچھی طرح باندھ دیا۔ اسی دن سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا لقب ذات النِطاقَین پڑ گیا۔

فائدہ: نِطاق عربی زبان میں کمر بند کو کہتے ہیں۔ جسے عرب کی خواتین اپنی کمر میں مضبوطی سے باندھتی تھیں تا کہ تہبند وغیرہ ڈھیلا نہ ہو۔

امانتوں کی واپسی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: علی میں آج رات ہجرت کر کے جا رہا ہوں آپ فی الحال یہیں رکو لوگوں کی امانتیں میرے پاس رکھی ہوئی ہیں جب یہ امانتیں لوگوں کو واپس پہنچا دو تو پھر میرے پاس یثرب آ جانا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ:

عشاء کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے حضرت جبرئیل امین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: ”آج کی رات آپ اپنے بستر پر معمول کے مطابق آرام نہ فرمائیں۔“

محاصرین کی جماعت:

باہر دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے پر جمع ہوئے۔ محاصرہ کرنے والی جماعت کے افراد یہ تھے: ابوجہل عمرو بن ہشام، ابولہب بن عبد المطلب، عقبہ بن ابی معیط، ابی بن خلف، امیہ بن خلف، نضر بن حارث، ابن غیطلہ،

زمعہ بن اسود، طُعیمہ بن عدی، منبہ بن حجاج اور حکم بن ابو العاص۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: علی! آپ میری سبز رنگ کی حضرمی چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاؤ اور اطمینان رکھو کہ تمہیں دشمنوں کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چادر اوڑھ کر گھر کے صحن میں بستر پر سو گئے۔

محاصرین گھر میں نہیں گھسے:

محاصرین رات بھر دروازے کے باہر جمع رہے لیکن گھر میں نہ گھسے اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب میں یہ بات انتہائی معیوب سمجھی جاتی تھی کہ گھر والوں کی اجازت کے بغیر کوئی شخص گھر میں گھس آئے اس لیے رات بھر باہر کھڑے رہے لیکن اندر نہیں آئے۔

محاصرین کی آنکھوں میں خاک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نکلے اس وقت ابو جہل محاصرین کی جماعت کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتا ہے: ”اگر تم لوگ مجھ پر ایمان لے آؤ تو تم عرب و عجم کے مالک بن جاؤ گے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے اور تمہیں ایسے ایسے باغات ملیں گے۔ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہ لائے تو مار دیے جاؤ گے، مرنے کے بعد زندہ کیے جاؤ گے اور تمہیں جہنم کی آگ کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کہ یہ بات سن کر فرمایا کہ ہاں میں یہ بھی کہتا ہوں کہ جو لوگ جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے ان میں تو بھی شامل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مٹی کو اپنی مٹھی میں لیا اور سورۃ یٰس کی ابتدائی چند

آیات تلاوت فرمائیں وہ مٹی ہوا میں اڑا دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مٹی کی وجہ سے ان لوگوں کی آنکھوں کو (وقتی طور پر) اندھا کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بیچ سے بآسانی تشریف لے گئے۔

مشرکین مکہ نے مذاق سمجھا:

کچھ دیر بعد ایک شخص جو محاصرین کی جماعت میں سے نہیں تھا وہاں سے گزرا اور ان سے پوچھا کہ تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ابھی تمہارے پاس سے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ محاصرین نے دروازے کے کواڑ میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سبز رنگ کی حضرمی چادر اوڑھے ہوئے بستر پر تشریف فرما تھے۔ انہوں نے اس شخص کی بات کو مذاق سمجھا اور آپس میں کہنے لگے: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی چادر اوڑھے سویا ہوا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محاصرین کی ناکہ بندی کو ناکام بناتے ہوئے یہاں سے سیدھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 04 اکتوبر، 2021ء

ہجرت مدینہ منورہ (حصہ دوم)

اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے محاصرہ کو ناکام بناتے ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پہلے ہی سے تیار اور سراپا انتظار تھے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سفری انتظامات:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پہلے سے سفر کے درج ذیل اہم انتظامات کیے:

1: چار ماہ پہلے سے دو خوب صحت مند اونٹ تیار کیے۔

2: اندھیری رات میں رستہ بتانے والے ایک شخص (عبداللہ بن ارقد) کو اجرت پر تیار کیا اور اس سے کہا کہ ٹھیک وقت پر ہمارے پاس یہ اونٹ لے آنا۔

3: اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ ذمہ داری سونپی کہ روزانہ رات کے وقت ہمیں قریش کی باتوں اور چہ میگوئیوں کی اطلاع دینا۔

4: اپنی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو کھانا پہنچانے کی ذمہ داری سونپی۔

5: اپنے آزاد کردہ غلام حضرت عامر بن فُہَیرہ رضی اللہ عنہ جو آپ کی بکریاں بھی چرایا کرتے تھے ان کو حکم دیا کہ دن بھر بکریوں کو چرا کر رات کو ہمارے پاس غار میں لے آنا تاکہ ہم ان کا دودھ پی سکیں۔

گھر سے روانگی:

یکم ربیع الاول جمعرات تھی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب گھر سے نکلنے لگے تو اس وقت گھر میں موجود جتنی رقم تھی سب اپنے ساتھ رکھ لی۔ آپ کے والد ابو قحافہ عثمان نابینا تھے اور کافی بوڑھے تھے اور ابھی تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی پوتی سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے کہا: بیٹی! میرا خیال ہے کہ

تمہارا والد تمہیں دوہری تکلیف میں ڈال گیا ہے خود بھی چلا گیا اور گزر بسر کے لیے جمع پونجی بھی اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کی تسلی کے لیے فرمایا کہ دادا جان! وہ ہمارے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ ابو قحافہ نے کہا کہ کہاں ہے؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے چند پتھر لے کر اس گھڑے میں ڈال دیے جس میں دراہم و دینار جمع ہوتے تھے اور ان کے اوپر ایک کپڑا رکھ دیا اور دادا کا ہاتھ پکڑ کر اس گھڑے پر رکھ دیا۔ ابو قحافہ ٹٹول کر کہنے لگے: اب اتنی پریشانی نہیں۔

اے مکہ! تو مجھے عزیز ہے لیکن...!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبۃ اللہ کی طرف رخ مبارک کرتے ہوئے فرمایا: اے مکہ! تو مجھے روئے زمین کی آبادی میں سے سب سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے باشندے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے اگر یہ لوگ میرے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتے تو میں یہاں سے کبھی نہ جاتا۔ کسے معلوم تھا آج مکہ کی فضا کئی سال کے لیے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتوں، برکتوں اور ضیاپاشیوں سے محروم ہونے جا رہی ہے۔ اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾

سورۃ محمد، رقم الآیۃ: 13

ترجمہ: اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں کہ جو طاقت میں آپ کی اس بستی سے زیادہ تھیں جس کے رہنے والے لوگوں (مشرکین مکہ) نے آپ کو گھر سے بے گھر کیا۔ ہم نے ان بستیوں کو ہلاک کر دیا اور ان کو کوئی بچانے والا نہ ملا۔

مشرکین مکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر:

دوسرے دن جب قریش کو یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے مکان میں موجود نہیں تو سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے کیونکہ انہیں یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ نبی اور صدیق ہمیشہ ساتھ ساتھ رہتے ہیں (اب تک ساتھ رہتے ہیں اور ہمیشہ کے لیے ساتھ ہی رہیں گے) دروازے پر دستک دی، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا باہر تشریف لائیں۔ ابو جہل نے پوچھا کہ تمہارا باپ کہاں ہے؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ کہیں گئے ہیں لیکن جاتے وقت وہ (ساری تفصیل) بتا کر نہیں جاتے۔ ابو جہل نے غصے کی وجہ سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے چہرے پر تھپڑ مارا۔

مشرکین مکہ کی بدحواسی:

جب یہ یقین ہو گیا کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور نہ ہی ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ تو ہر طرف تلاش شروع کر دی۔ مکہ کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پراسرار عدم موجودگی ان کی حسرت و پریشانیوں میں اضافہ کا باعث بنی۔ حسرت یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاتھ سے بچ نکلے ہیں اور پریشانی یہ کہ اتنے شدید محاصرے سے کیسے نکلے؟

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جذبہ محبت:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مکہ سے جبل ثور کی جانب چلے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کبھی آپ کے آگے آگے چلتے، کبھی پیچھے کی جانب، کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ پوچھی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! جب یہ خدشہ ہوتا ہے کہ کہیں کوئی دشمن سامنے سے آپ پر حملہ نہ کر دے تو دوڑ کر آگے آجاتا ہوں، جب یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کوئی پیچھے سے وار نہ کرے تو پیچھے آجاتا ہوں، جب یہ کھٹکا ہوتا ہے کہ کوئی دائیں جانب سے

کوئی نقصان نہ پہنچائے تو دائیں جانب آجاتا ہوں اور جب یہ خوف ہوتا ہے کہ کوئی بائیں جانب سے آپ کو تکلیف نہ پہنچائے تو بائیں جانب آجاتا ہوں۔

قدمین مبارک پر زخم:

رات کی تاریکی میں پتھریلی زمین پر چلنے کی وجہ سے دونوں (نبی و صدیق) کے پاؤں زخمی ہوگئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھا مبارک زیادہ زخمی ہوا، خون مبارک بہنے لگا جس سے نعلین مبارک بھر گئی۔

کندھوں کی سواری:

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہہ رہا ہے تو رہا نہ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! آپ میرے کندھوں پر سوار ہو جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس جانثار، وفادار کی دل جوئی کے لیے کندھوں پر سوار ہوئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اٹھایا اور غار ثور تک جا پہنچے۔

غار ثور کی صفائی:

جبل ثور میں ایک پرانا غار تھا اور اسی پہاڑ کے نام کی وجہ سے غار کا نام بھی غار ثور پڑ گیا تھا۔ عام طور پر چونکہ لوگ اپنے مکانوں میں رہتے ہیں غاروں میں نہیں رہتے اس لیے وہ مختلف حشرات الارض کا مسکن بنا ہوا تھا۔

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ذُكِرَ عِنْدَهُ أَبُو بَكْرٍ فَبَكَى وَقَالَ: وَدِدْتُّ أَنَّ عَمَلِي كُلَّهُ مِثْلُ عَمَلِهِ يَوْمًا وَاحِدًا مِنْ أَيَّامِهِ وَلَيْلَةً وَاحِدَةً مِنْ لَيَالِيهِ أَمَّا لَيْلَتُهُ فَلَيْلَةٌ سَارَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْغَارِ فَلَمَّا انتهيا إِلَيْهِ قَالَ: وَاللّٰهِ لَا تَدْخُلُهُ حَتَّى أَدْخُلَ قَبْلَكَ فَإِنْ كَانَ فِيهِ شَيْءٌ أَصَابَنِي دُونَكَ فَدَخَلَ فَكَسَحَهُ وَوَجَدَ فِي جَانِبِهِ ثُقْبًا فَشَقَّ إِزَاره وَسَدَّهَا بِهِ وَبَقِي مِنْهَا اثْنَان

فألقمهما رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْخُلْ فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُضِعَ رَأسه فِي حجره وَنَامَ فَلُدِغَ أَبُو بَكْرٍ فِي رِجْلِهِ مِنَ الْجُحر ولم يَتَحَرَّك مَخَافَةَ أَن ينتبه رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَقَطَتْ دُمُوعُهُ عَلَى وَجْهِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَا لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ؟» قَالَ: لُدِغْتُ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي فَتَفَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ مَا يَجِدُهُ ثُمَّ انْتَقَضَ عَلَيْهِ وَكَانَ سَبَبَ مَوْتِهِ... الخ

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث:6034

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ اور فرمانے لگے کہ میری ساری زندگی کے نیک اعمال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک دن اور ایک رات کے اعمال کے برابر ہو جائیں۔ رات تو وہ والی جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت والا سفر کیا اور غار ثور تک پہنچے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل ہونے لگے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آپ کو قسم دے کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! پہلے مجھے داخل ہونے دیجیے تاکہ اگر کوئی موذی (تکلیف دینے والی) چیز موجود ہو تو اس کی تکلیف مجھے پہنچے اور آپ محفوظ رہیں۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں جانے سے رک گئے) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور اس کی اچھی طرح صفائی کی، جہاں سوراخ وغیرہ نظر آئے اپنے چادر کو پھاڑ کر ان سوراخوں کو بند کیا۔ دو سوراخ باقی رہ گئے جس کو بند کرنے کے لیے کوئی چیز نظر نہ آئی تو اپنے پاؤں کی ایڑیاں ان پر رکھ دیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اندر تشریف لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ

عنہ کی درخواست پر ان کی گود میں سر مبارک رکھ آرام فرمانے لگے۔(اتفاق سے ان سوراخوں میں سے ایک سوراخ سانپ کی بِل تھا، سانپ نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایڑی موجود تھی) سانپ نے (باہر نکلنے سے رکاوٹ بننے والی) اس ایڑی کو ڈسا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے درد کی شدت کے باوجود انتہائی صبر وضبط سے کام لیااور ذرہ برابر اپنے جسم کو حرکت نہ دی کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل نہ آئے۔(لیکن وہ معمولی تکلیف نہ تھی بلکہ سانپ کا زہر تھا جو کمال ضبط کے باوجود) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو کی شکل میں بہہ پڑا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے آنسو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر گرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔ پوچھا کہ ابو بکر کیا ہوا؟ عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! سانپ نے ڈس لیا ہے۔(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کہاں ڈنگ مارا ہے ؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جگہ بتائی۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ اپنا مبارک لعاب لگایا سانپ کا زہر اور درد ایک لمبے عرصے کے لیے ختم ہوا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری دنوں میں یہی زہر دوبارہ جسم میں سرایت کر آیااور اسی کے اثر سے شہادت کے بلند مرتبے پر فائز ہوئے۔

فائدہ: امام علی بن محمد ابو الحسن نور الدین ملا علی قاری(المتوفیٰ: 1014ھ) اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :(وَكَانَ) أَيِ: الِانْتِقَاضُ (سَبَبَ مَوْتِهِ). أَيْ فَحَصَلَ لَهُ شَهَادَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ۔

اسی زہر کا دوبارہ سرایت کرنا آپ کی ظاہری موت کا سبب بنا جو کہ در حقیقت اللہ کے راستے میں میں شہادت کا رتبہ ہے۔

مشرکین مکہ غار ثور کے دھانے پر:

دوسری طرف یہ حالات تھے کہ مشرکین مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنے کے لیے دو کام کیے:

1: یہ اعلان کرایا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو زندہ گرفتار کر کے لائے یا قتل کر کے لائے گا اس کو ہر ایک کے بدلے میں سو سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔

2: کھوجیوں کو بلایا گیا جو قدموں کے نشانات کو دیکھ کر چلنے والے کی منزل کا پتہ بتاتے ہیں۔

کھوجی دونوں کے نشانات قدم کو دیکھتے دیکھتے غار ثور کے دھانے تک آ گئے، کہنے لگے کہ قدموں کے نشانات کے اعتبار سے ان کا یہاں تک آنا ثابت ہوتا ہے۔ آپ کو جن لوگوں کی تلاش ہے وہ یہیں کہیں موجود ہیں مشرکین پہاڑ پر چڑھ کر ہر طرف متلاشیانہ نگاہوں سے دیکھنے لگے اور بالکل غار کے دھانے پر کھڑے ہو گئے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حزن و غم:

ایسے موقع پر فطری طور پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر حزن و غم کی ایک کیفیت طاری ہوئی۔ قرآن کریم کی تصریح (لَا تَحْزَنْ) کے مطابق یہ کیفیت حزن و غم والی ہے خوف والی نہیں۔ یعنی اپنی ذات کا غم نہیں بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غم تھا۔ اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کو تسلی کے لیے یہ نہیں کہا کہ خوف نہ کرو بلکہ فرمایا کہ غم نہ کرو۔

فائدہ: خوف اور حزن میں بنیادی فرق یہ ہے کہ خوف کا تعلق اپنی ذات سے ہوتا ہے جبکہ حزن کا تعلق دوسرے کی ذات سے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینکا اور وہ اللہ کے حکم سے اژدھا بن گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے اپنی ذات کے بارے میں خوف ہوا کہ کہیں مجھے نقصان نہ پہنچائے۔ اس لیے اس موقع پر اللہ رب العزت نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ۔

اے موسیٰ! اس کو پکڑیں اور (اپنی ذات کے نقصان کا) خوف نہ کریں۔

اور یہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ابو بکر! آپ میرا غم نہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی تسلی:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر میں مارا گیا تو اس کا اثر میری ذات اور خاندان تک محدود رہے گا لیکن خدانخواستہ اگر آپ کو کوئی آنچ آئی تو ساری امت تباہ ہو جائے گی اور مشکل سے دنیا میں اللہ کا نام لینے والا کوئی بچے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہر طرح کی تسلی دی۔

حفاظت کا خدائی بندوبست:

اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا بندوبست یوں فرمایا کہ مکڑی کو حکم دیا کہ غار کے منہ پر جالا بُن دے۔ اس نے آکر جالا بُن دیا اور جنگلی کبوتروں کی جوڑی کو حکم دیا کہ وہاں اپنا گھونسلہ بنائے انہوں نے وہاں گھونسلہ بنایا اور کبوتری انڈے دے کر ان پر بیٹھ گئی۔

فرشتوں نے پروں سے چھپالیا:

کھوجیوں میں سے کرز بن علقمہ نے کہا کہ قدموں کے نشانات اس غار تک جاتے ہیں لہٰذا ہمیں اس میں دیکھ لینا چاہیے اس پر امیہ بن خلف نے کہا کہ وہ لوگ یہاں کسی صورت موجود نہیں کیونکہ اگر کوئی آدمی غار میں جاتا تو مکڑی کا جالا ٹوٹ جانا تھا اور جنگلی کبوتر بھی ان لوگوں کے داخل ہونے کی وجہ سے یہاں سے اڑ جاتا۔ لیکن انہی میں سے ایک شخص آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر غار میں دیکھنے لگا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ایک شخص ہماری طرف گھور گھور کر دیکھ رہا ہے۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہمیں کسی صورت نہیں دیکھ سکتا فرشتوں نے اپنے پروں سے ہمیں چھپا رکھا ہے۔ بالآخر یہ لوگ ناکام و نامراد واپس لوٹے۔

تین دن غار ثور میں:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تین دن تک غار ثور میں روپوش رہے۔ تین دن بعد غار سے نکلے اور آگے کی طرف سفر شروع کیا۔ گھر سے نکلتے وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جو انتظامات کر کے آئے تھے وہ بخوبی پورے ہوتے رہے۔

آپ کے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہ دن بھر قریشیوں کے منصوبے سنتے اور رات کو غار ثور میں جا کر ان کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کر دیتے۔ رات وہیں غار میں گزارتے اور طلوع فجر سے پہلے پہلے مکہ واپس آجاتے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا رات کو کھانا پہنچاتیں اور طلوع فجر سے پہلے پہلے واپس لوٹ آتیں۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ شام کے وقت بکریوں کو غار تک لے جاتے اور ضرورت کے مطابق انہیں دودھ دوہ کر دے آتے۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 11 اکتوبر، 2021ء

ہجرتِ مدینہ منورہ (حصہ سوم)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور محبوب کے محبوب رضی اللہ عنہ کی حفاظت کا خدائی انتظام ایسا تھا کہ بتوں کے پجاری بے بس ہوگئے۔ اس موقع پر اسباب کو اختیار کرنے کی تعلیم بھی امت کو دی گئی۔

غار ثور سے ساحل سمندر کے راستے:

تین دن بعد عبد اللہ بن ارقد بھی دو اونٹنیاں لے کر آ گیا جس کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اجرت پر آمادہ کرکے اس بات کے لیے تیار کیا تھا کہ وہ آپ کو ایک محفوظ راستے سے یثرب لے جائے گا۔ جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آگے کی طرف سفر کرنا تھا اس دن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے دو تین دن کا کھانا تیار کرکے پہنچایا۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی یثرب جانے کے لیے ساتھ ہوگئے۔ ایک اونٹنی پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سوار ہوئے جبکہ دوسری اونٹنی پر حضرت عامر بن فہیرہ اور عبد اللہ بن ارقد سوار ہوئے۔ عبد اللہ بن ارقد نے عام معروف اور سیدھا راستہ چھوڑ کر ساحل سمندر والا راستہ لیا اور یثرب کی جانب روانہ ہوئے۔

خدمت نبوی کا جذبہ صدیقی:

طویل مسافت طے کرنے کے بعد ایک جگہ بڑا پتھر دکھائی دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کے گرد اپنے ہاتھوں سے صفائی کی، اپنا کپڑا بچھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی یا رسول اللہ! تشریف لائیں اور آرام فرمائیں، میں پہرہ دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سو گئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چاروں طرف نظر دوڑائی کہ کہیں کوئی

چرواہا ملے اس سے دودھ لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ایک چرواہا نظر آیا، آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ (کو اپنے مالک کی طرف سے اس کی اجازت ہے کہ مسافروں کو دودھ) پلا سکتے ہو؟

اس نے جواب دیا کہ جی بالکل! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک برتن تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی نوش فرماتے اور اس سے وضو فرماتے تھے۔ اسی برتن میں دودھ دوہا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں اس لیے جگانا مناسب نہیں سمجھا بلکہ خود بھی سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو اس دودھ میں ٹھنڈا پانی ملا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش جاں فرمایا۔ اور زوال کے بعد وہاں سے آگے کی طرف روانہ ہوئے۔

قریشیوں کا بنو مدلج سے رابطہ:

قریشی لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ہر طرف مارے مارے پھر رہے تھے اور دیگر قبائل کے لوگوں کو انعام کا لالچ دے کر اس تلاش میں اپنے ساتھ ملا رہے تھے۔ اسی سلسلے میں انہوں نے قبیلہ بنو مدلج کے ایک شہسوار سُراقہ بن مالک مدلجی سے بھی رابطہ کیا۔

سُراقہ بن مالک بن جُعشم مدلجی کا مطلع ہونا:

بنو مدلج کی ایک مجلس میں سُراقہ بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے آکر ان سے کہا: میں ابھی ساحل سمندر کی طرف سے آرہا ہوں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہاں کچھ لوگ جارہے تھے میرا خیال یہی ہے کہ وہ وہی لوگ ہیں جن کی آپ کو تلاش ہے۔ سُراقہ کو اس کی بات کا یقین ہو گیا لیکن انعام کے حصول کی لالچ میں وقتی طور پر اس کی بات کی تردید کی اور کہا کہ نہیں وہ لوگ یہاں نہیں ہو سکتے۔ آپ نے فلاں فلاں

شخص کو دیکھا ہو گا جو ابھی ہمارے سامنے سے بھی گزرے ہیں۔

سُراقہ بن مالک بن جُعشم مدلجی کا پیچھا کرنا:

اس کے بعد کسی بہانے سے مجلس سے اٹھے، نیزہ سنبھالا، لونڈی سے کہا کہ میرا گھوڑا اور تیر و ترکش فلاں جگہ تک لے آؤ! لونڈی وہاں پہنچی گھوڑا اور تیر و ترکش حوالے کیا۔ سُراقہ سوار ہوئے اور تھوڑی ہی دیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جا پہنچا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سُراقہ کو دیکھ کر خدمت اقدس میں عرض کی: يَارَسُولَ اللهِ أُتِينَا ۔ فَقَالَ: لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 7624

ترجمہ: یارسول اللہ! پکڑے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! آپ میرے بارے میں غمزدہ نہ ہوں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

سُراقہ کا گھوڑے سے گرنا:

سُراقہ کا گھوڑا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی سُراقہ نیچے گر پڑے ان کے سنبھلتے سنبھلتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ آگے نکل گئے۔ سُراقہ اٹھا، گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے دوڑاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ پہنچا۔

الٰہی! ہمیں اس کے شر سے بچا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو ٹھہرایا اور سُراقہ کی طرف دیکھ کر اللہ سے دعا مانگی: اے اللہ! ہمیں اس کے شر سے بچا! اسی وقت سُراقہ کے گھوڑے کے چاروں پاؤں زمین میں دھنس گئے اور سُراقہ ایک بار پھر زمین پر گر پڑا۔ گھوڑے کو زمین سے نکالنے کی بہت کوشش کی لیکن بے سود۔

سُراقہ کی یقین دہانی:

بالآخر مایوس ہو کر کہنے لگا میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ کی دعا کی وجہ سے میرا گھوڑا زمین میں دھنس گیا ہے۔ آپ دعا کریں کہ گھوڑا زمین سے نکل آئے میں قسم اٹھا کر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی گھوڑا زمین سے صحیح سالم باہر نکل آیا۔

سُراقہ کی گفتگو:

اب سُراقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: میں سُراقہ بن جُعشم ہوں اور آپ کی خدمت میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں، میں اس بات کا آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں خود بھی واپس چلا جاؤں گا اور جو شخص کی آپ کی تلاش میں ادھر آتا دکھائی دے گا اسے بھی واپس بھیج دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس سے پوچھو کیا چاہتا ہے؟ سُراقہ نے عرض کی: آپ کی ایک نشانی بطور امان نامہ کے چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کو میری طرف سے لکھ دو۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک ہڈی / ٹھیکری یا کاغذ پر ایک تحریر لکھ دی۔ سُراقہ نے اس تحریر کو اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ پھر کہنے لگا: قریش نے آپ کی گرفتاری (یا قتل) کے لیے سو سو اونٹوں کا انعام مقرر کر رکھا ہے۔ اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ میرا سامان بطور ہدیہ کے قبول فرمائیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہ فرمایا بس یہ فرمایا کہ آپ ہماری اطلاع کسی کو نہ دینا۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ

وَهٰذِهِ كِنَانَتِي فَخُذْ سَهْمًا مِنْهَا فَإِنَّكَ سَتَمُرُّ عَلٰى إِبِلِي وَغِلْمَانِي بِمَكَانِ كَذَا وَ كَذَا فَخُذْ مِنْهَا حَاجَتَكَ۔ قَالَ: لَا حَاجَةَ لِي فِي إِبِلِكَ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:7625

ترجمہ: سُراقہ کہنے لگا: یہ میرا ترکش ہے اس سے ایک تیر (بطور نشانی) کے لے لیں آگے آپ کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہو گا کہ جہاں میرے غلام میرے اونٹ چرا رہے ہوں گے، آپ اپنی ضرورت کے مطابق ان سے جو لینا چاہیں لے لینا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔

سُراقہ بن مالک بن جُعشم کا اسلام:

جس سال مکہ فتح ہوا تو جعرّانہ مقام پر سراقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ملے اور وہی نشانی ان کے ہاتھ میں تھی جو ہجرت کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لکھ کر دی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ رضی اللہ عنہ

سُراقہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن:

جس وقت سُراقہ بن مالک بن جُعشم رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: سُراقہ! اس وقت آپ کا کیا حال ہو گا جب کِسریٰ (شاہ ایران) کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں ہوں گے۔ اور پھر وہ وقت بھی آیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدائن فتح ہوا اور کسریٰ کا خزانہ اہل اسلام کے ہاتھ آیا۔ کسریٰ کے ملبوسات امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سُراقہ بن مالک بن جُعشم رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کسریٰ کا تاج ان کے سر پر رکھا، اس کے کنگن ہاتھوں میں پہنائے اور کسریٰ کا کمر بند آپ کی کمر میں باندھا۔

عاتکہ بنت خالد خُزاعیّہ (ام معبد) کے گھر:

مدینے کے راستے میں عاتکہ بنت خالد خزاعیہ (رضی اللہ عنہا) کا گھر تھا جو ام

معبد کی کنیت سے معروف تھیں۔ یہ خاتون مسافروں کی خدمت گزاری کے حوالے سے بہت مشہور تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر انہی کے گھر کے قریب سے ہوا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس امید پر کہ ان سے کھانے کی کوئی چیز مل جائے گی ان کے گھر پر پہنچے لیکن اتفاق سے کوئی چیز نہ ملی۔ البتہ قریب ایک دبلی اور کمزور بکری بندھی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس بکری کا دودھ دوہ لیں؟

ام معبد نے جواب دیا اگر یہ دودھ دیتی ہوتی تو اب تک میں خود آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کر دیتی، دودھ دینا تو کجا یہ اتنی لاغر اور کمزور ہے کہ چرنے کے لیے ریوڑ کے ساتھ جنگل تک نہیں جا سکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بکری جیسی بھی ہے آپ صرف دودھ دوہنے کی اجازت دیں! ام معبد نے کہا: میری طرف سے اجازت ہے لیکن یہ دودھ دے گی نہیں۔

بکری کے دودھ سے مٹکے بھر گئے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لے کر بکری کے تھنوں پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا تو وہ دودھ سے بھر گئے اور بکری ٹانگیں پھیلا کر دودھ دینے کے لیے تیار ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دوہنا شروع کیا، ایک بڑا مٹکا دودھ سے بھر گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اُمِّ مَعْبَد کو پلایا، اس کے بعد باقی جو مسافر وہاں موجود تھے انہیں پلایا اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سمیت نوش جاں فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ دوہا اور مٹکے کو دودھ سے بھر کر ام معبد کے حوالے کیا اور آگے کی جانب روانہ ہوئے۔

ابو معبد اور ام معبد کا قبول اسلام:

شام کو ابو معبد گھر پہنچے، ام معبد نے دودھ پیش کیا وہ حیرت سے پوچھنے لگا کہ

یہ کہاں سے آیا؟ ام معبد نے عرض کی کہ ایک مسافر عزیز کی برکت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کر کے سارا واقعہ سنایا۔ ابو معبد ساری بات سننے کے بعد کہنے لگے: یہ تو وہی ہیں جن کی مکہ کے قریشیوں کو تلاش ہے۔ کچھ دن بعد دونوں میاں بیوی مدینہ منورہ آئے، اسلام قبول کر کے دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔ رضی اللہ عنہما

چرواہے کا قبول اسلام:

اسی سفر میں اس طرح کا ایک اور واقعہ بھی پیش آیا، ایک چرواہے سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دودھ دینے کو کہا، اس نے کہا کہ کوئی بکری بھی دودھ دینے کے قابل نہیں اور ایک بکری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، یہ موسم سرما میں گابھن ہوئی تھی کچھ دنوں بعد اس کا حمل گر گیا اب یہ بھی دودھ نہیں دیتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی ہمیں دو! وہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا آپ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگی تو اس کے تھن فوراً دودھ سے بھر گئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ چرواہے کا برتن اٹھا کر لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دوہنا شروع کیا، سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پلایا، پھر چرواہے کو پھر حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو پھر عبد اللہ بن ارقد کو اور آخر میں خود نوش جاں فرمایا۔ یہ کرشمہ دیکھ کر چرواہے نے اسلام قبول کر لیا۔ رضی اللہ عنہ

زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ سے ملاقات:

راستے میں حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی جو ہجرت نبوی سے پہلے ایک تجارتی سفر پر ملک شام گئے ہوئے تھے وہ شام سے مال تجارت لے کر واپس مکہ جا رہے تھے کہ آپس میں ملاقات ہوگئی، حضرت زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کی خدمت میں سفید کپڑے پیش کیے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات:

انہی دنوں میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تجارتی قافلے کے ساتھ شام سے واپس آرہے تھے، ان کی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی انہوں نے ملک شام کے کچھ کپڑے خدمت اقدس میں پیش کیے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! یثرب کے مسلمان آپ کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے کی طرف روانہ ہوئے۔

غار ثور سے قباء تک:

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق عبد اللہ بن ارقد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے عُسفان، وہاں سے ساحل سمندر، وہاں سے قدید، وہاں سے خرّار، وہاں سے مُرّہ، وہاں سے عمق، وہاں سے روحاء، وہاں سے مُدلجہ، وہاں سے عرج، وہاں سے غابر، وہاں سے بطن رئم اور وہاں سے مدینہ سے باہر بنو عمرو بن عوف کی آبادی یعنی قباء تک پہنچایا۔ آج کل ان میں سے اکثر مقامات کے نام یہ ختم ہو چکے ہیں یا پھر وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ تبدیل ہو چکے ہیں۔

قباء میں آمد:

بارہ ربیع الاول بروز پیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ دنوں کی طویل مسافت کو طے کر کے غار سے چل کر قباء پہنچے۔ یہاں کئی دنوں سے آپ کا انتظار ہو رہا تھا لوگ صبح صبح گھروں سے نکل کر شہر سے باہر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر دوپہر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے۔ ایک دن ایک یہودی جو اپنے کسی کام کے لیے پہاڑی پر چڑھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے ہوئے دیکھا تو بلند آواز سے قبیلہ عمرو بن عوف کو اطلاع دی کہ وہ آگئے ہیں جن کا انتظار تھا۔

زائرین کا ہجوم:

رُخِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فوراً آگے بڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب خادم کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ خِلقی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کے عکس کامل تھے اس لیے لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو رسول خیال کرتے ہوئے سلام اور ملاقات کرتے رہے۔ تھوڑی دیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب دھوپ آنا شروع ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ نبی کون ہے اور صدیق کون ہے؟

قباء میں قیام گاہ:

قباء میں آپ انصار کے قبیلہ عمرو بن عوف کی شاخ بنو عبید کے ایک عمر رسیدہ شخص کلثوم بن ھدم کے مکان پر ٹھہرے۔ لوگوں سے ملاقات کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی رات کو کلثوم بن ھدم کے مکان پر آرام فرماتے۔

مسجد قباء کی تعمیر:

اسی مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، اپنے میزبان حضرت کلثوم بن ھدم رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں تذکرہ فرمایا۔ آج جس جگہ مسجد قباء بنی ہوئی ہے یہ حضرت کلثوم بن ھدم رضی اللہ عنہ کا مربد تھا۔ یعنی ایسی جگہ جہاں کھجوروں کو خشک کر کے چھوارے بنائے جاتے ہیں۔ حضرت کلثوم بن

ھدم رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں اپنا مربد مسجد کی تعمیر کے لیے وقف کرتا ہوں، قبول فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کی بنیاد رکھی۔ تعمیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خود شریک رہے، بھاری بھاری پتھر اٹھاتے۔ تاریخ اسلام کی سب سے پہلی مسجد؛ مسجد قباء ہے۔ مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام نزول اسلام سے پہلے تعمیر ہو چکی تھی۔

مسجد قباء کی فضیلت:

عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ، ثُمَّ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءٍ، فَصَلَّى فِيهِ صَلَاةً كَانَ لَهُ كَأَجْرِ عُمْرَةٍ۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:1412

ترجمہ: حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد قبا میں آکر نماز پڑھتا ہے تو اسے اس نماز کے بدلے عمرہ کا اجر ملتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِيًا وَرَاكِبًا وَكَانَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَفْعَلُهُ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:1193

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے کے دن کبھی سوار ہو کر اور کبھی پیدل تشریف لا کر مسجد قباء میں (نماز پڑھنے کے لیے) تشریف لایا کرتے تھے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا بھی یہی معمول تھا۔

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ولادت:

قباء میں قیام کے دوران حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لے

آ ئے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بھی تشریف لائیں۔ انہی دنوں میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ مہاجرین مدینہ میں سب سے پہلی ولادت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور چبا کر ان کے منہ میں ڈالی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قباء میں دو ہفتے قیام فرمایا دو ہفتوں کے بعد اپنی اونٹنی قصویٰ منگوائی اپنے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سوار کیا اور یثرب کی جانب روانہ ہوئے۔

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 18 اکتوبر، 2021ء

ہجرتِ مدینہ منورہ (حصہ چہارم)

اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں مکہ مکرمہ سے قباء تک باحفاظت لے آئے اور اب قباء سے مدینہ منورہ کی طرف کا سفر تھا۔

بنو سالم کے محلہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنوبی جانب سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لیے پورا شہر امڈ آیا۔ محلہ بنو سالم سے لے کر تین چار میل تک دوری تک تمام لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے صفیں باندھے موجود تھے۔

مدینہ منورہ میں تشریف آوری کا روح پرور منظر:

فِي رِوَايَةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَجَاءٍ فَخَرَجَ النَّاسُ حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فِي الطُّرُقِ وَعَلَى الْبُيُوتِ وَالْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ جَاءَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ۔ اَللهُ أَكْبَرُ جَاءَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

فتح الباری، رقم الحدیث:3925

ترجمہ: امام عبد اللہ بن رجاء رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے تو لوگ شوق دیدار میں جن میں چھوٹے بچے اور خدام شامل تھے، گھروں اور دیواروں پر چڑھ آئے اور خوش ہو کر کہہ رہے تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اللہ اکبر۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔

ننھی منی بچیوں کے استقبالیہ اشعار:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ

بِبَعْضِ الْمَدِينَةِ فَإِذَا هُوَ بِجَوَارٍ يَضْرِبْنَ بِدُفِّهِنَّ وَيَتَغَنَّيْنَ وَيَقُلْنَ:

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ

يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَأُحِبُّكُنَّ۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:1899

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ننھی منی بچیاں دُف بجا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال میں یہ اشعار کہہ رہی تھیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ

ہم قبیلہ بنو نجار کی (ننھی منی) بچیاں ہیں

يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہاں آ کر ہمیں ہمسائیگی کا شرف بخشا

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس بات کو اللہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں بھی تمہیں عزیز رکھتا ہوں۔

انصارِ مدینہ کے ایمانی جذبات:

تمام قبائل انصار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں تھے، ہر خاندان کی خواہش تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی کی سعادت اس کے حصے میں آئے، محلہ بنو سالم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز ادا فرما کر اونٹنی پر سوار ہوئے۔

بنو سالم کی خواہش:

بنو سالم میں سے عُتبان بن مالک رضی اللہ عنہ، عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور دیگر معززین نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمارے

پاس تشریف لائیں۔ ہم آپ کی مکمل حفاظت اور خوب خدمت کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو کہ اللہ کے حکم کی پابند ہے اسے جہاں اللہ کا حکم ہو گا وہیں رک کر بیٹھ جائے گی۔

بنو بیاضہ کی خواہش:

بنو بیاضہ کے محلہ میں پہنچے تو زیاد بن لبید اور فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور ان کے خاندان کے لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔ ہم آپ کی مکمل حفاظت اور خوب خدمت کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو کہ اللہ کے حکم کی پابند ہے اسے جہاں اللہ کا حکم ہو گا وہیں رک کر بیٹھ جائے گی۔

بنو ساعدہ کی خواہش:

بنو ساعدہ کے محلے میں تشریف لائے تو حضرت سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو رضی اللہ عنہما خاندان کے معززین کے ساتھ حاضر ہو کر عرض کی: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔ ہم آپ کی مکمل حفاظت اور خوب خدمت کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو کہ اللہ کے حکم کی پابند ہے اسے جہاں اللہ کا حکم ہو گا وہیں رک کر بیٹھ جائے گی۔

بنو نجار کی سعادت:

آخر کار اونٹنی بنو مالک بن نجار کے محلہ میں پہنچ کر ایک مکان کے سامنے بیٹھ گئی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی سے نیچے نہیں اترے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہی کیفیت طاری ہوئی جو وحی کے نازل ہونے کے وقت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ اونٹنی اٹھی، کچھ آگے گئی اور مڑ کر واپس اسی جگہ بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی تھی اور اپنے پچھلے

دونوں پاؤں زمین پر اچھی طرح جما دیے۔اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اترے۔

فائدہ: اونٹنی کا یہ عمل درحقیقت مسجد نبوی کی حد بندی کے لیے تھا چنانچہ اس کے بعد اتنی ہی جگہ میں مسجد کو تعمیر کیا گیا۔

اسی جگہ کے قریب حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہ (جو کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہیں) کا گھر تھا جو دو منزلہ تھا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرجوش استقبال کیا اور آپ کا سامان اتار کر گھر میں رکھا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا نسبی تعلق ایک اہل کتاب عالم سے ہے جو سات سو سال پہلے ایک بادشاہ تبع حمیری کے ساتھ اس جگہ آئے تھے۔

تُبَّعْ حِمْیَرِی کا تعارف:

پہلے یمن کے ہر بادشاہ کو تبع کہا جاتا تھا۔ ذیل میں جن کا واقعہ نقل کیا جارہا ہے ان کا نام اسعد ابو کرب تھا۔اس کا گزر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تقریباً سات سو سال پہلے اس جگہ سے ہوا جہاں آج مدینہ منورہ آباد ہے۔ اس وقت اس کے ساتھ اھل کتاب کے چار سو علماء موجود تھے۔ علماء نے بادشاہ سے عرض کی کہ ہمیں بقیہ زندگی یہیں گزارنے دیں۔ بادشاہ نے اس کی وجہ پوچھی تو علماء نے جواب دیا کہ ہماری کتابوں میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ اس جگہ پر ایک نبی آئیں گے جن کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا۔ وہ اسی سرزمین کی طرف ہجرت کر کے تشریف لائیں گے۔

بادشاہ نے یہ بات سنی تو ان علماء کو یہاں رہنے کی نہ صرف یہ کہ اجازت دی بلکہ ان کے مکانات تعمیر کرائے ، ان کے شادی بیاہ کے بندوبست کیے ، ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو سہولیات بھی دیں۔ خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دو منزلہ ایک خوبصورت مکان تعمیر کرایا تا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر تشریف لائیں تو اسی مکان میں قیام فرمائیں۔ اور انہی

علماء میں سے ایک بڑے عالم کو یہ مکان سپرد کیا۔ اسی عالم کی نسل میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ اور وہی مکان آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس موقع پر تبع نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط لکھا۔ اور ان کی وصیت کے مطابق اس کی یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچادی گئی۔

شاہ یمن تبع حمیری کا خط:

وَأَمَّا الْكِتَابُ فَرَوَى ابْنُ إِسْحَاقَ وَغَيْرُهُ أَنَّهُ كَانَ فِيهِ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي آمَنْتُ بِكَ وَبِكِتَابِكَ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكَ وَأَنَا عَلَى دِينِكَ وَسُنَّتِكَ وَآمَنْتُ بِرَبِّكَ وَرَبِّ كُلِّ شَيْءٍ وَآمَنْتُ بِكُلِّ مَا جَاءَ مِنْ رَبِّكَ مِنْ شَرَائِعِ الْإِسْلَامِ فَإِنْ أدركتك فبها وَنِعْمَتْ وَإِنْ لَمْ أُدْرِكْكَ فَاشْفَعْ لِي وَلَا تَنْسَنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَإِنِّي مِنْ أُمَّتِكَ الْأَوَّلِينَ، وَتَابَعْتُكَ قَبْلَ مَجِيئِكَ، وَأَنَا عَلَى مِلَّتِكَ وَمِلَّةِ أَبِيكَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. ثُمَّ خَتَمَ الْكِتَابَ وَنَقَشَ عَلَيْهِ: لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ. وَكَتَبَ عُنْوَانَهُ: إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ نَبِيِّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَرَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ تُبَّعٍ الْأَوَّلِ۔

البحر المحیط فی التفسیر لابی حیان اثیر الدین الاندلسی، تحت سورۃ الدخان

ترجمہ: امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے تبع حمیری کے خط کے مضمون کو روایت کرتے ہیں۔ اللہ کی حمد و ثناء کے بعد! (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی ذات اور نبوت پر ایمان لاتا ہوں، اور اس کتاب (قرآن کریم) پر بھی ایمان لاتا ہوں جو آپ پر نازل کی جائے گی۔ آپ کے دین اور آپ کی سنت کا متبع ہوں گا آپ کے رب پر جو کہ ہر چیز کا رب ہے ایمان لاتا ہوں اور ہر اس چیز (احکام شریعت) کو صدق دل سے مانتا ہوں جو آپ اپنے رب کی طرف سے لائیں گے۔ اگر میں نے اپنی زندگی میں آپ کی بعثت کا زمانہ پالیا تو زہے نصیب! اور اگر نہ پاسکا تو آپ (روز قیامت) میری سفارش فرمایئے

گا اور اس دن میں مجھے بھولیے گا نہیں۔ میں آپ کا وہ امتی ہوں جو آپ کی نبوت پر آپ کے اعلان نبوت سے بھی پہلے ایمان لانے والا ہوں۔ اور آپ کی تشریف آوری سے پہلے آپ کا متبع ہوں۔ میں آپ اور آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہوں۔ اس پر مہر لگائی۔ جس پر للہ الامر من قبل و من بعد لکھا ہوا تھا۔ اور خط کا یہ عنوان درج تھا: محمد بن عبد اللہ جو اللہ کے نبی اور رسول خاتم النبیین اور رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام تبع اول (یمن کے پہلے بادشاہ) کی طرف سے

تبع حمیری کے اشعار:

اسی خط میں تبع نے اپنے ایمانی جذبات کو منظوم کلام میں بیان کیا ہے۔

شَهِدْتُّ عَلٰی أَحْمَدَ أَنَّهُ

میں یقین کے ساتھ اس کی گواہی دیتا ہوں کہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

نَبِیٌّ مِنَ اللهِ بَارِءِ النَّسَمِ

اس اللہ کے نبی ہیں جو تمام جانداروں کو پیدا کرنے والے ہیں

فَلَوْ مُدَّ عُمْرِیْ إِلٰی عُمْرِهِ

اگر میں ان کے زمانے تک زندہ رہا تو

لَکُنْتُ وَزِیْرًا لَهُ وَابْنَ عَمٍّ

میں ان کا ساتھی اور معاون بن کر ساتھ دوں گا

وَجَاهَدْتُّ بِالسَّیْفِ أَعْدَاءَهُ

اور ان کے دشمنوں سے تلوار کے ساتھ جہاد کروں گا

وَفَرَّجْتُ عَنْ صَدْرِهٖ کُلَّ هَمٍّ

اور آپ کے سینے سے ہر غم کو دور کر دوں گا

نوٹ: تبع کے علاوہ یمن کے ایک اور عظیم بادشاہ نے نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔

سبا بن یشحب کا نذرانہ عقیدت:

سبا بن یشحب ملک یمن کا مسلمان بادشاہ گزرا ہے، اس کے اشعار میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

وَیَمْلِكُ بَعْدَ قَحْطَانَ نَبِی

اور (قوم) قحطان کے بعد ایک ایسے نبی مالک ہوں گے

تَقِی خَبْتَة خُیُرُ الْأَنَامِ

جو متقی، شب بیدار اور تمام مخلوق سے بہتر ہوں گے

وسُمِیَ أحْمَدًا یَا لَیْتَ أَنِّی

ان کا نام احمد(صلی اللہ علیہ وسلم) ہو گا اے کاش!میں

أُعَمَّرُ بَعْدَ مَبْعَثه بِعَامِ

ان کی بعثت کے ایک سال بعد تک زندہ رہتا

فأعضُده وأَحبوه بنَصْرِی

تو میں ان کی حفاظت کرتا اور ان کی نصرت کے لیے

بکُل مُدَجّج وبكُل رَامِ

ہر مسلح تیر انداز کو لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا

مَتٰی یَظْهَرْ فَكُونُوْا نَاصریه

(میرا پیغام یہ ہے کہ)جب وہ تشریف لے آئیں تو ان کا ساتھ دینا

وَمَنْ یَلْقَاهُ یُبْلغه سَلامِی

اور جو ان سے ملے تو ان کی خدمت میں میرا سلام پہنچا دے

یثرب کے بجائے مدینۃ الرسول:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اس علاقے کو یثرب کہا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام طیبہ رکھا جبکہ بعض روایات کے مطابق طابہ نام رکھا۔ اب اختصار کی وجہ سے اسے مدینہ / مدینہ منورہ / مدینہ طیبہ کہتے ہیں۔

دو منزلہ مکان میں زمانہ قیام:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے اس مکان پر سات ماہ تک قیام فرمایا۔ چونکہ زائرین اور محبین کا ہجوم ہوتا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں نچلی منزل میں رہوں گا اور آپ اوپر والی منزل میں رہیں۔ اس عرصے میں کوئی ایسا دن اور رات نہیں تھی جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعوت طعام کی درخواست نہ کرتے ہوں۔ اس سارے عرصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ انصاری اور قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کے گھروں سے تیار ہو کر آتا تھا۔

بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان تیار ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں رہنے لگے اور اب تلک اپنے مکان میں جسے روضہ رسول، حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے آرام فرما ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 25 اکتوبر، 2021ء

بُرے جذبات سے بچیں

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب مسلمانوں کو ہر طرح کے نقصانات اور ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔ اگر کبھی کسی پر آزمائش کے طور پریشانیاں یا مصیبتیں آئیں تو اس موقع پر اس سے ہمدردی کا اظہار کرنا چاہیے اس کی پریشانی پر خوشی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔

نقصان پر خوشی کا اظہار نہ کریں:

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيكَ فَيَرْحَمُهُ اللهُ وَيَبْتَلِيكَ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2506

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے (کسی بھی مسلمان) بھائی کے نقصان (مصیبت اور پریشانی) پر خوشی کا اظہار نہ کرو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس پر تو رحمت فرماتے ہوئے ان کی پریشانی کو ختم فرما دیں گے اور تمہیں (اس جرم کی وجہ سے) اس میں مبتلا کر دیں گے۔

ہمارا معاشرتی المیہ:

ہمارا مشترکہ معاشرتی المیہ یہ ہے کہ جن لوگوں سے ہماری ان بن ہو جائے ہم اسے نقصان پہنچانے کی فکر میں رہتے ہیں اگر خود نقصان نہ بھی پہنچا سکیں تو اسے کسی دوسرے کی طرف سے ملنے والے نقصان پر خوش ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں "ٹھیک ہوا"، "اچھا ہوا"، "یہ تھا ہی اسی قابل" اور اس کے دیگر جملے ہماری زبانوں پر آ جاتے ہیں اور اسی چیز سے حدیث مبارک میں منع کیا جا رہا ہے۔

گناہ پر عار دلانے کی سزا:

حَدَّثَنَا صَالِحٌ الْمُرِّيُّ قَالَ : سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ : كُنَّا نُحَدَّثُ أَنَّهُ مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ قَدْ تَابَ إِلَى اللّٰهِ مِنْهُ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ.

کتاب الزھد لاحمد بن حنبل، الرقم:1633

ترجمہ: حضرت صالح المری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ہم یہ بات کیا کرتے تھے کہ جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ جس سے وہ توبہ بھی کر چکا ہو پر عار دلائی تو اللہ تعالیٰ اسے اس گناہ میں مبتلاء کر دیں گے۔

گناہ کی عار دلانا اور گناہ سے عار دلانا:

ایک بات اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ اپنے آپ کو برتر سمجھ کر گناہ گار کو ذلیل کرنے کے لیے اسے "گناہ کی عار" دلانا درست نہیں۔ اس کا ہرگز یہ معنی نہیں کہ سرے سے گناہ سے ہی نفرت نہ دلائی جائے۔ کیونکہ خیر خواہی کے ساتھ "گناہ سے عار" دلانا یہ شریعت میں مقصود ہے۔ مشائخ گناہوں سے عار دلاتے ہیں گناہوں کی عار نہیں دلاتے یعنی وہ گناہ گار کو ذلیل کرنے کے لیے نہیں بلکہ گناہ گار سے گناہ چھڑانے کے لیے کرتے ہیں۔

گھر بیٹھے رسوا کرنے والا عمل:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ سَتَرَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ كَشَفَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ كَشَفَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ حَتّٰى يَفْضَحَهُ بِهَا فِي بَيْتِهِ.

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:2546

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی دوسرے کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ قیامت کے دن اس کے عیوب اور گناہوں کو چھپالیں گے اور جو شخص لوگوں کی پردہ دری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گھر بیٹھے ذلیل اور رسوا کر دیتا ہے۔

قیامت کے دن گناہوں کی پردہ پوشی:

عَنْ مَكْحُولٍ أَنَّ عُقْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ - أَتَى مَسْلَمَةَ بْنَ مُخَلَّدٍ بِمِصْرَ، وَكَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَوَّابِ شَيْءٌ، فَسَمِعَ صَوْتَهُ فَأَذِنَ لَهُ، فَقَالَ: إِنِّي لَمْ آتِكَ زَائِرًا، وَلَكِنِّي جِئْتُكَ لِحَاجَةٍ، أَتَذْكُرُ يَوْمَ - قَالَ عَبَّادٌ، فِي حَدِيثِهِ - قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَلِمَ مِنْ أَخِيهِ سَيِّئَةً فَسَتَرَهَا سَتَرَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ: لِهَذَا جِئْتُ۔

مسند احمد، رقم الحدیث:16960

ترجمہ: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ کے پاس ملنے کے لیے تشریف لے گئے تو مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ کے دربان نے آپ کو اندر جانے سے روک دیا اور آپس میں کچھ باتیں کرنے لگے اندر سے مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ نے یہ صورتحال دیکھی تو اپنے چوکیدار سے کہا کہ انہیں اندر آنے دیں۔ جب حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے میں محض آپ کی زیارت کے لیے نہیں آیا بلکہ مجھے آپ سے ایک کام بھی ہے۔ کیا آپ کو وہ دن یاد ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا "جسے اپنے بھائی کی برائی یا غیر اخلاقی کام کے بارے میں معلوم ہو جائے اور وہ اسے چھپالے یعنی اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرے تو اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔" مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں مجھے آپ علیہ السلام کا یہ فرمان یاد ہے چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں محض اسی

لیے آپ کے پاس حاضر ہوا تھا کہ آپ سے اس کی تصدیق حاصل کر لوں۔

مومن کا عیب چھپانے پر جنت:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرَى مُؤْمِنٌ مِنْ أَخِيهِ عَوْرَةً فَيَسْتُرُهَا عَلَيْهِ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ۔

المعجم الاوسط للطبرانی، الرقم:1480

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے مومن بھائی کے عیوب کو دیکھ کر چھپا لیتا ہے تو اللہ اسے بدلے میں جنت عطا فرمائیں گے۔

دل میں برے جذبات نہ رکھیں:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ: قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بُنَيَّ إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ لَيْسَ فِي قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ لِي: يَا بُنَيَّ وَذَلِكَ مِنْ سُنَّتِي، وَمَنْ أَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ.

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2678

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پیارے! اگر آپ اس طرح سے زندگی گزار سکتے ہیں کہ تیرے دل میں کسی کے بارے میں برے جذبات نہ ہوں تو ایسی ہی زندگی گزار! اس کے بعد فرمایا کہ ایسی زندگی گزارنا ہی میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا حقیقت میں وہی مجھ سے سچی محبت کرنے والا ہے اور جو شخص مجھ سے سچی محبت رکھنے والا ہے وہی میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔

تین دن تک "جنتی" کا اعزاز پانے والے صحابی کا عمل:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَطْلُعُ عَلَيْكُمُ الْآنَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَطَلَعَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ تَنْطِفُ لِحْيَتُهُ مِنْ وُضُوئِهِ قَدْ تَعَلَّقَ نَعْلَيْهِ فِي يَدِهِ الشِّمَالِ فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذَلِكَ فَطَلَعَ ذَلِكَ الرَّجُلُ مِثْلَ الْمَرَّةِ الْأُولَى فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الثَّالِثُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ أَيْضًا فَطَلَعَ ذَلِكَ الرَّجُلُ عَلَى مِثْلِ حَالِهِ الْأُولَى فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبِعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَقَالَ إِنِّي لَاحَيْتُ أَبِي فَأَقْسَمْتُ أَنْ لَا أَدْخُلَ عَلَيْهِ ثَلَاثًا فَإِنْ رَأَيْتَ أَنْ تُؤْوِيَنِي إِلَيْكَ حَتَّى تَمْضِيَ فَعَلْتَ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَنَسٌ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ بَاتَ مَعَهُ تِلْكَ اللَّيَالِي الثَّلَاثَ فَلَمْ يَرَهُ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّهُ إِذَا تَعَارَّ وَتَقَلَّبَ عَلَى فِرَاشِهِ ذَكَرَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَكَبَّرَ حَتَّى يَقُومَ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ قَالَ عَبْدُ اللهِ غَيْرَ أَنِّي لَمْ أَسْمَعْهُ يَقُولُ إِلَّا خَيْرًا۔ فَلَمَّا مَضَتِ الثَّلَاثُ لَيَالٍ وَكِدْتُ أَنْ أَحْتَقِرَ عَمَلَهُ قُلْتُ يَا عَبْدَ اللهِ إِنِّي لَمْ يَكُنْ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي غَضَبٌ وَلَا هَجْرٌ ثَمَّ وَلَكِنْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَكَ ثَلَاثَ مِرَارٍ يَطْلُعُ عَلَيْكُمُ الْآنَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَطَلَعْتَ أَنْتَ الثَّلَاثَ مِرَارٍ فَأَرَدْتُ أَنْ آوِيَ إِلَيْكَ لِأَنْظُرَ مَا عَمَلُكَ فَأَقْتَدِيَ بِهِ فَلَمْ أَرَكَ تَعْمَلُ كَثِيرَ عَمَلٍ فَمَا الَّذِي بَلَغَ بِكَ مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هُوَ إِلَّا مَا رَأَيْتَ قَالَ فَلَمَّا وَلَّيْتُ دَعَانِي فَقَالَ مَا هُوَ إِلَّا مَا رَأَيْتَ غَيْرَ أَنِّي لَا أَجِدُ فِي نَفْسِي لِأَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ غِشًّا وَلَا أَحْسُدُ أَحَدًا عَلَى خَيْرٍ أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهُ۔ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ هَذِهِ الَّتِي بَلَغَتْ بِكَ وَهِيَ الَّتِي لَا نُطِيقُ۔

مسند احمد، رقم الحدیث: 12697

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی آپ کے سامنے ایک جنتی شخص آئے گا چنانچہ ایک انصاری صحابی مجلس میں آئے وضو کرنے کی وجہ سے ان کی داڑھی سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے اور انہوں نے بائیں ہاتھ میں اپنا جوتا تھاما ہوا تھا۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ کل والی بات دہرائی اور وہی انصاری صحابی گزشتہ کل والی حالت میں تشریف لائے۔ تیسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی بات ذکر فرمائی اور وہی انصاری صحابی اسی کیفیت میں مجلس میں تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس سے تشریف لے گئے تو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اس انصاری صحابی کے پیچھے ہو لیے (تاکہ ان کے اس عمل کے بارے معلوم کر سکیں جس عمل کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنتی ہونے کی بشارت دی تھی) اور ان سے کہا کہ میرے کچھ گھریلو حالات ایسے ہیں جن کی وجہ سے میں اپنے گھر کے بجائے تین دن تک آپ کے پاس رہنا چاہتا ہوں اگر آپ مناسب سمجھیں تو اپنے ہاں مجھے رہنے کی اجازت دے دیں۔ انہوں نے اس کی اجازت دے دی۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے تین راتیں ان کے ہاں گزاریں، اور ان کے معمولات کو دیکھتے رہے کہ وہ قیام اللیل کی باقاعدگی نہیں کرتے تھے ہاں رات کو جب کبھی بھی آنکھ کھلتی اور کروٹ بدلتے تو اللہ کا ذکر اور تسبیح بیان کرتے اور فجر تک یہی کیفیت رہتی۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بقول میں نے ان کی زبان سے کلمہ خیر کے سوا کچھ نہیں سنا۔ جب بھی بات فرمائی تو اچھی بات فرمائی۔ جب اسی کیفیت میں تین راتیں گزریں تو میرے دل میں ان کے ان اعمال کے قلیل ہونے کا خیال پیدا ہونے لگا تو میں نے ان سے کہا: میرا گھریلو کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا جس کی وجہ سے میں اپنے گھر نہ رہ سکتا۔ اصل بات یہ تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے مسلسل تین دن تک یہ بات سنتا رہا کہ ایک جنتی شخص آنے والا ہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ارشاد فرمانے کے بعد آپ تشریف لاتے تھے۔ اس لیے میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں کچھ دن آپ کے ساتھ رہوں اور آپ کے معمولات کا قریب سے مشاہدہ کروں اور اس کے بعد خود بھی انہی معمولات کو اپناؤں۔ مگر تعجب ہے کہ میں نے آپ کو کوئی بہت بڑا عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے جنتی ہونے کی بشارت دی۔ اس پر وہ انصاری صحابی فرمانے لگے: میرے معمولات تو بس اتنے ہی ہیں جو تم نے دیکھ لیے۔ ان کی یہ بات سن کر جب عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ واپس ہونے لگے تو اس انصاری صحابی نے انہیں بلایا اور فرمایا: ہاں ایک بات ہے جسے تم آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے تھے اور وہ یہ ہے کہ میں اپنے دل میں کسی مسلمان کے خلاف کینہ نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ نے جس کو جو نعمت عطا فرمائی ہے میں اس پر کبھی حسد نہیں کرتا۔ یہ بات سن کر عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ یہی آپ کی امتیازی خوبی ہے جس کی وجہ سے آپ کو یہ بلند ترین مقام نصیب ہوا ہے۔

عبادت گزار اور گناہ گار کا واقعہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ رَجُلَيْنِ كَانَا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ مُتَحَابَّيْنِ أَحَدُهُمَا مُجْتَهِدٌ فِي الْعِبَادَةِ وَالْآخَرُ يَقُولُ: مُذْنِبٌ فَجَعَلَ يَقُولُ: أَقْصِرْ عَمَّا أَنْتَ فِيهِ فَيَقُولُ: خَلِّنِي وَرَبِّي. حَتّٰى وَجَدَهُ يَوْمًا عَلٰى ذَنْبٍ اسْتَعْظَمَهُ. فَقَالَ: أَقْصِرْ فَقَالَ: خَلِّنِي وَرَبِّي أَبُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيبًا؟ فَقَالَ: وَاللهِ لَا يَغْفِرُ اللهُ لَكَ أَبَدًا وَلَا يُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ فَبَعَثَ اللهُ إِلَيْهِمَا مَلَكًا فَقَبَضَ أَرْوَاحَهُمَا فَاجْتَمَعَا عِنْدَهُ فَقَالَ لِلْمُذْنِبِ: اُدْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي وَقَالَ لِلْآخَرِ: أَتَسْتَطِيعُ أَنْ تَحْظُرَ عَلٰى عَبْدِي رَحْمَتِي؟ فَقَالَ: لَا يَا رَبِّ.

قَالَ: اذْهَبُوا بِهِ إِلَى النَّارِ۔

کتاب الزھد والرقائق لابن المبارک، رقم الحدیث:900

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں دو شخص تھے جو باہمی طور پر محبت کرتے تھے ان میں سے ایک خوب عبادت گزار جبکہ دوسرا گناہ گار تھا۔ عبادت گزار شخص (خود کو برتر سمجھتے ہوئے) گناہ گار کو (گھٹیا اور ذلیل سمجھتے ہوئے) گناہوں سے بچنے کی تلقین کرتا رہتا تھا۔ گناہ گار اس سے کہتا کہ میرے دل میں خوف خدا موجود ہے اس لیے میں جانو اور میرا خدا جانے۔ ایک دن گناہ گار نے ایک گناہ کیا جسے عبادت گزار نے کبیرہ گناہ سمجھا اور اس سے کہا کہ گناہ نہ کرو۔ گناہ گار نے جواب دیا کہ میں جانو اور میرا رب جانے کیا آپ کو مجھ پر نگران مقرر کیا گیا ہے؟ عبادت گزار شخص کو غصہ آیا اور کہا کہ اللہ تیری کبھی مغفرت نہیں کرے گا اور نہ ہی تجھے جنت میں داخل کرے گا۔ اللہ رب العزت نے دونوں کی طرف فرشتہ بھیجا اس نے ان دونوں کی روح نکالی۔ اللہ کے ہاں دونوں حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے گناہ گار سے فرمایا کہ آپ میری رحمت کے صدقے جنت میں داخل ہو جائیں اور دوسرے سے فرمایا کہ کیا تجھے اس بات کا اختیار ہے کہ تو میرے بندے پر میری رحمت کو روک سکے؟ وہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار بالکل بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ اس (عبادت گزار) کو جہنم میں پھینک دو۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، یکم نومبر، 2021ء

موسم سرما کی شریعت میں اہمیت

اللہ تعالیٰ سردیوں اور گرمیوں کے خالق ہیں۔ سردی بھی اسی کی مخلوق ہے اور گرمی بھی اسی کی مخلوق۔ یہ اللہ کے حکم کے تابع ہے نہ اپنی مرضی سے سردی ہو سکتی ہے اور نہ ہی اپنی مرضی سے گرمی۔ سردی اور گرمی کا جیسے ظاہری سبب موجود ہے اسی طرح اس کا غیبی سبب بھی موجود ہے جو عام لوگوں سے او جھل ہے اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے۔

جہنم کے دو سانس:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا فَقَالَتْ يَا رَبِّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ فَهُوَ أَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهَرِيرِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 536

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سخت گرمیوں کا موسم ہو تو نماز (ظہر) کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو۔ اس لیے کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جہنم نے اپنے رب سے عرض کی کہ (میرے تپش کی شدت اس قدر بڑھ چکی ہے کہ خود میرے لیے ناقابل برداشت ہو گئی ہے اوراس کی وجہ سے) میرے بعض حصہ نے بعض حصے کو کھا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دی کہ (سال میں) دو مرتبہ سانس لے (تاکہ اس کی شدت میں قدرے تخفیف ہو) ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں۔ یہی وجہ ہے کہ اب جو تم (گرمیوں کے موسم میں) شدید گرمی محسوس کرتے ہو اور

(سردیوں کے موسم میں) شدید سردی محسوس کرتے ہو۔

جہنم کی بارگاہ خداوندی میں عرض داشت:

اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا تو اس میں اتنی شدید تپش رکھی کہ جسے برداشت کرنا خود اس کے لیے بھی ممکن نہ رہا اور اس نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اس شدت کی وجہ سے میرا ایک حصہ دوسرے کو کھائے جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سانس لینے کی اجازت دی تاکہ کچھ تخفیف ہو جائے۔ اب وہ سال میں دو مرتبہ سانس لیتی ہے ایک سردیوں میں اور ایک گرمیوں میں۔ سخت سردی بھی جہنم کے سانس کی وجہ سے ہوتی ہے اور سخت گرمی بھی جہنم کے سانس لینے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

عبرت کا سامان:

ایک مسلمان کو چاہیے کہ گرمی اور سردی کو دیکھ کر جہنم کی گرمی اور سردی کو یاد کرے کہ جب ہم سخت گرمیوں میں گرمی برداشت نہیں کر سکتے باوجود اس کے کہ سورج جو اس گرمی کا ظاہری سبب ہے وہ اربوں کلومیٹر ہماری زمین سے دور ہے۔ اور روز قیامت جب سورج قریب کر دیا جائے گا۔ جہنم کی آگ کی بھڑک پورے زوروں پر ہو گی اس وقت کیا حال ہو گا؟ آج گرمی سے بچاؤ کے لیے ٹھنڈا پانی، درختوں اور چھتوں کا سایہ، پنکھے، ائیر کولر، ائیر کنڈیشنز تمام انتظامات موجود ہوتے ہیں۔ قیامت کے دن یہ چیزیں بھی میسر نہیں ہوں گی اس وقت کس قدر شدید گرمی ہو گی؟ ہاں! سایہ ہو گا تو اللہ کے عرش کا ہو گا۔ اور وہ چند خوش نصیب لوگوں کو ہی نصیب ہو گا۔

عرش الٰہی کا سایہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ

وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:660

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات خوش نصیب ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اُس (قیامت کے) دن (اپنی طرف سے) سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہیں ہو گا: انصاف کرنے والا حکمران، ایسا نوجوان جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری ہو، وہ آدمی جس کا دل مسجد میں ہی لگا رہتا ہو، وہ دو آدمی جو اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں محبت کریں، اسی کی خاطر ملیں اور اسی کی خاطر جدا ہوں، وہ آدمی جسے کوئی بڑے خاندان والی خوبصورت عورت گناہ کی طرف بلائے مگر وہ اس سے کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ آدمی جو اپنے دائیں ہاتھ سے اس طرح صدقہ کرتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی اس کے صدقے کا علم نہیں ہوتا۔ (یعنی چھپا کر دے) اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوں۔

سردیوں میں دل نرم ہو جاتے ہیں:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُلُوبُ بَنِي آدَمَ تَلِينُ فِي الشِّتَاءِ، وَذٰلِكَ لِأَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ طِينٍ، وَالطِّينُ يَلِينُ فِي الشِّتَاءِ۔

حلیۃ الاولیاء

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سردیوں میں انسانوں کے دل نرم ہوتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ

نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا اور مٹی سردیوں میں نرم ہوتی ہے۔

جہنم کا طبقہ زمہریر:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمٌ حَارٌّ فَقَالَ الرَّجُلُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مَا أَشَدَّ حَرَّ هَذَا الْيَوْمِ اللَّهُمَّ أَجِرْنِي مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِجَهَنَّمَ: إِنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِي اسْتَجَارَ بِي مِنْ حَرِّكِ فَاشْهَدِيْ أَنِّي أَجَرْتُهُ وَإِنْ كَانَ يَوْمٌ شَدِيدُ الْبَرْدِ. فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مَا أَشَدَّ بَرْدَ هَذَا الْيَوْمِ اللَّهُمَّ أَجِرْنِي مِنْ زَمْهَرِيرِ جَهَنَّمَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِجَهَنَّمَ۔ إِنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِي قَدِ اسْتَجَارَنِي مِنْ زَمْهَرِيرِكِ وَإِنِّي أُشْهِدُكِ أَنِّي قَدْ أَجَرْتُهُ. قَالُوا: مَا زَمْهَرِيرُ جَهَنَّمَ؟ قَالَ: بَيْتٌ يُلْقَى فِيهِ الْكَافِرُ، فَيَتَمَيَّزُ مِنْ شِدَّةِ بَرْدِهَا بَعْضُهُ مِنْ بَعْضٍ۔

عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، رقم الحدیث:306

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب گرمی کا دن ہو اور کوئی شخص یوں دعا مانگے: لا الہ الا اللہ کتنا سخت گرم دن ہے اے اللہ مجھے جہنم کی گرمی سے پناہ عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ جہنم سے فرماتے ہیں: میرے بندوں میں سے ایک بندے نے تیری گرمی سے مجھ سے پناہ مانگی ہے۔ میں نے اس کی دعا کو قبول کر لیا ہے اور اس پر تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے تیری تپش اور گرمی سے پناہ دے دی۔ اسی طرح جب شدید سردی کا دن ہو اور کوئی شخص اللہ سے یوں دعا مانگے کہ لا الہ الا اللہ کتنا سخت سرد دن ہے اے اللہ مجھے جہنم کے طبقہ زمہریر سے پناہ عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ جہنم سے فرماتے ہیں: میرے بندوں میں سے ایک بندے نے تیرے طبقہ زمہریر سے مجھ سے پناہ مانگی ہے۔ میں نے اس کی دعا کو قبول کر لیا ہے اور اس پر تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے تیرے طبقہ زمہریر سے پناہ

دے دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جہنم کا طبقہ زمہریر کیا ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جہنم کی ایسی جگہ ہے جس میں کافر کو ڈالا جائے گا اس طبقے کی شدید سردی کی وجہ سے اس کے جسم کا ایک حصہ دوسرے حصہ سے الگ ہو جائے گا۔

جہنم کی سردی:

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ كَعْبًا رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: إِنَّ فِي جَهَنَّمَ بَرْدًا هُوَ الزَّمْهَرِيرُ يُسْقِطُ اللَّحْمَ عَنِ الْعَظْمِ حَتَّى يَسْتَغِيثُوا بِحَرِّ جَهَنَّمَ۔

حلیۃ الاولیاء

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت کعب احبار رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جہنم کا ایک حصہ زمہریر بھی ہے کہ جس میں سخت قسم کی سردی ہوگی۔ جس کی وجہ سے ہڈیوں سے گوشت گر جائے گا اتنی سخت سردی ہوگی کہ جہنمی جہنم کی گرمی کے حصول کے لیے فریاد کرنے لگیں گے۔

فائدہ: اللہ اکبر! جہنم کی جس طرح گرمی بہت سخت ہوگی اسی طرح اس کی سردی بھی بہت سخت ہوگی۔ اس لیے ہر مسلمان سردی کے موسم میں اس طبقہ زمہریر کا استحضار رکھے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے۔

سردیوں کا موسم شروع ہو رہا ہے احادیث مبارکہ میں بطور خاص بعض اعمال کے فضائل اس حوالے سے مذکور ہیں۔

سردیوں میں اچھی طرح وضو کرنا:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَسْبَغَ الْوُضُوءَ فِي الْبَرْدِ الشَّدِيدِ كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ كِفْلَانِ۔

المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: 5366

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے سخت سردیوں میں وضو کو اچھی طرح کیا (اعضاء کو خوب مَل مَل کر دھویا) اس کے لیے اجر کے (ایک کے بجائے) دو حصے ہیں۔

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سِتُّ خِصَالٍ مِنَ الْخَيْرِ: جِهَادُ أَعْدَاءِ اللهِ بِالسَّيْفِ وَالصَّوْمُ فِي يَوْمِ الصَّيْفِ وَحُسْنُ الصَّبْرِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ وَتَرْكُ الْمِرَاءِ وَأَنْتَ مُحِقٌّ وَتَبْكِيرُ الصَّلَاةِ فِي يَوْمِ الْغَيْمِ وَحُسْنُ الْوُضُوءِ فِي أَيَّامِ الشِّتَاءِ۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث:2500

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر کی چھ عادتیں (بہت) اچھی ہیں۔ اسلحے کے ساتھ اللہ کے دشمنوں سے قتال کرنا، گرمی میں روزہ رکھنا، مصیبت کے وقت میں بہترین صبر کرنا (اللہ کے فیصلوں پر دل و جان سے راضی رہنا)، حق پر ہونے کے باوجود (دنیاوی امور میں) جھگڑا چھوڑ دینا، ابر آلود موسم میں نماز جلدی پڑھنا (تاکہ سستی سے چھوٹ نہ جائے) اور سردیوں میں اچھی طرح وضو کرنا۔

سردیوں میں غسل جنابت جلدی کرنا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ثَلَاثٌ مِنَ الْإِيمَانِ أَنْ يَحْتَلِمَ الرَّجُلُ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ فَيَقُومَ فَيَغْتَسِلَ لَا يَرَاهُ إِلَّا اللهُ وَالصَّوْمُ فِي الْيَوْمِ الْحَارِّ وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْأَرْضِ الْفَلَاةِ لَا يَرَاهُ إِلَّا اللهُ۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث:51

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے (موقوفاً) مروی ہے کہ تین چیزیں ایمان کے اعلیٰ کاموں سے تعلق رکھتی ہیں۔ پہلی یہ کہ کسی شخص کو سردیوں میں غسل جنابت

کی ضرورت پیش آ جائے تو وہ ایسے وقت میں غسل کرے کہ باقی لوگوں کو معلوم نہ ہو۔ دوسری یہ کہ گرم دن کا روزہ رکھنا اور تیسری یہ کہ کسی ایسی بیابان جگہ میں نماز پڑھنا جہاں لوگ اسے نہ دیکھ رہے ہوں۔

سردیوں میں گرم بستر چھوڑ کر نماز پڑھنا:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَيُّهَا النَّاس۔۔قَالَ: أَلَا إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَضْحَكُ إِلٰى رَجُلَيْنِ رَجُلٍ قَامَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ مِنْ فِرَاشِهِ وَلِحَافِهِ وَدِثَارِهِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ إِلٰى صَلَاةٍ، فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَلَائِكَتِهِ: مَا حَمَلَ عَبْدِي هٰذَا عَلٰى مَا صَنَعَ؟ فَيَقُولُونَ: رَبَّنَا رَجَاءَ مَا عِنْدَكَ وَشَفَقَةً مِمَّا عِنْدَكَ فَيَقُولُ: فَإِنِّي قَدْ أَعْطَيْتُهُ مَا رَجَا وَأَمَّنْتُهُ مِمَّا خَافَ وَرَجُلٍ كَانَ فِي فِئَةٍ فَعَلِمَ مَا لَهُ فِي الْفِرَارِ وَعَلِمَ مَا لَهُ عِنْدَ اللهِ فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ فَيَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ: مَا حَمَلَ عَبْدِي هَذَا عَلَى مَا صَنَعَ؟، فَيَقُولُونَ: رَبَّنَا رَجَاءَ مَا عِنْدَكَ، وَشَفَقَةً مِمَّا عِنْدَكَ، فَيَقُولُ: فَإِنِّي أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَعْطَيْتُهُ مَا رَجَا وَأَمَّنْتُهُ مِمَّا خَافَ۔

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:8532

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ دو طرح کے بندوں سے خوش ہوتے ہیں ایک وہ جو سردیوں کی رات میں اپنے گرم بستر، لحاف اور گرم چادر سے اٹھ کر وضو کرتا ہے اور پھر نماز ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ (باوجود عالم الغیب ہونے کے)فرشتوں سے پوچھتے ہیں میرے بندے کو اس تکلیف برداشت کرنے پر کس چیز نے اُبھارا ہے ؟ فرشتے جواب میں کہتے ہیں کہ وہ آپ کی رحمت پر امید لگاتے ہوئے آپ کے عذاب سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فرشتو! تم گواہ رہو کہ میں نے اس کی امیدوں کو پورا کرتے ہوئے اس چیز سے امن عطا کر دیا ہے جس سے یہ ڈر رہا ہے۔ دوسرا وہ بندہ جو کسی لشکر اسلام میں ہو اور اس بات کا یقین رکھتے

ہوئے کہ میدان کارزار سے بھاگنے پر کیا گناہ ملے گا اور ڈٹ کر مقابلہ کرنے پر کیا اسے اجر ملے گا اس لیے وہ جوانمردی سے قتال کرے اور شہادت کا رتبہ حاصل کرلے۔ اللہ تعالیٰ (باوجود عالم الغیب ہونے کے) فرشتوں سے پوچھتے ہیں میرے بندے کو اس تکلیف برداشت کرنے پر کس چیز نے اُبھارا ہے ؟ فرشتے جواب میں کہتے ہیں کہ وہ آپ کی رحمت پر امید لگاتے ہوئے آپ کے عذاب سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فرشتو! تم گواہ رہو کہ میں نے اس کی امیدوں کو پورا کرتے ہوئے اس چیز سے امن عطا کردیا ہے جس سے یہ ڈر رہا ہے۔

سردیوں میں روزہ رکھنا اور تہجد پڑھنا:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشِّتَاءُ رَبِيعُ الْمُؤْمِنِ قَصُرَ نَهَارُهُ فَصَامَ وَطَالَ لَيْلُهُ فَقَامَ۔

السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث:8719

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سردی کا موسم مومن کے لئے موسم بہار ہے اس کے دن چھوٹے ہوتے ہیں جن میں وہ روزے رکھ لیتا ہے اور اس کی راتیں لمبی ہوتی ہیں جن میں وہ قیام کرلیتا (تہجد پڑھتا) ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام احکامات شریعت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

منگل، 9 نومبر، 2021ء

وضو کے فضائل

اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام پر جتنی عبادات ضروری اور فرض قرار دی ہیں ان میں سے سب سے اہم نماز والی عبادت ہے اور نماز پڑھنے کے لیے ضروری ہے کہ نمازی حدثِ اصغر (بے وضو ہونے) اور حدثِ اکبر (جنابت، حیض اور نفاس) سے پاک ہو، بغیر طہارت کے نماز پڑھنا جائز نہیں اور نہ ہی ایسی نماز قبول ہوتی ہے۔ اس حوالے سے وضو کی فضیلت پر چند احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں۔

آیتِ وضو:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ط وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ط مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٦

سورۃ المائدۃ: رقم الآیت: 6

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نماز ادا کرنے کا ارادہ کر کے اٹھو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں (بھی) ٹخنوں تک (دھولیا کرو)۔ اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارے جسم کو (غسل کے ذریعے) خوب اچھی طرح پاک کرو، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضاءِ حاجت کر کے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے جسمانی ملاپ کیا ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی

سے تیمم کرو اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کا اس (مٹی) سے مسح کر لو۔ اللہ تم پر کوئی تنگی مسلط نہیں کرنا چاہتے لیکن تمہیں پاک صاف کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہ تم پر اپنی نعمت کو ایسے طریقے پر مکمل کرے کہ مزید کی گنجائش نہ رہے تاکہ تم شکر گزار بنو۔

وضو سے گناہ جھڑ جاتے ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : فَقُلْتُ : یَا نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَالْوُضُوْءُ حَدِّثْنِی عَنْہُ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْکُمْ رَجُلٌ یُقَرِّبُ وَضُوْئَہُ فَیَتَمَضْمَضُ وَیَسْتَنْشِقُ فَیَنْتَثِرُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَایَا وَجْھِہٖ وَفِیْہِ وَخَیَاشِیْمِہٖ ثُمَّ إِذَا غَسَلَ وَجْھَہُ کَمَا أَمَرَہُ اللّٰہُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَایَا وَجْھِہٖ مِنْ أَطْرَافِ لِحْیَتِہٖ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ یَغْسِلُ یَدَیْہِ إِلَی الْمِرْفَقَیْنِ إِلَّا خَرَّتْ خَطَایَا یَدَیْہِ مِنْ أَنَامِلِہٖ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ یَمْسَحُ رَأْسَہُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَایَا رَأْسِہٖ مِنْ أَطْرَافِ شَعْرِہٖ مَعَ الْمَاءِ۔ ثُمَّ یَغْسِلُ قَدَمَیْہِ إِلَی الْکَعْبَیْنِ إِلَّا خَرَّتْ خَطَایَا رِجْلَیْہِ مِنْ أَنَامِلِہٖ مَعَ الْمَاءِ۔ فَإِنْ ھُوَ قَامَ فَصَلَّی فَحَمِدَ اللّٰہَ وَأَثْنٰی عَلَیْہِ وَمَجَّدَہُ بِالَّذِی ھُوَ لَہُ أَھْلٌ وَفَرَّغَ قَلْبَہُ لِلّٰہِ إِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِیْئَتِہٖ کَھَیْئَتِہٖ یَوْمَ وَلَدَتْہُ أُمُّہُ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:832

ترجمہ: حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اے اللہ کے نبی! مجھے وضو کے متعلق بتلایئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص ثواب کی نیت سے وضو کرتا ہے اس دوران جب کلی کرتا ہے، ناک میں پانی ڈالتا ہے اسے اچھی طرح سے صاف کرتا ہے ان اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے منہ اور نتھنوں کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ اس کے بعد جب وہ اللہ کے حکم کے مطابق چہرہ دھوتا ہے تو داڑھی کے کناروں سے اس کے چہرے کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ اس کے بعد جب وہ کہنیوں سمیت بازو دھوتا

ہے تو ہاتھوں کے پوروں سے وضو کے پانی کے ساتھ اس کے ہاتھوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ پھر جب وہ سر کا مسح کرتا ہے تو بالوں کے سِروں سے اس کے سر کے گناہ وضو کے پانی کے ساتھ ہی جھڑ جاتے ہیں۔ اور جب وہ ٹخنوں سمیت پاؤں دھوتا ہے تو پوروں سے لے کر ٹانگوں تک اس کے گناہ وضو کے پانی کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں۔ اس کے بعد اگر وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرے جس میں اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد وثناء اور تعظیم جو اس کی شان کے لائق ہے اور دل کی یکسوئی کے ساتھ اللہ کی عبادت کی طرف متوجہ رہے تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ گناہوں سے اس طرح پاک اور صاف ہو جائے گا جیسے اس کی ماں نے اسے ابھی جنم دیا ہو۔

باوضو ہو کر سونے کی فضیلت:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ أَوٰى إِلٰى فِرَاشِهِ طَاهِرًا يَذْكُرُ اللهَ حَتّٰى يُدْرِكَهُ النُّعَاسُ لَمْ يَتَقَلَّبْ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ سَأَلَ اللهَ شَيْئًا مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:3526

ترجمہ: حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو شخص وضو کی حالت میں اپنے بستر پر لیٹے اور نیند آنے تک اللہ کے ذکر میں مصروف رہے تو وہ رات کے جس وقت میں اللہ سے دنیا و آخرت کی بھلائی مانگے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتے ہیں۔

باوضو سونے والے کے لیے فرشتہ کی دعائے مغفرت:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: طَهِّرُوْا هٰذِهِ الْأَجْسَادَ طَهَّرَكُمُ اللهُ فَإِنَّهُ لَيْسَ عَبْدٌ يَبِيْتُ طَاهِرًا إِلَّا بَاتَ مَعَهُ مَلَكٌ فِي شِعَارِهِ لَا يَنْقَلِبُ سَاعَةً مِّنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ

فَإِنَّهُ بَاتَ طَاهِرًا۔

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:13620

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے جسموں کو (حدث اصغر، حدث اکبر اور گناہوں سے) پاک رکھو۔ جو شخص رات کو باوضو سوتا ہے اس کے جسم کے ساتھ لگنے والے کپڑے میں ایک فرشتہ رات گزارتا ہے۔ جب یہ شخص نیند میں کروٹ بدلتا ہے تو فرشتہ اس شخص کے لیے اللہ سے دعا کرتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ اے اللہ اپنے اس بندے کی بخشش فرما کیونکہ یہ رات کو پاک ہو کر سویا تھا۔

جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ أَوْ فَيُسْبِغُ الْوَضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:234

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص وضو کرے اور سنت کے مطابق اچھی طرح وضو کرے پھر کلمہ شہادت پڑھ لے تو ایسے شخص کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں اب اس کی مرضی وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

قیامت کے دن اعضائے وضو کی چمک:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ

اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 136

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: قیامت والے دن میری امت کے ان لوگوں کو (جنہوں نے وضو کو سنت کے مطابق ادا کیا ہو گا) اعضائے وضو کی چمک کی وجہ سے انہیں روشن چہرے والے کہہ کر بلایا جائے گا۔ اس لیے تم میں سے جو یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی چمک کو بڑھائے تو اسے (سنت کے مطابق وضو کرنے کی پابندی کر کے یہ فضیلت) حاصل کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 15 نومبر، 2021ء

موزوں پر مسح

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے موزوں پر مسح کرنے اور جرابوں پر مسح نہ کرنے کے حوالے سے چند مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سردیوں کے موسم میں عام طور پر لوگ چمڑے کے موزے استعمال کرتے ہیں یا پھر اونی / سوتی جرابیں استعمال کرتے ہیں۔ ان میں سے کن پر مسح کرنے کی شرعاً اجازت ہے اور کن پر مسح کرنے کی شرعاً اجازت نہیں؟ ذیل میں اس کی کچھ تفصیل بیان کی جاتی ہے تاکہ اس میں لوگ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں اور اگر کوئی غفلت کا شکار ہے تو وہ اس سے بچ جائے۔

وضو میں پاؤں دھونا:

وضو کے فرائض میں چوتھا فرض "دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا" ہے۔ یہ اس وقت ہے جب کہ انسان نے موزے نہ پہنے ہوں۔

موزوں پر مسح کرنا:

جب موزے پہنے ہوئے ہوں تو پاؤں دھونے کے بجائے ان موزوں پر مسح کیا جائے گا۔ موزوں پر مسح کرنے کا حکم احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے۔

جرابوں پر مسح نہ کرنا:

البتہ موزے نہ پہننے کی صورت میں پاؤں کو دھونا ضروری ہے، محض مسح کافی نہیں جیسا کہ بعض لوگ لاعلمی اور بعض لوگ کم علمی کی وجہ سے پتلی اونی یا سوتی جرابوں پر بھی مسح کر لینے کو کافی سمجھتے ہیں۔

موزوں پر مسح کا طریقہ:

موزوں کے اوپر والے حصے پر گیلے ہاتھ اس طرح پھیریں کہ ہاتھ کی پوری انگلیاں (محض پورے نہیں) پاؤں کی انگلیوں کے برابر رکھی ہوئی ہوں اور ہاتھ کو اوپر

پنڈلی کی جانب کھینچیں۔

موزوں پر مسح کی مدت:

مقیم (یعنی جو شخص شرعاً مسافر نہ ہو اس) کے لیے موزوں پر مسح کرنے کی مدت ایک دن اور ایک رات یعنی 24 گھنٹے جبکہ شرعاً مسافر کے لیے تین دن اور تین رات یعنی 72 گھنٹے ہے۔

مسافر کی شرعی تعریف:

بندہ جس علاقے میں مقیم ہو اس علاقے (شہر یا دیہات) کی آبادی کے آخری حصے سے جہاں تک اس نے سفر کر کے پہنچنا ہے وہاں تک کا سفر سوا ستتر کلو میٹر ہو اور اس نے وہاں پندرہ دن سے کم مدت تک ٹھہرنا ہو تو یہ شخص آبادی کی حدود سے باہر نکلتے ہی شرعاً مسافر شمار ہو گا۔

مدت مسح کی ابتداء:

موزوں پر مسح کرنے کی مدت کی ابتداء اس وقت سے شروع ہو گی جب موزے پہننے کے بعد پہلی بار وضو ٹوٹے گا۔

موزوں پر مسح کرنے کی پہلی دلیل:

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيرَةُ بِإِدَاوَةٍ فِيهَا مَاءٌ فَصَبَّ عَلَيْهِ حِينَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 203

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے تو میں بھی پانی سے بھرا ہوا برتن لے کر آپ کے پیچھے چلا گیا۔ جب آپ حاجت سے فارغ ہوئے تو میں نے وضو کا پانی

پیش کیا، آپ نے اس سے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

موزوں پر مسح کرنے کی دوسری دلیل:

عَنْ هَمَّامٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ بَالَ جَرِيرٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَقِيلَ: تَفْعَلُ هَذَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ! رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:543

ترجمہ: حضرت ہمّام رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا، اس کے بعد وضو کیا پھر موزوں پر مسح کیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں؟ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موزوں پر مسح کیا۔

موزوں پر مسح کرنے کی تیسری دلیل:

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ: يَا مُغِيرَةُ خُذِ الْإِدَاوَةَ فَأَخَذْتُهَا ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَوَارَىٰ عَنِّي فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ جَاءَ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَهُ مِنْ كُمِّهَا فَضَاقَتْ عَلَيْهِ فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَتَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ مَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلَّى.

صحیح مسلم، رقم الحدیث:550

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اے

مغیرہ! پانی والا برتن لے لو۔ میں نے وہ برتن لے لیا۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھوں سے اوجھل ہوگئے۔ قضائے حاجت کرکے واپس تشریف لائے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شامی جبہ زیب تن فرمایا ہوا تھا اور اس کی آستینیں قدرے تنگ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو آستین سے نکالنا شروع کیا تو وہ تنگ پڑ گئیں اس لیے آپ نے ہاتھ کو آستین کے اندر والے حصے سے نکالا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی سے نماز والا وضو کیا، پھر اپنے موزوں پر بھی مسح کیا، اس کے بعد نماز ادا فرمائی۔

موزوں پر مسح کرنے کی چوتھی دلیل:

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِلَالٌ الْأَسْوَافَ فَذَهَبَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ خَرَجَ قَالَ أُسَامَةُ فَسَأَلْتُ بِلَالًا مَا صَنَعَ؟ فَقَالَ بِلَالٌ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ ثُمَّ صَلّٰى.

سنن النسائی، رقم الحدیث:126

ترجمہ: حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اَسواف (یعنی حرمِ مدینہ) میں داخل ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور واپس آئے۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوران کیا عمل فرمایا؟

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے اس کے بعد وضو کیا، اس میں اپنے چہرے اور ہاتھوں کو

دھویا اور اپنے سر پر مسح کیا اور موزوں پر بھی مسح کیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔

موزوں پر مسح کرنے کی پانچویں دلیل:

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

سنن النسائی، رقم الحدیث: 127

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (م: 110ھ) کا فرمان:

قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ رَحِمَهُ الله تَعَالٰى حَدَّثَنِي سَبْعُونَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ۔

شرح النووی علی مسلم

ترجمہ: مجھ سے ستر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح فرماتے تھے۔

امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م: 150ھ) کا فرمان:

مَا قُلْتُ بِالْمَسْحِ حَتّٰى جَاءَنِيْ فِيْهِ مِثْلُ ضَوْءِ النَّهَارِ۔

البحر الرائق لابن نجیم

ترجمہ: میں موزوں پر مسح کا اس وقت تک قائل نہیں ہوا جب تک اس کے دلائل میرے پاس روزِ روشن کی طرح نہیں پہنچ گئے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م: 852ھ) کا فرمان:

وَقَدْ صَرَّحَ جَمْعٌ مِّنَ الْحُفَّاظِ بِأَنَّ الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ مُتَوَاتِرٌ وَجَمَعَ

بَعْضُهُمْ رُوَاتَه فَجَاوَزُوْا الثَّمَانِيْنَ وَمِنْهُمُ الْعَشَرَةُ.

فتح الباری شرح صحیح البخاری

ترجمہ: حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے تصریح کی ہے کہ مسح علی الخفین کا حکم متواتر ہے۔ بعض محققین نے اس کے روایت کرنے والوں کی تعداد کو جمع کیا تو وہ 80 سے بھی متجاوز ہو گئی جن میں وہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔

مروجہ پتلی اونی سوتی جرابوں پر مسح جائز نہیں:

اھل السنۃ والجماعۃ کے ہاں مروجہ پتلی اونی سوتی جرابوں پر مسح سرے سے جائز ہی نہیں البتہ جو لوگ شریعت کے ماہرین فقہاء و مجتہدین میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتے ان کے بزرگوں کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ مذکورہ قسم کی جرابوں پر مسح کرنا درست نہیں۔ چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

1: عبد الرحمٰن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں:

والحاصل انه ليس في باب المسح على الجوربين حديث مرفوع صحيح خال عن الكلام هذا ما عندي.. والراجح عندي: ان الجوربين اذا كانا صفيقين ثخينين فهما في معنى الخفين يجوز المسح عليهما و اما اذا كانا رقيقين بحيث لا يستمسكان على القدمين بلا شدّ و لا يمكن المشي فيهما فهما ليسا في معنى الخفين و في جواز المسح عليهما عندي تامل.

تحفۃ الاحوذی: ج2 ص349 و354 باب ماجاء فی المسح علی الجوربین والنعلین

ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ مسح علی الجوربین کے باب میں کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں جو جرح و کلام سے خالی ہو اور یہ میری تحقیق ہے۔ (مزید لکھتے ہیں) میرے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ اگر جرابیں موٹی اور ثخین ہوں تو وہ موزوں کے حکم میں

ہوں گی اوران پر مسح جائز ہو گا اور اگر اتنی باریک ہوں کہ بغیر باندھے پاؤں پر نہ ٹھہر سکتی ہوں اور نہ ان میں چلنا ممکن ہو تو یہ موزوں کے حکم میں نہیں ہیں، ان پر مسح کرنے کے بارے میں میرے نزدیک تامل (غور کا مقام) ہے۔(یعنی نہیں کرنا چاہیے)

2: میاں نذیر حسین دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

المسح علی الجوربۃ المذکورۃ لیس بجائز لانہ لم یقم علی جوازہ دلیل وکل ما تمسك بہ المجوزون ففیہ خدشۃ ظاھرۃ۔

فتاویٰ نذیریہ:ج1ص327

ترجمہ: مذکورہ (اونی سوتی) جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اس کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے اور مجوزین (جو اس کو جائز قرار دیتے ہیں) نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے، اس میں خدشات ہیں۔

3: ابو البرکات احمد صاحب لکھتے ہیں:

موزوں پر مسح کرنے والی بہت زیادہ احادیث ہیں لیکن جرابوں پر مسح کرنے کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

فتاویٰ برکاتیہ: ص18

4: محمد یونس صاحب لکھتے ہیں:

معمولی اور پتلی جرابوں پر مسح کرنا ناجائز ہے۔ مسح جراب کی اکثر حدیثیں ضعیف ہیں۔

دستور المتقی: ص78

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 22 نومبر، 2021ء

نظریہ نکاح، دینی پہلو اور فضائل

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہمیں انسان بنایا اور احسانِ عظیم یہ ہے کہ ہمیں مسلمان بنا کر نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔ ان کا تقاضا یہ ہے کہ جانوروں کے بجائے انسانوں والے اور کافروں کے بجائے مسلمانوں والے کام کریں۔

نکاح کا نظریہ:

انسان ہوں یا جانور اللہ تعالیٰ نے سب میں افزائش نسل کا عمومی نظام یہ بنایا ہے نر اور مادہ کے ملاپ سے ہوتی ہے۔ افزائش نسل جانوروں کی بھی ہو رہی ہے اور انسانوں کی بھی۔ جانوروں کے ہاں نکاح نہیں اور انسانوں کے ہاں اس کے لیے نکاح کا نظام موجود ہے۔ پھر انسانوں میں دو طبقے ہیں ایک مسلمان اور دوسرا غیر مسلم۔ چونکہ ان کے نظریات میں فرق ہے اس لیے ان کے طرز معاشرت میں بھی فرق ہے۔

غیر مسلم اقوام کے ہاں نظریہ نکاح:

غیر مسلم اقوام کے ہاں نکاح کی ایک دنیاوی رسم سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں اور اس کا مقصد عیاشی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ملت اسلامیہ کے ہاں نظریہ نکاح:

ملتِ اسلامیہ کے ہاں نکاح کی حیثیت دینی ہے یہ ایک مستقل عبادت ہے، اس کا مقصد معاشرے سے برائی اور گناہوں کو ختم کرنا ہے۔ اللہ کی رضا کو حاصل کرنا ہے اور مقصد اولاد کا حصول یعنی اِبقائے نسل ہے۔

عبادت کی تعریف اور مقصد:

عبادت کہتے ہیں حکمِ خدا کو طریقہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق پورا کرنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و تشریحات کے

مطابق بجالانا اور عبادت کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے۔

اسلام میں نکاح چونکہ ایک مستقل عبادت ہے اس لیے شریعت نے اس کے اس پہلو کو جگہ جگہ ملحوظ رکھا ہے۔

نکاح کرنے کی جگہ میں عبادت کا پہلو:

نکاح ایک مستقل عبادت ہے محض رسم دنیا اور عیاشی نہیں اور عبادت کی ادائیگی کا سب سے بہترین مقام مسجد ہے۔ اس لیے شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ نکاح مسجد میں کریں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ

جامع الترمذی، رقم الحدیث:1089

ترجمہ: نکاح مساجد میں کرو۔

مسلمانوں کے ہاں نکاح عبادت ہے اس کی ادائیگی کے لیے مسجد کی مقدس و بابرکت جگہ مقرر کی گئی ہے تاکہ اس مقدس جگہ کی برکات انسان کی ازدواجی زندگی میں سرایت کر جائیں اور اس کی زندگی بے برکتی اور نحوست سے محفوظ رہے۔ اگر کوئی مسلمان اپنے نکاح کی تقریب مسجد میں نہیں کرتا تو اس کا معنی یہ ہوا کہ وہ بھی غیر مسلموں کی طرح نکاح کو عبادت کے بجائے محض رسم دنیا اور عیاشی ہی سمجھتا ہے۔

نکاح کے خطبے میں عبادت کا پہلو:

نکاح ایک مستقل عبادت ہے محض رسم دنیا اور عیاشی نہیں اس لیے اس کے انعقاد کے وقت جو خطبہ پڑھا جاتا ہے اس میں قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ و سلام اور دعا تمام چیزیں موجود ہوتی ہیں۔ اگر کوئی مسلمان اپنے نکاح کی تقریب میں ان چیزوں کو اہمیت نہیں دیتا تو اس کا معنی یہ ہوا کہ وہ بھی غیر مسلموں کی طرح نکاح کو عبادت کے بجائے محض رسم دنیا اور عیاشی سمجھتا ہے

نکاح کی تقریب میں بے پردگی کی ممانعت:

نکاح ایک مستقل عبادت ہے محض رسم دنیا اور عیاشی نہیں اور سب سے بہترین عبادت وہی ہوتی ہے جس میں مرد و خواتین کا (غیر شرعی) مخلوط اجتماع نہ ہو بلکہ مرد الگ ہوں اور خواتین الگ ہوں۔ اگر یہ (مرد و عورت کا مخلوط اجتماع) کسی کے نکاح کی تقریب میں ہو تو اس کا معنی یہ ہوا کہ وہ بھی غیر مسلموں کی طرح نکاح کو عبادت کے بجائے محض رسم دنیا اور عیاشی ہی سمجھتا ہے۔

نکاح کی تقریب میں آلات موسیقی کی ممانعت:

نکاح ایک مستقل عبادت ہے محض رسم دنیا اور عیاشی نہیں اس لیے اس میں ڈھول تاشے، طبلے سرنگیاں اور ڈانس و مجرے نہیں ہوتے۔ اگر یہ چیزیں بھی کسی کے نکاح کی تقریب میں ہوں تو اس کا معنی یہ ہوا کہ وہ بھی غیر مسلموں کی طرح نکاح کو عبادت کے بجائے محض رسم دنیا اور عیاشی ہی سمجھتا ہے۔

نکاح میں حرام کھانے پینے کی ممانعت:

نکاح ایک مستقل عبادت ہے محض رسم دنیا اور عیاشی نہیں اس لیے اس میں پاکیزہ چیزیں استعمال ہوتی ہیں یہی وجہ ہے اس میں کھانے کی چیزیں حلال ہوتی ہیں پینے کی چیزیں حلال ہوتی ہیں۔ اگر کسی مسلمان کے نکاح کی تقریب میں کھانے اور پینے کی چیزیں حلال نہ ہوں بلکہ حرام ہوں جیسے شراب وغیرہ تو اس کا معنی یہ ہوا کہ وہ بھی غیر مسلموں کی طرح نکاح کو عبادت کے بجائے محض رسم دنیا اور عیاشی ہی سمجھتا ہے۔

نکاح میں باہمی احترام:

نکاح ایک مستقل عبادت ہے محض رسم دنیا اور عیاشی نہیں اس لیے عبادت میں اپنا خیال بھی رکھتے ہیں اور دوسرے کا خیال بھی رکھتے ہیں کہ میری عبادت کی وجہ

سے دوسرے کی راحت میں خلل نہ آئے۔ اگر کسی مسلمان کے نکاح کی تقریب میں اپنی خوشی کی خاطر دوسرے کی راحت اور اس کے آرام کو خیال نہیں رکھا جاتا یعنی تو اس کا معنی یہ ہوا کہ وہ بھی غیر مسلموں کی طرح نکاح کو عبادت کے بجائے محض رسم دنیا اور عیاشی ہی سمجھتا ہے۔

نکاح... رسولوں کی مبارک زندگی کا مبارک طریقہ:

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ: الْحَيَاءُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:1080

ترجمہ: حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار باتیں رسولوں کی مبارک زندگی کا مبارک طریقہ ہیں: حیا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔

فائدہ: سورۃ الرعد میں ہے: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ کہ اے میرے محبوب پیغمبر! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول بھیجے ہیں اور ہم نے انہیں بیویاں بھی عطا کیں اور اولاد بھی عطا کی۔

نوجوانوں کو نبی کریم ﷺ کا خصوصی خطاب:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ شَبَابٌ لَا نَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ، فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، عَلَيْكُمْ بِالْبَاءَةِ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ»

جامع الترمذی، رقم الحدیث:1081

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے، ہم جوان تھے لیکن ہمیں کوئی چیز میسر نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی (بیوی بچوں کے اخراجات اٹھانے کی) طاقت رکھتا ہو اسے نکاح ضرور کر لینا چاہیے کیونکہ نکاح کرنا بد نظری (جیسے قبیح گناہ) سے حفاظت کا ذریعہ اور (زنا و بد فعلی جیسے گناہوں سے) شرم گاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور جو شخص نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو (گناہوں سے بچنے کے لیے) اسے روزے رکھنے چاہییں کیونکہ روزہ رکھنا (جنسی) خواہشات کا توڑ ہے۔

بچیوں کے سرپرستوں کو ہدایت نبوی:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:1084

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آپ کے پاس کوئی شخص (تمہاری بچیوں کے لیے) نکاح کا پیغام بھیجے اور آپ اس کی دینداری اور حسن اخلاق سے مطمئن ہو تو اس کا پیغام نکاح قبول کر کے اپنی بچیوں کا نکاح اس سے کر دو۔ اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو زمین پر بہت بڑا (جنسی گناہوں کا) فساد برپا ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 29 نومبر، 2021ء

منگنی کی شرعی حیثیت اور چند رسومات

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 235

ترجمہ: اور عورتوں کو اِشارۃ پیغامِ نکاح (منگنی) دینے یا اپنے دل میں (ارادہ نکاح کو) پوشیدہ رکھنے میں تم پر کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں۔

منگنی کی شرعی حیثیت:

اسلام میں منگنی کی شرعی حیثیت وعدہ نکاح کی ہے۔ اور وعدہ کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ اس کو پورا کیا جائے۔ ہاں البتہ اگر کوئی شرعی مجبوری ہو تو اس کو منگنی ختم کرنے کی گنجائش موجود ہے۔

فائدہ: شرعی مجبوری سے مراد یہ ہے کہ جہاں نکاح کر لینے میں عقائد کی خرابی یا سنت کی مخالفت لازم آرہی ہو مثلاً لڑکے والے خود بدعقیدہ ہوں یا ان کے ہاں بدعقیدہ لوگوں کا آنا جانا کثرت کے ساتھ پایا جاتا ہو جس سے اس لڑکی کے بدعقیدہ ہونے کا اندیشہ ہو یا لڑکے والے کے گھر کا ماحول دینداری والا نہ ہو۔ یعنی اس کے گھر میں بدعات و رسومات موجود ہوں، کھلم کھلا کبیرہ گناہ ہوتے ہوں، غیر محرموں کا آنا جانا ہو اور پردے کا ماحول نہ ہو۔

سیدہ سودہ بنت زمعہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کی منگنی:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ وَيَحْيَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَا: لَمَّا هَلَكَتْ خَدِيجَةُ جَاءَتْ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيمٍ امْرَأَةُ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ قَالَتْ: يَا

رَسُولَ اللهِ أَلَا تَزَوَّجُ؟ قَالَ: مَنْ؟ قَالَتْ: إِنْ شِئْتَ بِكْرًا، وَإِنْ شِئْتَ ثَيِّبًا قَالَ: فَمَنِ الْبِكْرُ قَالَتْ ابْنَةُ أَحَبِّ خَلْقِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْكَ عَائِشَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: وَمَنِ الثَّيِّبُ؟ قَالَتْ: سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ آمَنَتْ بِكَ وَاتَّبَعَتْكَ عَلَى مَا تَقُولُ قَالَ: فَاذْهَبِي فَاذْكُرِيهِمَا عَلَيَّ فَدَخَلَتْ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ: يَا أُمَّ رُومَانَ مَاذَا أَدْخَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ قَالَتْ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَتْ: أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطُبُ عَلَيْهِ عَائِشَةَ، قَالَتْ: انْتَظِرِي أَبَا بَكْرٍ حَتَّى يَأْتِيَ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَتْ: يَا أَبَا بَكْرٍ مَاذَا أَدْخَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَتْ: أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطُبُ عَلَيْهِ عَائِشَةَ، قَالَ: وَهَلْ تَصْلُحُ لَهُ؟ إِنَّمَا هِيَ ابْنَةُ أَخِيهِ فَرَجَعَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ قَالَ: ارْجِعِي إِلَيْهِ فَقُولِي لَهُ: أَنَا أَخُوكَ وَأَنْتَ أَخِي فِي الْإِسْلَامِ وَابْنَتُكَ تَصْلُحُ لِي فَرَجَعَتْ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَه۔

مسند احمد، رقم الحدیث:25769

ترجمہ: حضرت ابو سلمہ اور یحیٰ بن عبد الرحمٰن بن حاطب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو ایک غمگسار رفیقہ حیات کی ضرورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کس جگہ پیغام دینے کا خیال ہے؟ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ کسی کنواری سے نکاح فرمانا پسند کریں تو آپ کے نزدیک تمام مخلوق میں جو سب سے زیادہ محبوب ہے ابو بکر، اُس کی بیٹی عائشہ موجود ہے ان سے نکاح فرمالیں اور اگر کسی بیوہ سے نکاح فرمانا چاہیں تو سودہ بنتِ زمعہ موجود ہے جو آپ پر ایمان بھی لاچکی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں جگہ پیغام دے دیں۔ (ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے پاس آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کا پیغام نکاح لے کر گئیں، جو انہوں نے بصد سعادت قبول کیا اور اس کے بعد) سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح لے کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھی گئیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیغام نکاح دیا اور فرمایا ام رومان اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھرانے میں بہت خیر وبرکت رکھی ہے، سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انتظار کر لینا چاہیے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہیں سارا معاملہ بتایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو میرے بھائی ہیں اس نسبت سے تو میری بیٹی عائشہ ان کی بھتیجی ہوئی۔ بھتیجی سے نکاح کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرے دینی بھائی ہیں لہٰذا نکاح جائز ہے۔ سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا واپس تشریف لائیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی اطلاع کی۔ صدیقی گھرانے نے اس سعادت پر دل و جان سے لبیک کہا۔

اُم المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی منگنی:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا تُوُفِّيَ بِالْمَدِينَةِ قَالَ عُمَرُ فَلَقِيتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ قَالَ سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ فَقَالَ قَدْ بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هَذَا قَالَ عُمَرُ فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ

بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ إِلَّا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:4005

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب (میری بیٹی) حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے شوہر خُنیس بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں زخمی ہوئے اور انہی زخموں کی وجہ سے مدینہ منورہ میں آکر شہادت پائی جس کی وجہ سے میری بیٹی حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں۔ تو میں نے اپنی بیٹی سے رشتے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بات کی کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا نکاح اپنی بیٹی حفصہ سے کر دوں؟ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سوچنے کے لیے کچھ دن کا وقت لے لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کچھ دن بعد دوبارہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُن سے اس بارے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ سوچا ہے کہ ابھی میں نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اس سلسلے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بات کی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات کو بغور سن تو لیا لیکن کوئی جواب دیے بغیر خاموش ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ طرز عمل میرے لیے عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ

باعث تکلیف ہوا۔ میں نے کچھ دن توقف کیا۔ اس کے بعد خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے پیغام نکاح بھیجا اور میں نے اپنی بیٹی حفصہ کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔

کچھ دن بعد میری ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: عمر! شاید آپ کو میرے طرز عمل سے تکلیف ہوئی ہو گی کہ آپ نے اپنی بیٹی حفصہ سے نکاح کے لیے مجھ سے بات کی تھی اس پر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: بالکل تکلیف تو ہوئی ہے۔ تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اصل بات یہ تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ آپ کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خود نکاح فرمانے کی بات کی تھی۔ اور میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کروں۔ اس لیے میں نے آپ کو جواب نہیں دیا تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح نہ فرماتے تو میں آپ کی بیٹی سے ضرور نکاح کر لیتا۔

فائدہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑکی والے بھی لڑکے والوں کو پیغام نکاح دے سکتے ہیں یہ کوئی عار کی بات نہیں۔

خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی منگنی:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اور آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیغام نکاح دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ہمراہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی

اللہ عنہ کے گھر بھیج دیا۔

المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:1020

فائدہ: ہم نے نمونے کے طور پر چند مبارک منگنیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی ازواج مطہرات، بنات، اصحاب اور آل رضی اللہ عنہم اجمعین سب کے سب کی شادیاں سادگی اور بے تکلفی کا مظہر تھیں۔

منگنی پر منگنی:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَخْطُبِ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيْهِ.

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:1867

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح نہ دے۔ یعنی اگر کسی لڑکے کی کسی لڑکی کے ہاں منگنی ہو چکی ہے تو اب یہ ان سے منگنی نہ کرے۔

منگنی کے موقع پر انگوٹھی کا تبادلہ:

آج کل منگنی کے موقع پر ایک دوسرے کو انگوٹھیاں پہنائی جاتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپس میں ہدیہ دینے اور لینے سے محبت پیدا ہوتی ہے لیکن یہ اب ہدیہ کے بجائے رسم کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ جس میں کئی گناہ پائے جاتے ہیں۔

1: منگیتر ایک دوسرے کو پہناتے ہیں جو کہ شرعاً غیر محرم ہیں اور ایک دوسرے کو چھو بھی نہیں سکتے۔

2: بعض لوگ منگنی کی انگوٹھی کو متبرک سمجھتے ہیں۔

3: بعض لوگ انگوٹھیوں پر لڑکے اور لڑکی کا نام لکھوا لیتے ہیں اور اس کو باہمی محبت پر اثر انداز مانتے ہیں۔

4: مردوں کو بھی سونے کی انگوٹھی پہنائی جاتی ہے جو مرد پر حرام ہے۔

5: بعض لوگوں کا جہالت کی وجہ سے یہ اعتقاد ہے کہ بغیر انگوٹھی کے منگنی درست اور پائیدار نہیں ہوتی۔

منگنی کے موقع پر پھولوں کی مالا ڈالنا:

ہمارے معاشرے میں بعض جگہوں پر یہ رواج ہے کہ منگنی کے بعد لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو گلے میں پھولوں کی مالا ڈالتے ہیں۔

منگنی پر فضول خرچی:

منگنی کی حیثیت محض وعدہ نکاح ہے اس میں فضول خرچی کرتے ہوئے مہمانوں کو دور دور سے بلانا، مستقل اور مہنگی تقریبات کرنا، قرض اٹھا کر اسے پورا کرنا وغیرہ ساری ایسی باتیں ہیں جس کی شریعت اسلامیہ میں ممانعت ہے۔

منگیتر اجنبی ہے:

جب تک نکاح نہ ہو جائے اس وقت تک منگیتر آپس میں اجنبی رہتے ہیں۔ ان کے لیے شرعاً وہی احکام ہوتے ہیں جو اجنبیوں کے لیے ہوتے ہیں۔

منگیتر سے پردہ:

ہمارے معاشرے میں بعض جگہوں پر یہ رواج ہے کہ منگنی کے بعد لڑکا اور لڑکی بغیر پردہ کے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اب ان کے لیے پردے والا حکم باقی نہیں ہے۔ یہ بہت بڑی غلطی اور جہالت والی بات ہے۔

منگیتر کے ساتھ گھومنا پھرنا:

ہمارے معاشرے میں بعض جگہوں پر یہ رواج ہے کہ منگنی کے بعد لڑکا اور لڑکی اکٹھے گھومنے پھرنے جاتے ہیں، اکٹھے سفر کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اب

ہمارے لیے ان کاموں کی شرعی طور پر گنجائش موجود ہے حالانکہ یہ بات کسی طور پر بھی درست نہیں بلکہ بہت بڑا گناہ ہے۔ منگنی کے باوجود بھی شرعی طور پر لڑکا اور لڑکی آپس میں اجنبی ہی رہتے ہیں۔

منگیتر سے بلاضرورت باتیں کرنا:

ہمارے معاشرے میں بعض جگہوں پر یہ رواج ہے کہ منگنی کے بعد لڑکا اور لڑکی آپس میں بلاضرورت بات چیت، گپ شپ، میسجز، موبائل کال اور ایک دوسرے کو ویڈیو کال کرتے ہیں۔ ان کا آپس میں اس طرح بلاضرورت شدیدہ گفتگو کرنا شرعاً حرام ہے اور بہت سارے اخلاقی جرائم کا پیش خیمہ ہے۔

منگیتر کے ہاں رہنا:

ہمارے معاشرے میں بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ "ایک دوسرے کو سمجھنے" کے عنوان سے منگنی کے بعد لڑکا اور لڑکی اکٹھے رہتے ہیں۔ ان کا اس طرح اکٹھے رہنا ایسے ہی گناہ ہے جیسے دو غیر محرموں اور اجنبیوں کا اکٹھے رہنا گناہ ہے۔ محض منگنی سے لڑکا لڑکی ایک دوسرے کے لیے شرعاً محرم نہیں بنتے۔ اس لیے وہی حدود قیود ہوں گے جو اجنبیوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ افسوس کہ اس معاملے میں غفلت یا لاعلمی کی وجہ سے لڑکا اور لڑکی آپس میں جنسی تعلق قائم کر لیتے ہیں جو کہ سراسر خالص زنا ہے۔

منگنی کے بعد نکاح میں جلدی کریں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:1084

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آپ کے پاس کوئی شخص (تمہاری بچیوں کے لیے) نکاح کا پیغام بھیجے اور آپ اس کی دینداری اور حسن اخلاق سے مطمئن ہو تو اس کا پیغام نکاح قبول کر کے اپنی بچیوں کا نکاح اس سے کر دو۔ اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو زمین پر بہت بڑا (جنسی گناہوں کا) فساد برپا ہو جائے گا۔

لمحہ فکریہ!

منگنی فرض و واجب نہیں زیادہ سے زیادہ اس کی اجازت اور گنجائش ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں اس کا عملی نمونہ بھی پایا جاتا ہے۔ اگر اسی طرز اور سوچ و فکر کے ساتھ کی جائے تو اسے سنت کہنا بھی درست ہو گا۔ لیکن ہمارے زمانے کی منگنیاں اور اس پر ہونے والی رسومات و خرافات جس کا اکثر حصہ غیر مسلموں کی مشابہت پر مبنی ہے اس طرح کی منگنی کی کسی طرح بھی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

اسی موقع پر لڑکی والے کچھ لکھت پڑھت بھی کراتے ہیں کہ آپ ہماری بچی کو الگ مکان، اتنے تولے سونا، زیورات، ماہانہ سالانہ خرچ، طلاق کی صورت میں اتنی اتنی رقم دیں گے وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی غیر اخلاقی بات ہے۔ اور مشاہدہ بتلاتا ہے کہ اس وجہ سے معاشرے میں طلاق کی شرح بڑھ رہی ہے۔ آپ پہلے سے ہی ایسے لڑکے کا انتخاب کریں جو آپ کی بچی کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 6 دسمبر، 2021ء

حق مہر کی شرعی حیثیت

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں حق مہر کے حوالے سے احکام ذکر فرمائے ہیں ۔ اختصار اور جامعیت کے ساتھ انہیں ذکر کیا جاتا ہے تاکہ بطور مسلمان ہمیں اس حکم شرعی کا علم ہو اور اس میں ہونے والی کوتاہیوں سے بچا جاسکے۔

حق مہر کی شرعی تعریف:

نکاح کرنے کی وجہ سے شوہر کو بیوی سے جماع کرنے کا حق اور ایک طرح کی ملکیت حاصل ہو جاتی ہے اسی حق اور ملکیت کے معاوضہ کے طور پر دی جانے والی چیز کو شریعت میں حق مہر کہا جاتا ہے۔

حق مہر ادا کرو:

وَاُحِلَّ لَكُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ مُّحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ‌ؕ فَمَا اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهٖ مِنۡهُنَّ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ فَرِيۡضَةً‌ ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيۡمَا تَرٰضَيۡتُمۡ بِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِ الۡفَرِيۡضَةِ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۲۴﴾

سورۃ النساء، رقم الآیۃ:24

ترجمہ: (چند مخصوص خواتین جن کا تذکرہ مذکورہ آیت سے پہلے اور اس آیت کے ابتدائی حصہ میں بیان ہو چکا ہے ان کے علاوہ) تمام عورتوں کے بارے میں تمہارے لیے حلال کر دیا ہے کہ تم اپنا مال (بطور حق مہر) ادا کر کے انہیں (عقد نکاح میں) لانا چاہو (تو لا سکتے ہو) بشرطیکہ ان عورتوں سے نکاح کر کے عفت و پاکدامنی حاصل کرنا مقصود ہو محض (جنسی) شہوت کی تکمیل نہ ہو۔ جن عورتوں سے تم نے نکاح کر کے

جنسی نفع (از دواجی لطف) اٹھالیا ہو ان کو ان کا وہ حق مہر ادا کر دو جو مقرر کیا گیا تھا۔ ہاں حق مہر مقرر کرنے کے بعد بھی جس (کمی و بیشی) پر تمہاری باہمی رضامندی ہو (جائے وہ طے کر سکتے ہو اس معاملے میں) تمہارے ذمہ کوئی گناہ نہیں۔ اس بات کا یقین رکھو کہ اللہ کی ذات ہر بات کو جاننے میں علم والی ہے اور ہر حکم دینے میں حکمت والی ہے۔

حق مہر خوشی دلی سے ادا کرو:

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً ؕ فَاِنۡ طِبۡنَ لَكُمۡ عَنۡ شَىۡءٍ مِّنۡهُ نَفۡسًا فَكُلُوۡهُ هَنِيۡٓـئًا مَّرِيۡٓـئًا ﴿۴﴾

سورۃ النساء، رقم الآیۃ: 4

ترجمہ: اور (اپنی) عورتوں (بیویوں) کو ان کے حق مہر خوش دلی سے ادا کرو۔ ہاں اگر وہ (عورتیں) اس کا کچھ حصہ اپنی خوشی سے چھوڑ دیں تو (اس کو استعمال کرنا عار کی بات نہیں بلکہ) خوشی اور مزے سے کھاؤ۔ (یعنی استعمال کرو)

حق مہر کی نیت کے بغیر نکاح پر وعید:

حق مہر شوہر کے ذمے بیوی کا ایسا حق ہے جو واجب ہے۔ جو شخص اس کی پرواہ نہیں کرتا شریعت نے اس کے لیے بہت سخت وعید ذکر کی ہے۔

عَنۡ زَيۡدِ بۡنِ أَسۡلَمَ رَضِيَ اللهُ عَنۡهُ قَالَ سَمِعۡتُه يَقُوۡلُ : قَالَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ : مَنۡ نَكَحَ امۡرَأَةً وَهُوَ يُرِيۡدُ أَنۡ يَذۡهَبَ بِمَهۡرِهَا فَهُوَ عِنۡدَ اللهِ زَانٍ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ۔

مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: 17699

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس کے دل میں حق مہر دینے کا ارادہ نہیں تو ایسا شخص قیامت والے دن اللہ کی بارگاہ

میں زانی کی حیثیت سے پیش ہو گا۔

حق مہر سے متعلق اصولی بات:

1: حق مہر اتنا زیادہ نہ ہو کہ لڑکا دیتے ہوئے دِقّت اور تنگی محسوس کرے۔

2: اتنا کم نہ ہو کہ لڑکی سہیلیوں اور خاندان کو بتاتے ہوئے شرم محسوس کرے

حق مہر کی مقدار:

حق مہر کی زیادہ سے زیادہ کوئی حد مقرر نہیں جبکہ کم سے کم دس دراہم چاندی یا اس کی مقدار کے برابر رقم / سامان وغیرہ۔

فائدہ: مروجہ حساب کے مطابق دو تولہ ساڑھے سات ماشے چاندی کی برابر ہے اور موجودہ وزن کے مطابق اس کی مقدار 30 گرام 618 ملی گرام بنتی ہے۔چاندی کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے اس لیے اس کی مالیت بازار سے معلوم کرنی چاہیے۔

بابرکت عورت کا حق مہر:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَعْظَمُ النِّسَاءِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُنَّ صَدَاقًا۔

المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث:2732

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ بابرکت عورت وہ ہے جس کا حق مہر آسانی والا ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: خَطَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: لَا تُغَالُوا فِي صُدُقِ النِّسَاءِ فَإِنَّهُ لَا يَبْلُغُنِي عَنْ أَحَدٍ سَاقَ أَكْثَرَ مِنْ شَيْءٍ سَاقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ سِيقَ إِلَيْهِ إِلَّا جَعَلْتُ فَضْلَ ذَلِكَ فِي بَيْتِ الْمَالِ۔ ثُمَّ نَزَلَ فَعَرَضَتْ لَهُ امْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ

فَقَالَتْ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! كِتَابُ اللهِ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَوْ قَوْلُكَ؟ قَالَ: بَلْ كِتَابُ اللهِ بِمَ ذَاكَ؟ فَقَالَتْ: إِنَّكَ نَهَيْتَ النَّاسَ آنِفًا أَنْ يُغَالُوا فِي صُدُقِ النِّسَاءِ وَاللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ: ﴿وَّاٰتَيۡتُمۡ اِحۡدٰهُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡهُ شَيۡـًٔا﴾ فَقَالَ عُمَرُ: كُلُّ أَحَدٍ أَفْقَهُ مِنْ عُمَرَ، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ لِلنَّاسِ: إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ أَنْ تُغَالُوا فِي صُدُقِ النِّسَاءِ فَلْيَفْعَلْ رَجُلٌ فِي مَالِهِ مَا شَاءَ۔

شرح مشکل الآثار، رقم الحدیث:5059

ترجمہ: امام شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو شرعی احکام سمجھانے کے لیے خطبہ دیا اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ عورتوں کے مہنگے مہنگے حق مہر مقرر نہ کرو مجھے کسی کے بارے میں یہ پتہ نہ چلے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حق مہر دیتا ہو اگر ایسا ہوا تو میں اس سے لے کر بیت المال میں جمع کر دوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ منبر سے اتر سے باہر تشریف لائے تو ایک قریشی خاتون نے آپ سے کہا: امیر المومنین! اللہ کی کتاب قرآن مجید زیادہ لائق اتباع ہے یا آپ کی بات؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ اللہ کی کتاب زیادہ لائق اتباع ہے۔(آپ یہ سوال کیوں پوچھ رہی ہیں؟) اس قریشی خاتون نے فرمایا: آپ نے ابھی لوگوں کے مہنگے حق مہر دینے منع کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اپنی کتاب قرآن میں فرماتے ہیں: اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہتے ہو اور ان میں سے ایک کو ڈھیر سارا مہر دے چکے ہو، تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کی بات سن کر دو یا تین بار تواضعاً یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ ہر شخص عمر سے زیادہ سمجھدار ہے۔ اس کے بعد دوبارہ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں سے فرمایا: میں نے تمہیں مہنگے حق مہر مقرر کرنے نے روکا تھا۔ اب میں کہتا ہوں کہ

مرد کو اپنے مال کو (حق مہر کے طور پر) خرچ کرنے کا مکمل اختیار ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ پر اشکال کا جواب:

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ جو مسئلہ ایک قریشی خاتون صحابیہ رضی اللہ عنہا کو معلوم تھا کیا وہ مسئلہ خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہیں تھا؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی یہ بات معلوم تھی کہ عورت کو حق مہر میں دولت کے ڈھیر دیے جاسکتے ہیں شرعا جائز اور صحیح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا روکنا عمل رسول کی وجہ سے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنا اپنی ازواج کو دیا ہے اس سے زیادہ مقدار نہ دی کیونکہ زیادہ مقرر کر لینے کے بعد دیتے وقت دشواریاں پیش آتی ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث مبارک میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُثَقِّلُ صَدَقَةَ امْرَأَتِهِ حَتَّى يَكُونَ لَهَا عَدَاوَةٌ فِي نَفْسِهِ۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:1887

ترجمہ: حضرت ابو العجفاء سلمی رحمہ اللہ سے مروی ایک طویل روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شوہر اپنی بیوی کے لیے مہنگا مہنگا حق مہر مقرر کر کے اپنے لیے مشکلات پیدا کرتا ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس عورت کو بر وقت دے نہیں سکتا / یا قرض اٹھا کر دے تو دیتا ہے لیکن قرض کی واپسی مشکل ہو جاتی ہے ان وجوہات کی بنیاد پر آپس میں عداوت و دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث مبارک میں یہ بات بھی موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیادہ بابرکت عورت وہی ہے جس کا حق مہر آسانی سے ادا کیا جاسکے۔

تیسری بات یہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس عورت کی بات کو مان لینا اس لیے تھا تا کہ سامعین زیادہ حق مہر دینے کو حرام نہ سمجھنے لگیں۔ اس سے یہ لازم

نہیں آتا کہ بہت زیادہ مقرر کر دینے میں دشواریوں اور عداوت والے اندیشوں کی کراہت بھی باقی نہ رہے۔

اب حق مہر کی اقسام ذکر کی جاتی ہیں۔

مَہرِ مُعَجّل:

معجل کا لفظ تعجیل سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی ہوتا ہے جلدی کرنا، فی الفور کرنا وغیرہ۔ مہر معجل اس مہر کو کہتے ہیں جس کی ادائیگی جلدی کی جائے یعنی عقد نکاح کے وقت یا بیوی سے جماع کے وقت۔

مَہرِ مُؤجّل:

مؤجل کا لفظ تأجیل سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہوتا ہے مدت مقرر کرنا، میعاد طے کرنا وغیرہ۔ مہر مؤجل اس مہر کو کہتے ہیں جس کی ادائیگی جلدی نہ کی جائے بلکہ مدت اور میعاد کو مقرر کر کے بعد میں کی جائے۔

مہر مسمیٰ:

حق مہر میں اصل تو یہی ہے کہ نکاح کے موقع پر حق مہر کی مقدار اور ادائیگی کا وقت مقرر کر دیا جائے اس مقرر کردہ کو مہر مسمیٰ کہتے ہیں۔ اگر مہر مقرر نہ کیا گیا تو پھر مہر مثل دینا لازم ہو گا۔

مہر مثل:

مہر مثل کا دوسرا نام "خاندانی مہر" بھی ہے۔ یعنی اس لڑکی کے والد کے خاندان کی وہ لڑکیاں جو حسن و جمال، خاندانی شرافت، عمر اور عقل و سمجھداری میں اس کے برابر ہوں ان کا جتنا مہر عام طور پر چل رہا ہو اس کا بھی اتنا مہر ہو گا۔ اسی کو "مہر مثل" کہتے ہیں۔

حق مہر کی تعیین:

حق مہر کا مقرر کرنا زوجین کی باہمی رضامندی پر موقوف ہوتا ہے۔ چاہیں تو سارا معجل، چاہیں تو موجل، چاہیں تو کچھ حصہ معجل اور کچھ حصہ مؤجل مقرر کر لیں۔

حق مہر میں نقدی کے بجائے زیورات / سامان:

حق مہر میں نقدی کے بجائے زیورات یا سامان وغیرہ کو بھی طے کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ اس کی مالیت دس دراہم چاندی سے کم نہ ہو۔

حق مہر دس درہم کی مقدار سے کم ذکر کیا گیا:

حق مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار مقرر نہیں البتہ کم سے کم مقدار دس درہم ہے اگر کہیں پر مقدار دس درہم سے کم ذکر کر دی گئی تو اس کا اعتبار نہیں ایسی صورت میں بھی کم سے کم دس درہم کی مقدار کے برابر حق مہر واجب ہو گا۔

مہر کی ادائیگی سے پہلے... ضابطہ اور رابطہ:

مہر عورت کا حق ہے اس بارے میں شریعت نے اس کی جلد ادائیگی کی تاکید کی ہے اگر مکمل مہر معجل ہوا تو عورت کو شرعی طور پر یہ حق حاصل ہے کہ وہ مہر کی ادائیگی سے پہلے شوہر کو حقوق کی ادائیگی سے روک سکتی ہے۔ شوہر اس پر جبر اور زبردستی نہیں کر سکتا۔ یہ ضابطہ ہے۔ اگر عورت مہر معجل کے باوجود فوری ادائیگی کا مطالبہ نہیں کرتی بلکہ رضامندی سے حقوق ادا کرنے کی اجازت دے دیتی ہے تو یہ شرعی طور پر بلا کراہت جائز ہے۔ یہ رابطہ ہے۔

رخصتی سے پہلے طلاق کی صورت میں حق مہر کا مسئلہ:

اگر رخصتی / خلوت صحیحہ (تنہائی میں ایسی ملاقات کہ زوجین اس میں حقوق زوجیت ادا کر سکیں) سے پہلے پہلے طلاق ہو جائے تو ایسی صورت میں مقرر کردہ کل حق

مہر کا نصف ادا کرنا پڑے گا۔

مہر فاطمی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر ازواج مطہرات اور بیٹیوں کا حق مہر بارہ اوقیہ چاندی تھی جس کی مالیت 500 درہم بنتی ہے۔ اسی کو مہر فاطمی بھی کہتے ہیں۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا حق مہر:

زوجہ مطہرہ	حق مہر
ام المومنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا	500 درہم
ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا	400 درہم
ام المومنین سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا	500 درہم
ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا	400 درہم
ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	400 درہم
ام المومنین سیدہ ام سلمہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا	سامان ❶
ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	400 درہم
ام المومنین سیدہ جویرہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	40 غلام آزاد ❷
ام المومنین سیدہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا	4000 درہم ❸
ام المومنین سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا	آزادی ❹
ام المومنین سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	400 درہم

❶ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سامان میں چمڑے کے بنے ہوئے خاص قسم کا ایک تکیہ، دو مشکیزے اور دو چکیاں عطا فرمائی تھیں۔

❷ اس تفصیل یہ ہے کہ ان کے قبیلہ بنو مصطلق کے 40 غلاموں کو ان کے حق مہر کے طور پر آزاد کر دیا گیا۔

❸ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر مرتد ہو کر مرے، جب یہ خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا، سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عَمرو بن امیہ ضُمَرِی رضی اللہ عنہ کو بادشاہ حبشہ نجاشی کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ آپ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے رضا و رغبت معلوم کر کے ان کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔ شاہ نجاشی نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا۔ آپ نے رضامندی کا اظہار فرمایا اور پیغام لانے والی باندی کو اپنے کنگن، انگوٹھیاں اور زیور اتار کر ہدیہ کر دیا اور خالد بن سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو اپنے نکاح کا وکیل بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا۔ شاہ نجاشی نے اپنے شاہی محل میں نکاح کی مجلس منعقد کی اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور 4000 درہم حق مہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خود ادا کیا۔

❹ اس کی تفصیل یہ ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر آپ کو گرفتار کر کے جنگی قیدی بنا لیا گیا۔ اس موقع پر اسلام قبول کیا چونکہ شرافت کے اعتبار سے قبیلہ بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھی اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے خود نکاح فرما لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کا حق مہر اسی آزادی کو قرار دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 13 دسمبر، 2021ء

ناچ گانا اور موسیقی کی قباحت

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی خوشیاں نصیب فرمائے جن سے وہ خود بھی خوش ہو جائے اور ایسی خوشیوں سے بچائے جن کی وجہ سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی میں آنے والی خوشیوں میں ایک بہت بڑی خوشی شادی بیاہ کی ہوتی ہے۔ اس خوشی کو ایسے گزارنا چاہیے کہ جس سے اللہ خوش ہو جائے کیونکہ مومن کی تو پوری زندگی اللہ کو راضی اور خوش کرنے میں ہی گزرنی چاہیے، نہ کہ اللہ کو ناراض کرنے میں لیکن ہمارے ہاں اس موقع پر بھی بہت سارے ایسے کام کیے جاتے ہیں جن سے اللہ ناراض ہوتے ہیں۔ ان میں وہ تمام تر رسومات شامل ہیں جن میں غیر مسلم اقوام کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے کئی بڑے بڑے گناہ کیے جاتے ہیں۔ انہی میں سے ایک یہ ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر موسیقی، ناچ گانا، ڈانس، مجرا کیا جاتا ہے۔ آیئے اس گناہ کی قباحت، نقصان اور اس پر وارد ہونے والی وعیدیں قرآن و سنت کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔

موسیقی سے متعلقہ چار آیاتِ قرآنیہ:

1: وَ اسۡتَفۡزِزۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ بِصَوۡتِكَ

سورۃ بنی اسرائیل، رقم الآیۃ: 64

ترجمہ: اور (شیطان سے کہا گیا کہ) ان میں سے جن کو تو بہکا سکے ان کو اپنی آواز سے بہکا لے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں: قَالَ مُجَاهِدٌ: بِاللَّهْوِ وَالْغِنَاءِ۔

تفسیر ابن کثیر، تحت آیت ھذہ

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی تفسیر کے مطابق آیت میں صوت سے گانا بجانا اور لہو و لعب مراد ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ گانا بجانا شیطان کے بہکانے کا طریقہ ہے۔ جو شخص اس میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ شیطان کے بہکاوے میں آجاتا ہے۔

2: وَ الَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ

سورۃ الفرقان، رقم الآیۃ: 72

ترجمہ: اور وہ (عباد الرحمٰن) بے ہودہ باتوں میں شریک نہیں ہوتے۔

امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں: عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ: اَلزُّوْرُ اَلْغِنَاءُ۔

تفسیر احکام القرآن للجصاص، تحت آیت ھذہ

ترجمہ: امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تفسیر کی مطابق آیت میں الزور سے مراد موسیقی ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک اور محبوب بندے موسیقی سے دور رہتے ہیں اور جو موسیقی سے دور نہیں رہتے بلکہ اس کے دلدادہ بنے پھرتے ہیں وہ کسی صورت اللہ کے محبوب بندے نہیں بن سکتے۔

3: وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۶

سورۃ لقمٰن، رقم الآیۃ: 6

ترجمہ: اور کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ سے غافل کر دینے والی باتوں کے خریدار بنتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے بغیر علم کے لوگوں کو اللہ کے راستے سے بہکائیں اور اس کا مذاق اڑائیں ان لوگوں کو ایسا عذاب دیا جائے گا جو ان کو ذلیل کر دے گا۔

مفتی بغداد امام محمود بن عبد اللہ آلوسی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي الصَّهْبَاءِ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ

قَوْلِہٖ تَعَالیٰ: وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ لَہۡوَ الۡحَدِیۡثِ قَالَ: ھُوَ وَاللہِ الۡغِنَاءُ۔

تفسیر روح المعانی، تحت آیت ھذہ

ترجمہ: امام ابو الصہباء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سورۃ لقمٰن کی مذکورہ آیت کی تفسیر کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے قسم اٹھا کر فرمایا کہ لَہۡوَ الۡحَدِیۡثِ سے مراد گانا (موسیقی) ہے۔

فائدہ: مکہ مکرمہ کا ایک تاجر نضر بن حارث جو اپنی تجارت کے لئے غیر ملکوں کا سفر کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ ایران گیا اور وہاں کے بادشاہوں کے قصوں پر مشتمل کتابیں خرید لایا اور بعض روایات میں ہے کہ وہ وہاں سے ایک گانے والی کنیز بھی خرید کر لایا۔ جس کے ذریعے وہ لوگوں کو قرآن سے دور کرتا تھا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ موسیقی قرآن سے دور کرنے کا وہ حربہ ہے جو مشرکین نے اہل اسلام کے خلاف استعمال کیا۔

4: اَفَمِنۡ ہٰذَا الۡحَدِیۡثِ تَعۡجَبُوۡنَ ﴿۵۹﴾ۙ وَ تَضۡحَکُوۡنَ وَ لَا تَبۡکُوۡنَ ﴿۶۰﴾ۙ وَ اَنۡتُمۡ سٰمِدُوۡنَ ﴿۶۱﴾

سورۃ النجم، رقم الآیات: 59 تا 61

ترجمہ: کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو؟ اور اس کا مذاق اڑاتے ہوئے ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور تم تکبر کرتے ہو۔

امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

وجماعة عن ابن عباس رضی اللہ عنهما أنه قال: هو الغناء باليمانية وكانوا إذا سمعوا القرآن غنوا تشاغلا عنه۔

تفسیر احکام القرآن للجصاص، تحت آیت ھذہ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مفسرین کرام کی ایک جماعت

اس آیت کی تفسیر نقل کرتی ہے کہ یمانی زبان میں **سمود** سے مراد گانا ہے مشرکین جب قرآن کی آواز سنتے تو بیزاری کا اظہار کرنے کے لیے گانا شروع کر دیتے تھے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ گانا کا اصل مقصد ہی قرآن سے دوری پیدا کرنا ہے۔ مسلمان اس نیت سے نہ بھی سنے تب بھی اس کے اثرات اتنے برے پڑتے ہیں کہ وہ اعتقادی طور پر قرآن پر ایمان لانے کے باوجود عملی طور پر قرآن سے دور ہی رہتا ہے۔

گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ.

سنن ابی داوٗد، رقم الحدیث:4929

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔

فائدہ: حدیث مبارک میں جس نفاق کا تذکرہ ہے اس سے وہ اعتقادی نفاق مراد نہیں جو کفر کی بدترین صورت ہے بلکہ اس سے مراد وہ اثرات ہیں جو ایک منافق میں پائے جاتے ہیں۔

نفاق کے دس اثرات:

1: منافق شخص میں قرآن کریم کو پڑھنے، سمجھنے کا جذبہ بھی ختم ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح جو شخص گانا گاتا یا سنتا ہے اس کے دل سے بھی قرآن کریم پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے تاوقتیکہ وہ توبہ کر لے۔

2: منافق شخص قرآنی احکامات کی خلاف ورزی کو معمولی تصور کرتا ہے بالکل اسی طرح جو شخص گانا گاتا یا سنتا ہے وہ بھی قرآنی احکامات کی خلاف ورزی اور گناہوں کو معمولی سمجھتا ہے۔

3: منافق شخص جیسا نظر آتا ہے ویسا نہیں ہوتا بالکل اسی طرح جو شخص گانا گاتا یا سنتا ہے وہ ظاہراً عبادات وغیرہ کرتا بھی ہو تب بھی وہ جیسا نیک نظر آتا ہے ویسا ہوتا نہیں، وہ اپنی عبادات سے ظاہر تو یہی کرتا ہے کہ اسے اللہ کی محبت اور آخرت کی فکر ہے جبکہ اس کے دل میں دنیا کی محبت، نفسانی شہوات اور آخرت سے بے فکری پائی جاتی ہے۔

4: منافق شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتا یہاں تک کہ جو چیزیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ناپسندیدہ بلکہ انتہائی قابل نفرت ہوتی ہیں وہ ان کو اختیار کرلیتا ہے۔ بالکل اسی طرح جو شخص گانا گاتا یا سنتا ہے وہ بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی والی چیز موسیقی کے حرام اور باعث عذاب ہونے کی پرواہ نہیں کرتا۔

5: منافق شخص کو عبادات میں لطف نہیں آتا اور اس پر عبادات گراں گزرتی ہیں بالکل اسی طرح جو شخص گانا گاتا یا سنتا ہے اسے بھی عبادات میں لطف نہیں آتا اور عبادات کو گراں سمجھتا ہے۔

6: منافق شخص کو ہر وقت گناہوں کی طرف رغبت رہتی ہے بالکل اسی طرح جو شخص گانا گاتا یا سنتا ہے اسے بھی ہر وقت گناہوں کی رغبت رہتی ہے۔

7: منافق شخص اپنے برے کام کو بھی اچھا سمجھ رہا ہوتا ہے بالکل اسی طرح جو شخص گانا گاتا یا سنتا ہے وہ بھی اپنے گناہوں پر اچھا لیبل لگانے کی کوشش میں رہتا ہے مثلاً یہ کہتا ہے کہ میں گانا اس لیے سنتا ہوں تاکہ دل نرم ہو، غم ہلکا ہو حالانکہ اس سے دل مردہ ہوتا ہے۔

8: منافق شخص ایمان میں شبہات پیدا کر کے لوگوں میں فتنے میں ڈالتا ہے بالکل اسی طرح جو شخص گانا گاتا یا سنتا ہے یہ بھی عفت و پاکدامنی کے خلاف شہوات

پیدا کر کے لوگوں کو فتنے میں ڈالتا ہے۔

9: منافق شخص دین کے غلبے سے خوفزدہ ہوتا ہے کہ کہیں وہ تہدیدی احکامات کی زد میں نہ آجائے بالکل اسی طرح جو شخص گانا گاتا یا سنتا ہے وہ بھی دین کے غلبے سے خوفزدہ رہتا ہے کہ کہیں موسیقی کی مجالس میں ہونے والے دیگر گناہوں (شراب وزنا) کی وجہ سے میں بھی شرعی سزاؤں کا مستحق نہ قرار پاؤں۔

10: منافق شخص دین کی تعلیم و تعلم اور فہم و تفہیم سے محروم رہتا ہے بالکل اسی طرح جو گانا گاتا یا سنتا ہے وہ بھی دینی تعلیم و تعلم اور فہم و تفہیم سے محروم رہتا ہے۔

گانے کو درست سمجھنا باعث عذاب ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَوْ أَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَاللهِ مَا كَذَبَنِي سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:5590

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابو عامر رضی اللہ عنہ یا ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ بات بتائی ہے اور اللہ کی قسم انہوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور گانوں باجوں کو حلال سمجھیں گے۔

فائدہ: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ لوگ گناہوں کے نام بدل کر، ان کو "وقت کی ضرورت" کہہ کے کر لیا کریں گے۔

تین بڑے بڑے عذاب:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ فِي هَذِهِ الأُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَتٰى ذَاكَ؟ قَالَ: إِذَا ظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2212

ترجمہ: حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں بھی زمین میں دھنس جانے، شکلوں کے بگڑ جانے اور پتھروں کی بارش والے عذاب نازل ہوں گے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اے اللہ کے رسول !ایسے واقعات کب رونما ہوں گے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب گانے والی عورتوں، گانوں کا عام رواج ہو جائے گا اور کثرت سے شرابیں پی جائیں گی۔

موسیقی اور آلات موسیقی کو مٹانا:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ بَعَثَنِي هُدًى وَرَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ وَأَمَرَنِي بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِيرِ۔

مسند ابی داود الطیالسی، رقم الحدیث:1230

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے مجھے (باعث) ہدایت اور (سراپا) رحمت بنا کر بھیجا اور مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ موسیقی اور آلاتِ موسیقی کو مٹا دوں۔

موسیقی روح کی نہیں نفس کی غذا ہے:

آج ایک طبقہ موسیقی کو روح کی غذا کہتا ہے حالانکہ غذا کا صحیح مفہوم تو یہ ہے کہ جسے استعمال کرنے سے بدن کی نشوونما ہو سکے اور بھوک وپیاس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ وہ فرحت بخش بھی ہو۔ جیسے انسان کی غذا گندم، سبزیاں، گوشت اور پھل فروٹ ہوتے ہیں نہ کہ بھوسہ ، چارہ، کیڑے مکوڑے اور شراب،

افیون اور بھنگ وغیرہ اگرچہ یہ چیزیں منہ کے ذریعے انسان کے بدن میں داخل ہو جاتی ہیں لیکن انہیں کسی طور پر بھی غذا نہیں کہا جاتا بلکہ یہ بدن انسانی کے لیے انتہائی مضر چیزیں ہیں۔

بالکل یہی حال موسیقی کا ہے کہ یہ کانوں کے ذریعہ نفس تک پہنچ تو جاتی ہے لیکن اس سے بظاہر حاصل ہونے والی فرحت شراب اور افیون کی طرح انتہائی نقصان دہ ہے۔ اسے لیے اسے روح کی نہیں بلکہ نفس کی غذا کہنا چاہیے۔

روح اور نفس میں فرق:

روح کی دو قسمیں ہیں ایک طبعی اور دوسری ملکوتی۔ طبعی روح انسان کو فطرتی تقاضوں (کھانا، پینا، سونا، جاگنا، اختلاط) پر ابھارتی ہے اور ان کی تکمیل سے خوش ہوتی ہے۔ یہ روح انسانوں اور جانوروں سب میں پائی جاتی ہے اسی کو "نفس" بھی کہتے ہیں۔ اور دوسری ملکوتی جو صرف انسان کا خاصہ ہے، اسی کا تعلق عالم بالا سے ہوتا ہے یہ محبت و شفقت، جود و کرم، صدق وعدالت اور ذکر الٰہی سے خوش ہوتی ہے۔ موسیقی اس روح کی قطعاً غذا نہیں بلکہ اس کے لیے زہر قاتل ہے اور جس کے لیے غذا ہے وہ در حقیقت روح ہے ہی نہیں بلکہ نفس ہے جس میں انسان اور حیوان سب برابر ہیں۔

آج ہمارے ہاں شادی بیاہ کے موقع پر موسیقی کا اہتمام کیا جاتا ہے حالانکہ گانے والوں اور گانے والیوں کو اپنی مجلسوں سے نکال دینے کا طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چلا آرہا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ:

ایک مرتبہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کے گھر گئیں، جن کی کچھ بچیاں کسی تکلیف میں مبتلا تھیں آپ بچیوں کے پاس پہنچیں تو

فَرَأَتْهُ يَتَغَنَّى وَيُحَرِّكُ رَأْسَهُ طَرَبًا وَكَانَ ذَا شَعْرٍ كَثِيرٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ

رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : أُفٍّ شَيْطَانٌ أَخْرِجُوهُ أَخْرِجُوهُ فَأَخْرَجُوهُ.

سنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث:21539

دیکھا کہ ان کا دل بہلانے کے لئے ایک گانا گانے والا وہاں موجود ہے، جس کے بڑے بڑے بال ہیں اور خوب جھوم جھوم کر گا رہا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً اس شخص کو گھر سے نکالنے کا حکم دیا اور فرمایا: اف !اس شیطان کو نکالو اس شیطان کو نکالو چنانچہ گھر والوں نے اسے وہاں سے نکال دیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

أن رجلا دعا ابن مسعود إلى وليمة فلما جاء ليدخل سمع لهوا فلم يدخل فقيل له فقال إني سمعت رسول الله يقول ...ومن رضى عمل قوم كان شريك من عمل به۔

المقاصد الحسنۃ للسخاوی، رقم الحدیث:1170

ترجمہ: ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو (شادی کے موقع پر) دعوت ولیمہ دی، آپ تشریف لے گئے وہاں پہنچے تو گانے کی آواز آرہی تھی، آپ وہیں رک گئے اور اس مجلس میں شریک نہیں ہوئے، پوچھا گیا کہ کیا بات ہے آپ رک کیوں گئے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص کسی قوم کے عمل پر راضی ہو جائے تو وہ بھی اس عمل میں ان کا شریک شمار ہو گا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے بارے میں یحییٰ بن اُسید رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ جب انہیں کسی ولیمہ کی دعوت میں بلایا جاتا تو میزبان سے پہلے ہی پوچھ لیتے کہ دہاں پر گانا باجا تو نہیں ہو گا اگر وہ جواب دیتا کہ ہاں موسیقی کا انتظام ہو گا تو آپ

رحمہ اللہ اس سے فرماتے: لادعوۃ ولا نعمۃ عین۔ اس دعوت کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ ہی یہ باعث برکت و سکون ہے۔

مواہب الجلیل، ج2 ص8

شادی بیاہ پر موسیقی سے بچا جائے:

عام طور پر جب شادی کے موقع ہوتا ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ شادی خوشی کا موقع ہے کون سی روز روز ہوتی ہے؟ اس لیے تفریح طبع کے طور پر گانا بجانا اور موسیقی کا بندوبست کر لینے سے کچھ نہیں ہوتا اس شیطانی دھوکے سے بچنا چاہیے۔

شادی بیاہ پر مجروں سے بچا جائے:

اس موقع پر مجرا کرایا جاتا ہے جس میں اخلاق باختہ مناظر ہوتے ہیں اور لوگ اسے دیکھ کر لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں۔ اب شریف خاندانوں میں بھی یہ مصیبت عام ہو رہی ہے۔

موسیقی کی مجلس میں چند حرام کام:

- موسیقی حرام
- غیر محرم کو دیکھنا حرام
- شہوت کی نظر سے دیکھنا حرام
- مال کو حرام کاموں میں خرچ کرنا حرام
- مرد و خواتین کا بے پردگی کے ماحول میں مخلوط اجتماع حرام

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 20 دسمبر، 2021ء

جہیز کی شرعی حیثیت

اللہ تعالیٰ کا حکم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک طریقہ (سنت خواہ قولی ہو یا فعلی یا تقریری) دونوں کے مجموعے کا نام شریعت ہے اور شریعت پر عمل کرنے کا حکم ہے جبکہ شریعت کے علاوہ باقی جتنے جاہلانہ اور غیر اسلامی رسوم ورواج ہیں ان کو چھوڑنے کا حکم ہے۔

شادی بیاہ کے موقع پر مال کو خرچ کیا جاتا ہے اس بارے میں شریعت کی درج ذیل اصولی باتیں ملحوظ خاطر رکھی جائیں۔

مال کے بارے چار اہم باتیں:

1...مال کو حلال اور جائز طریقے سے حاصل کریں۔ ناجائز اور حرام ذرائع آمدن سے بچیں، جیسا کہ فراڈ، دھوکہ، سود، جھوٹ، جھوٹی قسمیں اور غیر شرعی طریقہ معاملات ہیں۔ مال تو ناجائز اور حرام ذرائع سے بھی مل جاتا ہے لیکن اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے خدا کی ناراضگی اس میں داخل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے بیماریاں، لڑائی جھگڑے، بے چینی و بے سکونی، ذہنی ڈپریشن اور اولاد بے ادب اور نافرمان بن جاتی ہے، حرام کا لقمہ ایسا زہر ہے جس کی وجہ سے عبادت کی حلاوت کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ حالات کی بہتری کے لیے دعائیں مانگی جاتی ہیں لیکن حرام مال، حرام لباس اور حرام خوراک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں قبول نہیں فرماتے۔

2...مال کے ساتھ جن حقوق اللہ کا تعلق ہے ان کو بروقت ضرور کریں۔ صدقات واجبہ جیسا کہ زکوٰۃ، عشر، قربانی، صدقہ فطر وغیرہ ہیں اور صدقات نافلہ جیسے مسجد، مدرسہ، طلباء دینیہ، اور غرباء مساکین وغیرہ پر خرچ کرنا۔مال و دولت ملنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہ کرنا اور جن عبادات کا تعلق مال کے ساتھ ہے مال کے کم ہونے کے خوف

کی وجہ سے ان عبادات کو ادا نہ کرنا دنیا و آخرت کی بربادی ہے، مال ختم نہ بھی ہو لیکن انسان کی زندگی ایک دن ضرور ختم ہو جائے گی اور یہی مال دوسروں کی ملکیت میں چلا جائے گا۔

3...مال کے ساتھ جن حقوق العباد کا تعلق ہے ان کی ادائیگی بروقت کریں۔ اہل و عیال کی معاشی ضروریات کو پورا کرنا اپنی حیثیت کے مطابق ان کے اخراجات کو پورا کرنا ضروری ہے۔ والدین، بہن بھائی، قریبی رشتہ دار، ہمسائے اور ضرورت مند طبقے پر اپنی مالی وسعت کے مطابق خرچ کرنا اسلام کی تعلیم، اللہ کی خوشنودی اور رضا کا ذریعہ اور مال میں مزید فراخی اور برکت کے حصول کا باعث ہے۔ اس لیے دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے بلکہ اعتدال کے ساتھ مال کو کام میں لاتے رہیں۔

4... مال خرچ کرنے میں بھی حرج نہیں۔ ایک بات اچھی طرح یاد رکھیں جہاں ضرورت ہو وہاں ایک لاکھ بھی خرچ کرنا گناہ نہیں اور جہاں ضرورت نہ ہو وہاں ایک روپیہ بھی خرچ کرنا مناسب نہیں۔ ہمیں نام و نمود اور شہرت کے لیے مال خرچ کرنے سے بچنا چاہیے شادی بیاہ پر فضول خرچی سے بچنا چاہیے ہر معاملہ میں اعتدال اور میانہ روی کا خیال کرنا چاہیے۔

میانہ روی سمجھ داری کی علامت:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ رِفْقُهُ فِي مَعِيشَتِهِ۔

مسند احمد، رقم الحدیث: 21695

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کی کامل درجے کی سمجھ داری یہ ہے کہ وہ اپنی معیشت میں میانہ روی قائم کرے۔

ہر حال میں میانہ روی:

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْسَنَ الْقَصْدَ فِي الْغِنَى وَأَحْسَنَ الْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَأَحْسَنَ الْقَصْدَ فِي الْعِبَادَةِ۔

مسندِ بزار، رقم الحدیث: 2946

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال کی فراوانی کے وقت میانہ روی قائم کرنا، تنگدستی اور غربت کے وقت میانہ روی قائم کرنا اور عبادات میں میانہ روی قائم کرنا شریعت میں مقصود ہے اور پسندیدہ بات ہے۔

مال کے خرچ کرنے کے بارے اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ اسے احکام شریعت کے مطابق کمایا اور خرچ کیا جائے۔ ہمارے ہاں مال کے خرچ کرنے کا ایک بہت بڑا موقع شادی بیاہ کا موقع ہوتا ہے۔ اسی موقع پر "جہیز" دیا جاتا ہے۔

جہیز کی عرفی حیثیت:

عربی میں جَهَّزَ تیاری کرنے کو کہتے ہیں اسی سے تجہیز ہے۔ جهّز المیت کا معنیٰ ہوتا ہے تجہیز و تکفین یعنی میت کے کفن دفن کا انتظام کرنا، جهّز العروس کا معنیٰ ہوتا ہے دلہن کا سامان تیار کرنا۔ ہمارے عرف میں جہیز سے مراد دلہن کو دیے جانے والا سامان ہے۔

جہیز کی شرعی حیثیت:

مروجہ جہیز جس کی حقیقت ناجائز مطالبہ، شہرت، نمود و نمائش، فضول خرچی اور ایک رسم بد کی پابندی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ مذکورہ خرابیوں اور گناہوں کی وجہ سے شرعاً ممنوع ہے۔

1... لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کا مطالبہ:

جہیز کے شرعاً ممنوع ہونے کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس کا لڑکے والوں کی طرف سے ان کی دلی رضامندی کے بغیر مطالبہ کیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں معیار کی فلاں فلاں چیزیں دی جائیں، جو لڑکی والوں پر ایک طرح کا معاشی بوجھ ہوتا ہے اور اس میں ان کی دلی رضامندی بالکل نہیں ہوتی اور دلی رضامندی کے بغیر کسی کے مال کو لینا اور استعمال کرنا ایسا عمل ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔

عَنْ أَبِي حُرَّةَ الرَّقَاشِيِّ رَحِمَهُ اللهُ عَنْ عَمِّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ.

السنن الکبری للبیہقی، رقم الحدیث:11877

ترجمہ: حضرت ابو حُرّہ رقاشی رحمہ اللہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر لینا / استعمال کرنا حرام ہے۔

2... لڑکی والوں کی طرف سے نمود و نمائش کے طور پر دینا:

جہیز کے شرعاً ممنوع ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اس میں لڑکی والے ہدیہ یا صلہ رحمی کے طور پر نہیں بلکہ ریاکاری کے لیے دیتے ہیں کہ فلاں نے اپنی بیٹی کو اتنا دیا میں اس سے بڑھ کر دے رہا ہوں اور ریاکاری ایسا عمل ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ:264

ترجمہ: ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح ضائع نہ کرو جو اپنا مال ریاکاری کے طور پر خرچ کرتا ہے۔

3...جہیز کے موقع پر فضول خرچی:

جہیز کے شرعاً ممنوع ہونے کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اس موقع پر فضول خرچی کی جاتی ہے بلاضرورت اور ضرورت سے کہیں زیادہ سامان اکٹھا کیا جاتا ہے اور فضول خرچی ایسا عمل ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۔

سورۃ بنی اسرائیل، رقم الآیۃ:27

ترجمہ: بے شک فضول خرچی (بلاضرورت یا ضرورت سے زائد خرچ) کرنے والے شیاطین کے بھائی (ان کے مشابہ) ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بہت ناشکرا ہے۔

فائدہ: فضول خرچی کرنا شیطان کے بھائیوں (شیطانی اوصاف رکھنے والوں) کا کام ہے، فضول خرچی کے نتیجے میں ناشکری پیدا ہوتی ہے جو درحقیقت شیطانی وصف ہے۔

4...غیر شرعی رسم کی پابندی:

جہیز کے شرعاً ممنوع ہونے کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ اس میں ایک غیر مسلم بالخصوص ہندو قوم کی نقالی اور مشابہت ہے اور غیر مسلم اقوام کی نقالی اور مشابہت ایسا عمل ہے جو شرعا ممنوع ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ۔

سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:4033

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔

جہیز فاطمی اور مروجہ جہیز:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابو طالب نے بچپن میں اللہ کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی ہے، ہر موڑ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا ہے، اگرچہ ایمان کی حالت میں دنیا سے نہیں گئے۔ جب ابو طالب دنیا سے چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفالت کی ہے تو ظاہر سی بات ہے کہ ان کی شادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرانی تھی اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی اپنی بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نہ بھی کرتے بلکہ کسی اور جگہ ان کا نکاح کرتے تب بھی بحیثیت سربراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر کا ضروری سامان مہیا کرنا تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو سامان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیا ہے وہ در حقیقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مالی کفالت کی ہے۔

فائدہ: آج کسی شخص کی چار بیٹیاں ہوں اور وہ ایک کو جہیز دے، باقیوں کو نہ دے تو اسے کوئی بھی عادل اور انصاف پسند نہیں کہتا بلکہ اس کے اس طرز عمل کی مذمت کرتا ہے۔ ذرا دلوں پر ہاتھ رکھ کر سوچیے کہ کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جن کی تعلیمات میں عدل و انصاف ترجیحی بنیادوں پر نظر آتا ہے کیا وہ اپنے عمل سے ناانصافی کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! اس لیے اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ جو سامان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیا گیا وہ در حقیقت اپنے داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بنیادی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے تھا۔ جس سے مروجہ جہیز کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا۔

اب ذیل میں جہیز کے چند نقصانات ذکر کیے جاتے ہیں۔

1...شادی میں تاخیر کا گناہ:

جہیز کی وجہ سے شادیوں میں بہت تاخیر ہوتی ہے جس کے نتیجے میں اولاد برائی کے راستے پر چل پڑتی ہے۔ ایسی صورت میں شریعت والدین کو بھی اس جرم میں برابر کے شریک قرار دیتی ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنِ اسْمَهُ وَأَدَبَهُ فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِثْمًا فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلٰى أَبِيهِ۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث:8299

ترجمہ: حضرت ابو سعید اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اس کی ذمہ داری ہے کہ اس کا نام اچھا رکھے، بالغ ہونے پر اس کی شادی کرے۔ اگر باپ نے (معقول شرعی عذر کے نہ پائے جانے کے باوجود) شادی نہیں کی اور اولاد نے گناہ (زنا یا بدکاری وغیرہ) کر لیا تو (شرعاً) باپ اس جرم میں برابر کا شریک سمجھا جائے گا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:فِي التَّوْرَاةِ مَكْتُوبٌ: مَنْ بَلَغَتِ ابْنَتُهُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُزَوِّجْهَا فَأَصَابَتْ إِثْمًا فَإِثْمُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ۔

شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث:8303

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تورات میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ جس کی بیٹی بارہ سال کی (بالغ) ہو جائے اور اس کا والد (معقول شرعی عذر کے نہ پائے جانے کے باوجود) اس کی (بروقت) شادی نہیں کرتا تو لڑکی سے ہونے والے گناہ میں وہ برابر کا شریک ہو گا۔

2...زنا اور بدکاری:

جہیز کی وجہ سے شادیوں میں بہت تاخیر ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں معاشرے میں زنا اور بدکاری کی شرح بڑھ جاتی ہے، اگر ہم بحیثیت قوم جہیز سے چھٹکارا پالیں تو زنا اور بدکاری کی شرح کم سے کم سطح تک آجائے گی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ :إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:1084

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص آپ کے پاس (تمہاری بچیوں کے لیے) نکاح کا پیغام بھیجے اور آپ اس کی دینداری اور حسن اخلاق سے مطمئن ہوں تو (بلا تاخیر) اس کا پیغام نکاح قبول کر کے اپنی بچیوں کا نکاح اس سے کر دو اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو زمین پر بہت بڑا (جنسی گناہوں کا) فساد برپا ہو جائے گا۔

3…گھروں سے بھاگ جانا:

جہیز کی وجہ سے شادیوں میں بہت تاخیر ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں بچیاں گھروں سے بھاگ جاتی ہیں۔ یہ سماجی ذلت بہت بڑے پیمانے پر مسلسل پھیل رہی ہے، بڑے بڑے گھرانوں کی بچیاں گھروں سے بھاگ کر کورٹ میرج کرا لیتی ہیں یا پھر اللہ تعالیٰ معاف فرمائے بازارِ حسن اور قحبہ خانوں کی زینت بن جاتی ہیں۔

4…بھاری قرضوں کا بوجھ:

جہیز کو جمع کرنے کے لیے کبھی بلا سود قرض لیا جاتا ہے اور اتنی مقدار میں لے لیا جاتا جسے بعد میں ادا کرنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے، بعد میں قرض خواہ سے جھوٹ پر جھوٹ بولا جاتا ہے جو کہ مستقل گناہ ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَحْشٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ حَيْثُ تُوضَعُ الْجَنَائِزُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ بَيْنَ ظَهْرَيْنَا، فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهُ قِبَلَ السَّمَاءِ فَنَظَرَ، ثُمَّ طَأْطَأَ بَصَرَهُ وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ سُبْحَانَ اللهِ مَاذَا نَزَلَ

مِنَ التَّشْدِيدِ؟ قَالَ: فَسَكَتْنَا يَوْمَنَا وَلَيْلَتَنَا فَلَمْ نَرَهَا خَيْرًا حَتَّى أَصْبَحْنَا قَالَ مُحَمَّدٌ: فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا التَّشْدِيدُ الَّذِي نَزَلَ؟ قَالَ: فِي الدَّيْنِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ ثُمَّ عَاشَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَقْضِيَ دَيْنَهُ۔

مسند احمد، رقم الحدیث:22493

ترجمہ: حضرت محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لوگ مسجد نبوی کے صحن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس جگہ بیٹھے ہوئے تھے، جہاں جنازے رکھے جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک اپنی نظر مبارک اوپر کی طرف اٹھائی اور جھکا لی۔ اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: سبحان اللہ! سبحان اللہ! کیسے کیسے سخت عذاب نازل ہو رہے ہیں۔ (راوی کہتے ہیں کہ) ہم لوگ ایک دن اور ایک رات اس معاملے کے بارے میں (سہمے رہے اور) خاموش رہے مگر پھر ہم نے خیر اور بھلائی کے سوا کچھ نہ دیکھا (یعنی کوئی عذاب نازل نہ ہوا) دوسرے دن جب صبح ہوئی تو راوی فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا کہ کیسے عذاب نازل ہونے کے بارے میں آپ فرما رہے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرض کے سلسلے میں (یعنی اس حوالے سے سخت احکام نازل ہو رہے ہیں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی شخص راہِ خدا میں شہید کر دیا جائے اس کے بعد زندہ کیا جائے اور پھر شہید کر دیا جائے پھر زندہ کیا جائے پھر شہید کر دیا جائے اور پھر زندہ ہو جائے اور اس کے اوپر قرض ہو تو وہ جنت میں داخل نہیں ہو پائے گا تاوقتیکہ اپنے قرض کو ادا نہ کرے (یا اس کی طرف سے ادا نہ کر دیا جائے)۔

5...سودی قرضوں کا بوجھ:

جہیز کو جمع کرنے کے لیے کبھی سود پر قرض لیا جاتا ہے۔ سود ایسی چیز ہے جو اللہ سے کھلم کھلا جنگ اور اپنی ماں سے زنا کرنے سے بڑا گناہ ہے۔

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ ۚ وَ اِنۡ تُبۡتُمۡ فَلَكُمۡ رُءُوۡسُ اَمۡوَالِكُمۡ ۚ لَا تَظۡلِمُوۡنَ وَ لَا تُظۡلَمُوۡنَ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ:279

ترجمہ: پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا (سودی معاملات کو نہ چھوڑا) تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارا اصل سرمایہ تمہارا حق ہے وہ تم لے لو۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔

عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: الرِّبَا سَبۡعُونَ حُوبًا أَيۡسَرُهَا أَنۡ يَنۡكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:2274

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کے اندر ستر قسم کے گناہ پائے جاتے ہیں اور ان میں سے سب سے کم درجے کا گناہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔

6...گھریلو ناچاقیاں:

اکثر اوقات تو اسی جہیز کی وجہ سے گھریلو ناچاقیاں اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ والدین اپنی بیٹی کو جہیز میں جو چیزیں دیتے ہیں ان چیزوں کی وجہ سے بیٹی کو شوہر، ساس، نند، بھابھی وغیرہ کے طعنے سہنے پڑتے ہیں کہ تمہارے جہیز میں لائی ہوئی چیز اچھی نہیں ہے۔ فلاں چیز معیاری نہیں ہے۔ فلاں چیز پرانے زمانے کی ہے، فلاں چیز کا ڈیزائن اچھا نہیں وغیرہ وغیرہ۔

بچیوں کو طعنوں سے بچانے کا طریقہ:

اپنی بچیوں کو یہ بات سمجھانی چاہیے کہ بیٹی تم نکاح کے بعد بھی میری بیٹی ہو تجھے جو چیز چاہیے مجھے بتانا میں ان شاء اللہ تمہیں دوں گا۔ جب بچی چلی جائے اس سے پوچھیں کہ بیٹی! تمہیں کیا ضرورت ہے؟ مثلاً وہ کہے کہ فریج ضرورت ہے اسے فریج کے پیسے دو اور ساتھ میں یہ بھی سمجھا دو کہ بیٹی! یہ فریج کے پیسے ہیں اپنے شوہر کو ساتھ لے جاؤ اور دونوں مشورہ کر کے جو پسند آئے خرید لو۔ واشنگ مشین لینی ہے اسے واشنگ مشین کے پیسے دو اور سمجھا بھی دو کہ بیٹی! اپنی ساس / نند / بھابھی کو ساتھ لے جاؤ اور مشورے سے جو پسند آ جائے وہ خرید لو۔ اب آپ کا بچی کے ساتھ محبت و تعاون والا تعلق اور بھی مضبوط رہے گا، اس کے گھر کی ضرورت کی چیز بھی آ جائے گی وہ جھگڑے سے بھی بچ جائے اور آپ مروجہ جہیز کے گناہ سے بچ جائیں۔

جہیز کی وجہ سے وراثت سے محروم نہ کریں:

بیٹی کو جائیداد میں جتنا اس کا شرعی طور پر حصہ بنتا ہے وہ ضرور دیں۔ عام طور پر بیٹیوں کو جہیز دے کر جائیداد سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ یعنی شرعاً ممنوع چیز دے کر اس کا شرعی حق دبا لیا جاتا ہے یہ طریقہ سراسر غلط ہے اور قابلِ ترک ہے۔ جہیز کے عنوان سے بھلے جتنا سامان بیٹیوں کو دے دیا جائے اس سے ان کا حق وراثت ختم نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 27 دسمبر، 2021ء